کتابِ محسن بزبانِ محسن
باب
محسنِ اعظم فی مناقبِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ
دورِ حاضر میں حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے
مقام و تصرف کے ضمن میں ظاہر ہونیوالی حیرت انگیز کرامات اور بزرگی کا تذکرہ
محی السنۃ پیرِ طریقت حاجی محمد محسن منور یوسفی صاحب دامت برکاتہم
کی زیرِ طبع خود نوشت کتاب "محسن بزبانِ محسن" کا ایک باب

لالِ بدخشانی، خورشیدِ نورانی، فانوسِ نورِ حقانی، قلزمِ بحرِ امواجِ ربانی، بنائے

اسرارِ تصوفِ عرفانی، غوثِ ربانی، یوسفِ ثانی، میراں محی الدین

غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت

گر قبول افتد زہے عز و شرف

کتابِ محسن بزبانِ محسن

باب

محسنِ اعظم فی مناقبِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

دورِ حاضر میں حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے
مقام و تصرف کے ضمن میں ظاہر ہونے والی حیرت انگیز کرامات اور بزرگی کا تذکرہ

محی السنۃ پیرِ طریقت حاجی محمد محسن منور یوسفی صاحب دامت برکاتہم

کی زیرِ طبع خود نوشت "کتابِ محسن بزبانِ محسن" کا ایک باب

MAKTABAH
ALMOHSIN
Highlighting The Islamic Factor

نام کتاب : کتابِ محسن بزبانِ محسن (باب: محسن اعظم فی مناقب غوث اعظم رضی اللہ عنہ)
مصنف: پیر طریقت محی السنۃ الشیخ محمد محسن منور یوسفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
ناشرین : پیر طریقت صاحبزادہ احمد محسن محسنی، پیر طریقت صاحبزادہ محمد بن محسن محسنی حفظہم اللہ

حسنِ ترتیب: پیر طریقت علامہ مولانا محمد مدثر علی محسنی مدظلہ العالی (ایم-اے. اسلامیات)
پروف ریڈنگ: پیر طریقت محمد عقاص محسنی مدظلہ العالی (ایم-اے. سیاسیات)

پہلا ایڈیشن:	فروری 2013	ربیع الثانی	۱۴۳۴ھ	تعداد:3000
دوسرا ایڈیشن:	نومبر 2013	محرم الحرام	۱۴۳۵ھ	تعداد:6100
تیسرا ایڈیشن	نومبر 2013	محرم الحرام	۱۴۳۵ھ	تعداد:2000
چوتھا ایڈیشن:	اکتوبر 2014	ذوالحجہ	۱۴۳۵ھ	تعداد:11000

مکتبہ المحسن

ہاوس #500، بلاکB، محمد علی جوہر ٹاؤن لاہور۔ پاکستان
House#500,Block B, Muhammad Ali Johar Town Lahore-Pakistan
Ph#042-35179201~2 Mobile:03009485866;03344189346
Email: m.qf@live.com shaikhmohsinyousafi
Website: www.naqshbandimohsini.com

انتساب

تمام سلاسل طریقت

نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ

کے مشائخ طریقت خصوصاً

امام ابوالحسن الشطنوفی الشافعی، امام یحیی تادفی، امام محمد عبداللہ یافعی،

سید عبدالقادر اربلی، رئیس المحدثین ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہم کے نام

کہ جنہوں نے سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات، بزرگی و کرامات کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ فرمایا۔

اور خصوص بالخصوص

پیر طریقت، رہبر شریعت، واقف رموز حقیقت، عالم نبیل، فاضل جلیل

قطب جلّی، امین علم لدنّی حاجی محمد یوسف علی نگینہ رضی اللہ عنہ کے نام، جن کی نگاہوں اور دعاؤں کا صدقہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بندۂ ناچیز کے کاسۂ گدائی کو اپنی بخشش اور فیض سے بھر دیا۔

فہرست

قصیدہ ببارگاہ حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

ہیں میرے محبوبِ سبحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی
محمد ﷺ کے نور سے نورانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

شاہین و شہباز کی رفتار میں کون تیرا ثانی
تم ہو شہبازِ لامکانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

گیلانی، جیلانی، محبوبِ سبحانی، قندیلِ نورانی
لقب ہے قطبِ ربّانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

جس کے سر پہ ہو تیرا ہاتھ، ولایت میں وہ شہباز
لاہور ہو یا بغداد نہیں تیرا ثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

ہمعصر ہوں متقدم ہوں یا اَولیاءِ متاخرین ہوں
تیرا قدم ولایت پر مہرِ حقّانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

تاقیامت فیضانِ ولایت اولیاء کو سیّدالاولیا سے
کہتے ہیں مجدّد الفِ ثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

میرے ظاہر پہ نہ جانا، اندر پہ نظر فرمانا
قادری ہوں بھیس نقشبندی، امام ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

میری زبان تیرے ذِکر سے تر ہو، میرا حضر ہو یا سفر ہو
تیرے قدموں میں میرا سر ہو، بسر ہو زندگانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

حَسَنَیْن سے مَرَجَ الْبَحْرَیْن سے نَجِیْبُ الطَّرَفَیْن
بزرگی میں بزرگوں کے ہو بزرگِ خاقانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

تیرے انوار، انوارِ الٰہی تیری شان، شانِ الٰہی
مشکل تیری توصیفِ خوش الحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

سنبھالنے والے ہوں ہم، تو گھبرانے کی ضرورت کیا
میری کہانی تیری زبانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

غوثِ اعظم پیروں کے پیر ہو، پیرانِ پیر ہو
کوئی مانے یا نہ مانے یہ شعر خوانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

نقشبندی، قادری ہَوں، سہروردی یا ہَوں چشتی
سبھی کو ملتا ہے تیرا فیضِ روحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

تجھے غوث کہتے کہتے، محسنؔ ہوئے غوث کہنے والے
محسنوں کے ہو محسنِ لاثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی

محسنِ اعظم

آپ سرکار سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بندۂ ناچیز پر بے شمار احسانات ہیں جن کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل اور بعض اوقات حیرانی میں عقل بھی اُنکا احاطہ نہیں کرپاتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بہت شانیں عطا فرمائیں۔ ہزاروں غوث، قطب، ابدال قلندر ہمہ وقت آپ کے دربار عالیہ کی خیرات کے منتظر ہیں۔ ہم نے کتابوں میں پڑھا، بزرگوں سے سنا کہ خواب میں بھی آپ کی زیارت مبارکہ کے لیے ہزاروں اللہ کے ولیوں نے دعائیں کیں، مگر زیارت کا یہ دروازہ وصل کی خوشبو لیے کسی کے لیے کھل گیا اور کسی کو ہجر و فراق کے ذریعے فیضِ قربت سے نوازا گیا۔ مگر بندۂ ناچیز جب اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور مشاہدات پر غور کرتا ہے تو آپ سرکار کی عنایات پر ہزاروں بار اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بندۂ ناچیز پر آپ سرکار کے احسانات کی جو بارش ہے سو ہے، بندہ سے وابستہ لوگوں پر بھی آپ سرکار نے جس قدر عنایات و زیارات کی نوازشات فرمائیں اور فرما رہے ہیں اُس کے لیے دل احساسِ تشکر سے جھکا جاتا ہے۔ یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم اور قبلہ و کعبہ پیر و مرشد عالم یلمعی، فاضل لوذعی، امین علم لدنّی، باباجی صاحب حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہوں اور عطاؤں کا صدقہ ہے۔

میدان عرفات میں زیارت

عالم رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ غالباً میدان عرفات میں بہت پُرسکون، وقار اور متانت سے قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تمام اولیاء جن میں ہزاروں غوث، قطب، ابدال، قلندر موجود ہیں اپنی پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے حضور غوث اعظم کے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے آپ کے قریب پہنچنے کی کوشش میں ہیں، کوئی تیز چل رہا ہے تو کوئی بھاگ رہا ہے اور کوئی لمبے قدم اٹھا رہا ہے۔ اِس جم غفیر میں بندہ بھی حضور غوث اعظم کے قدموں تک پہنچنے کی کوشش میں ہے اور بہت محنت کے بعد حضور غوثِ اعظم کے قدموں تک پہنچ گیا اور جہاں اُن کے قدم ہیں وہاں بندہ کا سر ہے۔ چنانچہ جو اپنے محسن کے احسانات کا ذکر نہ کرے وہ اُس کے لطف و کرم اور فیض سے کبھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ اب تحدیث نعمت کے طور پر حضور غوث الاعظم کے احسانات کے ضمن میں چند واقعات سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

محفل گیارہویں شریف کا حکم اور شاہِ جیلاں کی بشارت

بندہ ناچیز نے جماعت دہم میں حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا قرب الٰہی میں یکتا و یگانہ ہونا اور تصرف و اختیارات کے اس مقام پر فائز ہوئے ہوں گے کہ جو کسی اور کے حصے میں نہ آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تکمیلِ ہجر کے مقام سے نوازا۔ تو یہ خیال میرے ذہن میں آتا کہ آپ سرکار حضور غوث اعظم کے بعد اب دوبارہ تکمیلِ ہجر کے مقام پر فائز ہوں گے؟ میرے ذہن کو یہ دوران نوکری اور محفل بھی تکمیلِ ہجر کے مقام پر فائز ہو سکتی ہے؟ تو ایک رات غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ خواب میں بندہ ناچیز کو فرماتے ہیں "ہاں ہمارے بعد صرف دو شخص تکمیلِ ہجر کے مقام پر فائز ہو سکتے ہیں جنہیں ہم چاہیں۔" آپ کا ارشاد مبارک ہے "متقدمین کے سورج غروب ہو گئے مگر میرا سورج بلندی اور عظمت کے آسمان پر ہمیشہ جلوہ افروز رہے گا۔"

أَنَا فِي حَضْرَةِ التَّقْرِيبِ وَحْدِي ۔۔۔ يُصَرِّفُنِي وَحَسْبِي ذُو الْجَلَالِ

"میں قرب الٰہی میں یکتا و یگانہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی دیتا ہے وہ میرے لیے کافی ہے"

مَقَامُكُمُ الْعُلَى جَمْعًا وَلٰكِنْ ۔۔۔ مَقَامِي فَوْقَكُمْ مَا زَالَ عَالِي

"اگرچہ آپ سب کا مقام بلند ہے لیکن میرا مقام آپ کے مقام سے بلند تر ہے اور ہمیشہ رہے گا"

تمام اولیاء کا عرس تو سال کے صرف ایک مہینے، مگر آپ رضی اللہ عنہ کا عرس سال کے بارہ مہینے، سلسلہ کوئی بھی ہو قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی، صابری، فریدی، مجددی، رفاعی، قلندری، رضوی، یوسفی سبھی کا ایک ہی عمل اور یقین کہ "دن دسواں رات گیارہویں" ہو تو سجتی ہے بزمِ شاہِ جیلاں۔

بندہ کو بھی خواب میں دو مرتبہ گیارہویں شریف کی محفل منعقد کروانے کا حکم فرمایا گیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۹۵ء کو آپ سرکار کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا: "ہم نے آپ کو گیارہویں (شریف) کی محفل بخش دی" مگر گیارہویں شریف کا جو ادب و احترام کتابوں میں پڑھ رکھا تھا یا بزرگوں سے سن رکھا تھا اُس کی وجہ سے کچھ گھبرا گیا۔ نیز ادب، خوف اور آپکے رعب ولایت، کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھتا ہوں؛ کہ آپ امامت کروا رہے ہیں اور میں آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہوئے خوف و دہشت سے کانپ رہا ہوں۔ اِنہی وجوہات کی بنا پر محفل گیارہویں شریف کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ مثلاً: یہ گیارہویں شریف ہی کی نیاز تھی کہ جس پر حالتِ وجد میں شیخ نارنول کا پاؤں لگ گیا تو اُن کی ولایت سلب ہو گئی جو کہ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچہری میں سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی درخواست پر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے فرمانے پر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے نگاہِ کرم فرماتے ہوئے

واپس لوٹا دی (تفصیل برکات گیارہویں شریف از شیخ القرآن علامہ فیض احمد اویسی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔ ختم گیارہویں شریف کی نیاز، شرینی کا کوئی دانہ زمین پر گر جاتا تو امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کسی کو کہے بغیر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ خود ہی جھک کر اپنے ہونٹوں سے اُس کو اٹھاتے اور لنگر شریف کھانے کے بعد دوست احباب کو کُلّی کرنے کی بجائے پانی پینے کا حکم فرماتے۔

مگر پھر ایک روز آپ سرکار حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت مبارکہ ہوئی دیکھا" آپ سرکار میرے گھر کے صحن میں کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے جلتے ہوئے کوئلوں پر تازہ تازہ دیگیں پکی پڑی ہیں، آپکے ہاتھ میں دیگ سے سالن نکالنے والا بڑا ساڈوا ہے، مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر کے نہایت محبت کے ساتھ لنگر شریف تقسیم کرنے کا طریقہ سمجھاتے ہوئے اُس ڈوئے کے ذریعے لنگر شریف تقسیم فرمارہے ہیں۔ بڑی بڑی داڑھیوں اور پگڑیوں والے لوگ میرے گھر کے صحن میں لنگر شریف لینے کے لیے قطار میں کھڑے ہیں، اُن لوگوں کے چہرے آج بھی مجھے یاد ہیں بلکہ ان میں سے بعض لوگ تو بعد میں مجھ سے بیعت بھی ہوئے"۔ جب اِس خواب کا ذکر میں نے اپنے پیر بھائی پیر طریقت سیّد ذوالفقار حسین یوسفی سے کیا تو آپ فرمانے لگے گیارھویں شریف کی محفل شروع کروادیں۔

اگرچہ اب بندۂ ناچیز نے ہر ماہ دن دسواں رات گیارہویں اِس محفل کا آغاز حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پر کر دیا مگر ادب کا عالم یہ تھا کہ بازار سے گوشت سبزی مصالحے خود خریدتا اور سامان خریدنے سے پہلے غسل کرتا، خوشبو لگاتا، درود شریف یا سورۃ فاتحہ کا وِرد کرتے ہوئے بازار جاتا، اگر جیب میں ختم گیارہویں شریف کا کوئی ہدیہ ہوتا تو واش روم میں قدم نہ رکھتا، بغیر وضو کبھی اُس ہدیہ یا سامان کو ہاتھ نہ لگاتا، عظمٰی اپنے ہاتھوں سے باوضو محفل کا لنگر شریف تیار کرتی، لوگ لنگر شریف کھاکر چلے جاتے تو میں اور میری اہلیہ اپنے ہاتھوں سے تمام برتن دھوتے، برتن دھونے سے قبل برتنوں کو کپڑے سے اچھی طرح صاف کیا جاتا تاکہ لنگر شریف کا کوئی ایک ذرّہ بھی کہیں پانی کے ساتھ گٹر میں نہ چلا جائے۔ دستر خوان دھیان سے اٹھایا جاتا کہیں کسی دانے پر پاؤں نہ آجائے۔ یہ تمام عمل بہت ہی توجہ طلب اور کچھ مشکل تھا، پاسِ ادب کی وجہ سے دھیان ہر وقت اسی جانب رہتا کہ کہیں کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔

ہفتے، مہینے اور سال گزرتے گئے محبت اور ادب کی اس کیفیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پھر اچانک اگست ۲۰۰۰ء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جسکی وجہ سے ۱۷ اگست ۲۰۰۰ء بدھ جمعرات کی درمیانی رات حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بندۂ ناچیز کو ایک بہت پیاری بشارت سے نوازتے ہیں۔ آپ سرکار کی اس بشارت کو بیان کرنے سے پہلے اُسکا کچھ سیاق وسباق بیان کرنا ضروری ہے۔

ہوا یوں کہ مولانا قاری محمد رمضان قادری صاحب کے ملنے والے سرگودھا کے ایک سیّد بزرگ جو سورۂ مزمل شریف کے زبردست عامل تھے انہوں نے علامہ محمد عثمان سیالوی صاحب کے ذریعہ قاری محمد رمضان صاحب کو

یہ پیغام بجھوایا کہ: "محسن صاحب کی روحانی منازل میں ترقی کی بجائے اِس وقت انقباض کا عالم ہے، اور یہ حالت اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک وہ سرگودھا میرے پاس خود چل کر تشریف نہ لائیں"۔ بندہ اُن کی بات سن کر حیران بھی تھا کیونکہ باباجی صاحب اور حضور غوث اعظم کے فیض و کرم سے ایسی کوئی بات محسوس نہ کی تھی، مگر پریشان بھی تھا کہ ہو سکتا ہے اُن بزرگوں کی نگاہ میں زیادہ وسعت ہو۔ لہٰذا قاری محمد رمضان قادری صاحب کے ساتھ سرگودھا جانے کا پروگرام بنالیا اور اُن سے کہا کہ کل یعنی بروز جمعرات ڈائیوو بس اسٹینڈ سے صبح کی دو ٹکٹیں خرید لیں۔

رات کا آخری پہر تھا ذہن پریشان تھا، اُس بزرگ کی بات بھی دماغ میں گھوم رہی تھی۔ سوچتے سوچتے آنکھ لگ گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ جس کمرے میں اپنے اوراد و وظائف پڑھتا ہوں وہاں بیٹھا ہوں، سامنے سے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ قبلہ پیر و مرشد باباجی صاحب حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ دونوں بزرگوں نے سفید کرتے، سفید تہمد، سفید پگڑیاں پہن رکھی ہیں، باباجی سرکار تو نہایت ادب سے سر جھکائے خاموش ہیں البتہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بندۂ ناچیز کو دیکھتے ہوئے فرمانے لگے؛

"جن کے سنبھالنے والے ہم ہوں اُن کو گھبرانے کی ضرورت نہیں"

اُن کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اندازاً چار پانچ منٹ آپ کی زیارت کرتا رہا پھر اچانک آنکھ کھل گئی غالباً رات دو یا تین کا وقت ہو گا۔ حضور غوث اعظم کی آواز اور اُسکی گونج میرے کانوں نے جو خواب میں سُنی تھی جاگنے کے بعد بھی میرے کان اُس آواز کی گونج کو سن رہے تھے اور یہ کیفیت بندۂ ناچیز پر تین سے چار دن تک قائم رہی۔ اِس زیارت کے بعد میں نے اُس عامل کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ اب آپ سرکار جناب سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جب خود اپنی زبان مبارک سے یہ فرما دیا تھا کہ "جن کے سنبھالنے والے ہم ہوں اُن کو گھبرانے کی ضرورت نہیں" تو اب سرگودھا اُن کے پاس جانا کہیں بے ادبی کے زمرہ میں نہ آ جائے، اِس لیے جب صبح صبح قاری محمد رمضان قادری صاحب کا فون آیا تو اُن کے ساتھ سرگودھا جانے سے معذرت کر لی۔ ویسے بھی آپ سرکار کا فرمان مبارک ہے؛

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ　　　عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِّلْتُ الْمَنَالِیْ

"اے میرے مرید! کسی سے نہ ڈر اللہ میرا پروردگار ہے۔ اس نے مجھے رفعت عطا کی جس سے میں نے مطلوبہ آرزوؤں کو پالیا"

یہاں ایک اور بات عرض کرتا چلوں ختم گیارہویں شریف کی نیاز کے ادب میں جو خوف (جس کا ذکر پیچھے گزرا) ذہن پر ہر وقت طاری رہتا تھا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بشارت کے بعد "جن کے سنبھالنے والے ہم ہوں اُن

کو گھبرانے کی ضرورت نہیں" اس سے نجات ملی، مگر ایسی خوبصورت بشارت کے بعد بھی بوجہ فطرت انسانی شدت سے ایک خیال دامن گیر رہنے لگا: "کیا معلوم بارگاہِ غوثیت مآب میں ماہانہ محفل گیارہویں قبول ہوتی بھی ہے یا نہیں"۔ تو اس ضمن میں چند ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے بندۂ ناچیز کے دل کو یقین اور تسلی کی سند حاصل ہوئی کہ یقیناً بزمِ شاہِ جیلاں کے نام سے ختم گیارہویں شریف کی جو محفل حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے وہ انکی بارگاہ میں قبول ہی قبول ہے۔ کیونکہ کچھ دوستوں بزرگوں نے حضور غوث اعظم اور حضور ﷺ کو بھی ماہانہ بزمِ شاہِ جیلاں میں بنفسِ نفیس موجود پایا۔

بزمِ شاہِ جیلاں

بزمِ شاہِ جیلاں والے ہال کی تعمیر کا آغاز بھی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامت اور بزرگی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کم و بیش سترہ اٹھارہ سال پہلے حضور غوث اعظم کے فرمان مبارک پر بندۂ ناچیز نے تن تنہا جس محفل کا آغاز کیا تھا وہ محفل آج الحمدللہ لوگوں کے ایک بڑے اجتماع میں تبدیل ہو چکی تھی۔ محفل گیارہویں شریف میں دن بہ دن لوگوں کا رش بڑھتا جا رہا تھا، حضور غوث اعظم کے فیض مبارک سے لوگ وافر حصہ پا رہے تھے، جو ایک مرتبہ محفل میں شرکت کرتا وہ اگلی مرتبہ اپنے ساتھ ایک دو دوستوں کو بھی لے کر آتا۔ لہٰذا روز بہ روز محفل میں لوگوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور جس ہال میں ہر ماہ محفل کا اہتمام ہوتا اس میں جگہ بھی تنگ پڑتی چلی گئی، یہاں تک کہ لوگ باہر سیڑھیوں، ٹیرس اور نیچے گیراج میں بیٹھنے لگے، بعض اوقات تو محفل کے انتظامات کو باہر سڑک پر بھی لے جانا پڑتا، چونکہ محفل میں ہر آنے والا حضور غوث اعظم کا ہی مہمان تھا اس لیے میرے لیے قابل عزت و احترام تھا مگر دل کو تکلیف بھی تھی کہ آدھے لوگ تو اندر بیٹھیں اور آدھے باہر، اکثر سوچتا رہتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز لاہور سے پانڈو کی محفل میلاد پر جاتے ہوئے محمد رفیق بھٹی بندۂ ناچیز سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمانے لگے: "حضور پیر طریقت محمد ندیم صاحب کا خیال ہے ابھی جس ہال میں گیارہویں شریف کا اہتمام ہوتا ہے اُسکے پیچھے کافی بڑا صحن ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم لوگ ہال کی پچھلی دیوار گرا کر صحن کو بھی ہال میں شامل کر لیں تا کہ ایک وسیع و عریض ہال تعمیر ہو جائے اور لوگوں کا محفل میں بیٹھنے کے لیے جگہ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے"۔ میں نے رفیق بھٹی سے پوچھا اس تمام کام پر اندازاً کتنا خرچ آئے گا؟ تو وہ کہنے لگے تقریباً چار پانچ لاکھ روپے میں سارا کام مکمل ہو جائے گا۔ میں نے دل میں سوچا اتنی رقم کا انتظام کہاں سے ہو گا؟ خیر ابھی اِنہی سوچوں میں گم تھا کہ ایک دن میری بیٹی ثوبیہ مجھ سے کہنے لگی بابا جان میں نے آج ایک خواب دیکھا کہ "ہمارے گھر کے ساتھ جو بڑا سا خالی پلاٹ ہے اُس میں میلاد کی محفل سجی ہوئی ہے، عتیق بھائی نعت پڑھ رہے ہیں سٹیج پر آپ اور حضور غوث اعظم شیخ

عبد القادر جیلانی تشریف فرما ہیں، جیسا لباس حضور غوث اعظم کا ہے ویسا ہی لباس آپ نے بھی پہن رکھا ہے اور آسمان سے نوٹ بارش کی طرح آپ دونوں کی گود میں گر رہے ہیں"۔ ثوبیہ کا یہ خواب تو بہت مبارک تھا مگر اُس وقت اس کی بعینہٖ اصل تعبیر سمجھ میں نہ آئی، لیکن بعد میں جب حقیقت کھلی تو سمجھ میں آیا کہ جیسا ثوبیہ کو دکھایا گیا تھا ویسا ہی ہوا دراصل یہ حضور غوث اعظم کا بندۂ ناچیز کو ثوبیہ کے ذریعے ایک پیغام تھا کہ ہال کی تعمیر کے لیے پریشان کیوں ہوتے ہو؟ تمام انتظام وہاں سے ہوگا جہاں سے تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔ خیر رفیق بھٹی صاحب کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا، لہٰذا چند دوستوں سے مشاورت [1] کے بعد موجودہ ہال کی پچھلی دیوار گرانے کی اجازت دے دی، دیوار گرانے کی دیر تھی کہ حضور غوث اعظم کے فیض مبارک سے دنیا نے جو منظر دیکھا وہ انفرادیت کا حامل تھا، نہ جانے کہاں کہاں سے غیبی امداد شاملِ حال ہونے لگی۔ ارادہ تو یہ تھا کہ صرف چار دیواری کھڑی کر کے پلستر کروا دیں گے، مگر لوگوں کی محبت دیکھ کر میں حیران تھا، کہیں تو سول انجینیئرز آکر نقشے بنا رہے تھے کہیں اکاونٹس کے ماہرین حساب و کتاب کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے کوئی ریت کی ٹرالی دے رہا تھا تو کوئی اینٹوں کی، کوئی سیمنٹ لا رہا تھا تو کوئی سریا بجری وغیرہ۔ خواتین نے اپنے سونے کے زیورات اِس ہال میں ہدیہ کر دیے، بڑے تو بڑے بچے بھی اس کارِ خیر میں کسی سے پیچھے نہ رہے میری بیٹی ثوبیہ نے اپنی سونے کی انگوٹھی مجھے دی تاکہ حضور غوث اعظم کی خدمت کے ضمن میں بزم شاہ جیلاں والے ہال میں اُسکا حصہ بھی شامل ہو جائے، بچے اپنا جیب خرچ جمع کر کے اُس ہال کی تعمیر میں ہدیہ ڈالتے۔ ایک عجیب منظر تھا کہ حضور غوث اعظم کے ظاہری زمانہ حیات کی یاد تمام دوست احباب کو بزم شاہ جیلاں کی صورت میں ایک ادنی سی جھلک دکھا کر تازہ دم کر گئی۔ جیسا کہ بغداد میں جب مدرسہ نظامیہ کی توسیع کے سلسلے میں تعمیر کا کام جاری تھا تو حضور غوث اعظم سے محبت اور عقیدت رکھنے والی ایک غریب بوڑھی ارادت مند عورت اپنے خاوند کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میرے خاوند کے ذمے میرا حق مہر واجب الادا ہے اگر تو یہ آپ کے مدرسے کی تعمیر میں حصہ لے اور آدھی رقم کے برابر مزدوری کرے تو باقی آدھی رقم میں اسے معاف کر دوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس عورت کے خاوند نے حضور غوث پاک کے مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لیا اور یوں اپنی بیوی کا حق مہر بھی ادا کیا اور تعمیر کے ضمن میں پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضری بھی لگوائی۔

---

[1] یہ بھی بتاتا چلوں کہ جولائی ۲۰۰۷ء میں بزم شاہ جیلاں کی ایک میٹنگ مدینہ منورہ مسجد نبوی شریف کے اندر بھی انعقاد پذیر ہوئی۔ جس میں ہال کی تعمیر کے حوالے سے بڑے اہم فیصلے کیے گئے۔ اِس میٹنگ میں مبشر ضیاء، عامر وحید، رفیق بھٹی، شیخ مسعود، طاہر شیخ، جہانگیر صاحب، حق نواز صاحب اور عتیق الرحمن شامل ہوئے۔

خیر ذکر بزم شاہ جیلاں ہال کی تعمیر کا ہو رہا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے نہایت قلیل عرصہ میں ایک عزیم الشان ہال تعمیر ہو چکا تھا، جس میں اٹلی کے فانوس، دبئی سے امپورٹ کی گئیں گرینائیٹ کی ٹائیلز، اخروٹ کی لکڑی کے دروازے جن میں لیڈڈ گلاس (leaded glass) کا ایرانی و ترکی طرز ثقافت کا کہکشاں رنگ بکھیرتا شیشے کا کام، امپورٹڈ سپلٹ ائیر کنڈیشنرز، سردی سے بچاؤ کے لیے سنگ مرمر کے ماڈرن سٹائل کی فائر پلیسز (انگیٹھیاں) سرخ راہداری قالین، دیواروں پر شمع دان، سلور پالش میں چاندی سا چمکتا کنسول، اندرونی دیواروں پر سرخ گٹکے کا پتھر، لنگر خانہ میں ارسٹن کی ہوم اپلائنسز، سٹیج کے لیے شاہی انداز کی کرسیاں، الغرض جب کام مکمل ہوا اور ۹ دسمبر ۲۰۰۷ء کو پہلی مرتبہ پورے ہال کو دھویا گیا تو دیکھنے والے حیرانی سے اس پر شکوہ عمارت کو دیکھتے رہ گئے۔ میں خود حیران تھا کہ کہاں چار لاکھ کا بجٹ ذہن میں رکھ کر عمارت کی تعمیر کا آغاز کیا گیا اور کہاں اس دور میں ستر اسی لاکھ روپے میں تعمیر کا مکمل ہونا۔ مگر ہال کی تعمیر کے دوران ایسے ایسے واقعات پیش آئے اور جب کڑی سے کڑی جوڑی تو پتہ چلا کہ واقعی اِس ہال کی تعمیر و توسیع بذات خود حضور غوث اعظم کی زیر نگرانی اور زیرِ انتظام پایہ تکمیل کو پہنچی۔

پیر طریقت حاجی عابد حسین صاحب فرماتے ہیں "بزم شاہِ جیلاں ہال کی تعمیر کے دوران دیگر دوستوں کی طرح کنسٹرکشن کے کام میں خدمت کی سعادت بندۂ ناچیز کے حصے بھی آئی۔ ۱۲ جون ۲۰۰۷ء شام کے وقت میں نے پیر طریقت مدثر کے ساتھ جا کر ایک دوکان پر سیمنٹ کی کچھ سلیبوں کا آرڈر دیا، دوکان پر آڈر دے کر میں تو گھر چلا گیا اور تھکاوٹ کی وجہ سے جاتے ساتھ سو گیا۔ صبح جب اُٹھا تو میری بیوی مجھے کہنے لگی کیا سلیبیں پہنچ چکی ہیں؟۔ میں نے حیرانی سے پوچھا کونسی سلیبیں؟ (کیونکہ میں نے سلیبوں کا ذکر قطعاً اپنی بیوی سے نہیں کیا تھا) اُس نے بتایا ہال مبارک بزم شاہِ جیلاں میں جو استعمال ہونی ہیں۔ میں نے مزید حیرانی سے پوچھا تمہیں کیسے معلوم کہ میں نے کل رات کسی دوکان پر ہال کے لیے سلیبوں کا آڈر دیا تھا جو صبح ۹ بجے اس دوکاندار نے پہنچانے کا وعدہ بھی کیا تھا؟۔ وہ کہنے لگی "رات خواب میں مجھے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور اُنکی زوجہ محترمہ کی زیارت ہوئی آپ اسی زیر تعمیر ہال کے سٹیج پر تشریف فرما تھے مجھے فرمانے لگے "جو سلیبیں ہم نے بھجوائی تھیں وہ مل گئی ہیں اچھا اب ۹ بج چکے کام شروع ہونے والا ہے ہم چلتے ہیں کیونکہ ہال کا کام ہمیں اپنی زیر نگرانی دیکھنا ہے"۔

ایسے ہی سیّد مستجاب علی شاہ صاحب فرماتے ہیں "ابھی بزم شاہ جیلاں ہال کی تعمیر جاری تھی، کافی عرصہ بعد ایک رات میں آستانہ عالیہ شریف سلام کے لیے حاضر ہوا اور رات وہیں قیام کیا، سویا تو خواب میں دیکھا کہ ہال مبارک کے سٹیج کے اوپر "شیخ عبد القادر جیلانی" جلی حروف میں نہایت چمکدار لکھا ہوا ہے۔ صبح اٹھ کر شاہ صاحب نے اپنا یہ خواب دوستوں کو بتایا کہ اِس اِس طرح سٹیج کے اوپر جو جگہ ہے اگر وہاں حضور غوث پاک کا نام مبارک لکھوایا جائے تو وہ بہت خوبصورت لگے گا۔ دوستوں نے شاہ صاحب کو بتایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس جگہ تو پہلے ہی سے حضرت

صاحب نے حضور غوث پاک کا نام مبارک جلی حروف سے "یَاسَیِّدِیْ سُلْطَان مُحْیُ الدِّیْنْ شیخ عَبْدُالْقَادِرْ جِیْلَانِیْ شَیْئًالِلّٰہِ" لکھوانے کا فرمادیا ہے؟۔ شاہ صاحب کا جواب واقعی حیران کن تھا کہنے لگے خدا شاہد ہے مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں حضور غوث پاک سرکار کا نام مبارک لکھوانے کا حضرت صاحب پہلے سے ہی فرماچکے ہیں۔ میرا تو کافی عرصہ بعد آستانہ عالیہ آناہوا تو رات خواب میں حضور غوث پاک کا نام مبارک لکھا دیکھا تو سوچا سب کو بتاتا ہوں کہ سٹیج کے اوپر حضور غوث اعظم کا نام مبارک لکھا جانا چاہیے بہت خوبصورت لگے گا، مگر کیا معلوم تھا کہ حضرت صاحب تو پہلے ہی اِسکا حکم فرماچکے ہیں۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بزمِ شاہِ جیلاں میں تشریف آوری

دس محرم ۲۱ جنوری ۲۰۰۸ء ماہانہ ختم گیارہویں شریف میں بندۂ ناچیز حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دادا اور نانا جان یعنی حسنین کریمین کے مناقب بیان کر رہا تھا۔ عجیب روحانی انوار و تجلیات کی بارش تھی۔ تمام مجلس اُن مناقب کو سننے میں اس قدر محو تھی کہ ایک استغراق کا عالم تھا۔ اس دوران بندۂ ناچیز کے بڑے بیٹے احمد محسن کو اونگھ آگئی، بحالت مراقبہ وہ کیا دیکھتا ہے کہ محفل گیارہویں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احمد کے سر پر بان سے بنی ٹوپی پر اپنے دست مبارک سے سبز رنگ کی پگڑی باندھ رہے ہیں اور احمد کے ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے قدمین شریفین پر ہیں۔ ایک بزرگ محمد طارق ولد محمد طفیل نے بھی اِسی ماہانہ گیارہویں شریف میں کھلی آنکھوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی، نیز سیّد حسن ولد سیّد سلیم شاہ اور عدنان ولد احسان الحق نے بھی بحالت مراقبہ بزم شاہ جیلاں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجود پایا۔ غلام مصطفیٰ ولد ملک سَید محمد فرماتے ہیں کہ میں بڑی محفل گیارہویں شریف (سالانہ بزمِ شاہِ جیلاں جو ۱۰ ربیع الثانی بمطابق ۷، اپریل ۲۰۰۹ء کو انعقاد پذیر تھی) میں حاضر تھا اور آپ کا خطاب سن رہا تھا کہ اچانک میری آنکھ لگ گئی اور دیکھا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی محفل میں تشریف فرماہیں اور اپنے فضائل و مناقب سماعت فرماتے ہوئے مجھے فرمانے لگے کہ؛

"اپنے پیرو مرشد کو میرا پیغام دینا کہ اُن کا بیان اور منقبت ہمیں پسند آئی"

مگر محفل میں لوگوں کے اژدہام اور گھبراہٹ کی وجہ سے میں یہ پیغام آپ کو نہ دے سکا، رات چونکہ بہت گزر چکی تھی، گھر جاکر سو گیا جیسے ہی آنکھ بند ہوئی دل کی آنکھیں جاگ پڑیں اور خواب میں دوبارہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوا، اس مرتبہ آپ جلال کی کیفیت میں فرمانے لگے؛"میں نے تمہیں کہا تھا اپنے پیرو مرشد کو میرا پیغام دینا، لیکن تم نے اُن کو میرا پیغام نہیں دیا۔" آنکھ کھلی تو دل بہت گھبرایا اور

حاضر ہو کر آپ کو تمام معاملہ سے آگاہ کیا۔ اسی طرح بندۂ ناچیز کو ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت مبارکہ ہوئی جس میں آپ بزمِ شاہِ جیلاں محفل گیارہویں شریف کے سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔ ایسے کم و بیش درجنوں واقعات ہیں جو راقم الحروف کے ذاتی مشاہدات اور مختلف نیک سیرت دوستوں اور بزرگوں کی شہادتوں پر مبنی ہیں، اگر ان واقعات کو بیان کرنا شروع کر دوں تو موضوع بہت طویل ہو جائے گا۔

خود حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محافل و مجالس میں جن و انس، ملائکہ، رجال الغیب تو ایک طرف انبیاء، اولیاء اور صحابہ کرام کا تشریف لانا بھی ثابت ہے۔ سند اور برکت کے طور پر ایک واقعہ حضور غوث اعظم کی ظاہری حیات اور ایک آپ کی حیات بعد از وصال سے بیان کرتا چلوں مثلاً: "ایک روز حضور غوث پاک خطاب فرما رہے تھے اور شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے منبر کے پاس بیٹھے بیٹھے نیند آگئی، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل مجلس سے فرمایا خاموش ہو جاؤ، آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور شیخ علی بن ہیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو کر ان کو دیکھتے رہے۔ جب شیخ علی بن ہیتی خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ "آپ نے خواب میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں" آپ نے فرمایا: میں اِسی لیے باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا نصیحت فرمائی؟ تو کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت اقدس میں حاضری کو لازم کر لوں۔" بعد ازاں لوگوں نے شیخ علی بن ہیتی سے دریافت کیا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان مبارک کا کیا مطلب تھا کہ "میں اسی لیے باادب کھڑا ہو گیا تھا" تو شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں جو کچھ خواب میں دیکھ رہا تھا آپ اس کو بیداری میں دیکھ رہے تھے۔" معلوم ہوا کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے ظاہری زمانہ حیات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی مجلس میں تشریف لاتے تھے۔

حضرت علی، حضرت اویس قرنی، خواجہ بہاؤالدین اور خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہم کی محفل گیارہویں میں تشریف آوری۔ (کلمات طیبات شاہ ولی اللہ، بحوالہ: برکاتِ گیارہویں شریف از شیخ القرآن فیض احمد اویسی)

"حکیم الامت حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات مرزا مظہر جانِ جاناں سے ایک مکتوب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میں نے خواب میں ایک چبوترہ دیکھا جس میں بہت سے اولیاء اللہ حلقہ باندھ کر مراقبہ میں بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغناء ما سوا اللہ اور کیفیات فنا آپس میں جلوہ نما ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ

سیّدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال شخصیت بھی ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت و عظمت کے ساتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لیا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہ خیر التابعین حضرت اُویس قرنی ہیں پھر ایک حجرہ ظاہر ہوا جو نہایت ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی یہ تمام بزرگ اُس میں داخل ہو گئے، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ایک شخص نے کہا "یہ سب آج حضور غوث الثقلین کے عرس کی تقریبات میں شمولیت کے لیے تشریف لائے ہیں۔"

وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث　　ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں

بارگاہِ غوثیت سے درود شریف کی اجازت

تاجدارِ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بزمِ شاہِ جیلاں میں تشریف آوری کے واقعات سے دل کی تشنگی تو دور ہوتی چلی گئی جسکا ذکر پچھلے صفحات پر اِن الفاظ سے گزرا: "کیا معلوم بارگاہ غوثیت مآب میں ماہانہ محفل گیارہویں قبول ہوتی بھی ہے یا نہیں"۔ آپ سرکار کی شفقت اور محبت نے دل کو نہ صرف تسلی دی بلکہ یقین کی نعمت سے نوازتے ہوئے یہ سمجھایا صرف قبولیت کی کیا بات کرتے ہو! ہم تو وہاں خود موجود ہوتے ہیں اور محفل تو پہلے دن سے ہماری زیر سرپرستی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، ہاں بلکہ ایک بات اور سنو، اس پروگرام کو کچھ اس طریقے سے ترتیب دو کہ:۔

"ہماری بارگاہ میں آنے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو"

مکمل واقعہ بیان کرنے سے پہلے میں اس کا کچھ سیاق وسباق بیان کر دوں کہ ابتدا میں محفل کا پروگرام کچھ اِس ترتیب سے ہوتا کہ نماز مغرب کے بعد تلاوت قرآن کریم سے محفل کی ابتدا ہوتی، بعد از تلاوت سرورِ کونین تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت نعت شریف کی صورت پیش کیا جاتا۔ پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں مختلف موضوعات خصوصاً شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اولیاء اللہ کے فضائل و مناقب اُنکی بزرگی، روحانیت وطریقت کے دقیق مسائل پر گفتگو ہوتی، ذکر اسم ذات، مراقبہ کی نشست، صلاۃ وسلام، ختم شریف اور دعا کے بعد سنت طریقہ پر ہاتھ دھلا کر دستر خوان بچھا کر لنگر شریف کھلایا جاتا۔ مگر ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء خواب میں حضور غوث اعظم بندۂ ناچیز کو فرماتے ہیں: "ہماری بارگاہ میں آنے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو" تب سے آپ سرکار کے حکم کے مطابق محفل کے پروگرام میں تبدیلی کر دی گئی اور ایک کرسٹل کی بوتل میں لکڑی کی تسبیح کے پانچ ہزار دانے رکھ دیئے گئے جو آغازِ محفل میں تمام دوستوں کے سامنے درود شریف پڑھنے کی خاطر

بکھیر دیئے جاتے۔ رہی بات کہ اُس وقت محفل میں دوستوں کی کثرت سے پانچ دس منٹ میں کم و بیش سوا لاکھ مرتبہ بھی درود شریف پڑھا جاسکتا تھاتو پھر صرف پانچ ہزار مرتبہ ہی کیوں پڑھا جاتا؟ اصل بات یہ ہے کہ بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے جو حروف یا اعداد ہوں فتح اور برکت اُسی میں ہوتی ہے کیونکہ جو تالا پانچ دندانے والی چابی سے کھلتا ہو اگر اس میں اپنی مرضی سے چھ دندانے والی چابی ڈال دیں تو وہ کبھی نہیں کھلے گا، بلکہ بعض اوقات چابی کو تالے میں فقط داخل ہونے کے لیے بھی مقررہ دندانے ہی کام آتے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن رسول نُما کا واقعہ "تربیتُ العشاق" میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب اُنکے مرید تھے جو کہ سخت غربت میں زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی بیوی ان کو سخت سست کہتی رہتی اور اُن سے بار بار کہتی کہ جاؤ اپنے پیرومرشد سے کچھ پڑھنے کے لیے پوچھو۔ جب مولوی صاحب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا تم کیوں اپنی بیوی سے مجھے برا بھلا کہلواتے ہو، رات کے پچھلے پہر "یَابَابُ" کا وظیفہ پڑھا کرو۔ اب وہ تو تھے مولوی، اپنے علم کے بل بوتے پر دل میں سوچنے لگے حضرت نے "یَابَابُ" غلبہ حال میں کہہ دیا ہو گا۔ وہ "یَاوَھَّابُ" کہنا چاہتے ہوں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب "یَابَابُ" کی بجائے "یَاوَھَّابُ" پڑھنے لگے۔ جب بیس ۲۰ دن وظیفہ پڑھنے کے بعد بھی کچھ اثر نہ ہوا تو بیوی نے پھر چلانا شروع کر دیا۔ چنانچہ مولوی صاحب دوبارہ سے اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں دیکھتے ہی حضرت خواجہ حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؛ تمہاری بیوی خواہ مخواہ مجھے برا بھلا کہتی ہے حالانکہ قصور تو خود تمہارا اپنا ہے۔ تم تو "یَاوَھَّابُ" پڑھتے رہے جبکہ ہم نے تمہیں "یَابَابُ" پڑھنے کو کہا تھا۔ جاؤ اب "یابویا" پڑھو اور اب کے بار علمیت بکھیری تو ڈنڈا مار کے تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔

مولوی صاحب رات کو چار بجے اٹھے اور سوچ میں پڑ گئے۔ کافی دیر اپنے "علم کی ہاں اور نا" کی کشمکش میں رہے۔ آخر انہوں نے "یابویا" پڑھنا شروع کر دیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ بادشاہ کے آدمی نے دروازے پر دستک دی اور کہا "بادشاہ سلامت نے تمہیں یاد فرمایا ہے" یہ سن کر وہ اور بھی ڈر گئے کیونکہ بادشاہ کا دستور تھا کہ جس کسی کو قتل کرنا مطلوب ہو تا رات کو بلوا کر چپکے سے قتل کرا دیتا تا کہ لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اب وہ بیوی بچوں سے رخصت ہوئے، گھر میں کہرام مچ گیا سب رو رہے تھے۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس نے روشنی میں دیکھ کر کہا؛ "ہاں یہی ہیں جاؤ انہیں غسل کراؤ اور اچھے کپڑے پہنا کر ہمارے سامنے لے آؤ"۔ اب مولوی صاحب نہا دھو کر زرق برق لباس پہنے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوئے، مگر شش و پنج میں تھے کہ جانے کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ لیکن اُنکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب بادشاہ نے یہ کہا؛ آج سے آپ ہمارے شہزادہ کے اتالیق ہیں، اتنی جاگیر اتنے گھوڑے اور اتنے ہاتھی آپ کی نذر ہیں اب آپ یہیں رہیں گے۔ جب ملکہ کو معلوم ہوا تو اس نے بھی پچاس ہزار اشرفیاں ان کے پاس بجھوا کر کہلوا بھیجا یہ معاملہ اچانک ہوا ہے اس لیے فی الحال اسے قبول فرمالیں، اس کے بعد

بادشاہ نے مولوی صاحب سے دریافت کیا یہ حضرت حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کون بزرگ ہیں، کہاں رہتے ہیں؟ تا کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکوں، تعجب ہے کہ میری مملکت میں رہتے ہیں اور مجھے علم نہیں، مجھے رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب کو اپنے لڑکے کا استاد مقرر کر دو کیونکہ ہم حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں ٹال سکتے۔ قصہ تو لمبا ہے مگر مختصر یہ کہ حضرت خواجہ حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی صاحب کو یہ بتایا کہ جب تم اس شش و پنج میں تھے کہ "یا بویا" پڑھوں یا نہ پڑھوں اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کیفیت دیکھ کر تبسّم فرما رہے تھے، میں نے آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش دیکھ کر موقعہ غنیمت جانا اور عرض کیا حضور بادشاہ کو حکم فرمائیں کہ اِس کو اپنے بیٹے کا استاد مقرر کر لے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کو خواب میں یہ حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے بیٹے کا استاد مقرر کر لو چنانچہ معلوم ہوا کہ اولیا اللہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جو بھی حروف یا اعداد ہوں فتح کا دروازہ اُسی سے کھلتا ہے۔

اللہ والوں کی زبان سے جو بھی الفاظ ادا ہو جائیں مالک ارض و سماء ان کی لاج رکھتا ہے اور فتح و کامیابی کو اِن کلمات سے جوڑ دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ فقط علومِ ظاہری تک دسترس رکھنے والے علما و مفتیان کے نزدیک ان الفاظ کا قواعد و گرائمر سے کوئی واسطہ نہ ہو مگر اللہ کے محبوب بندوں کی زبان سے جو کلمہ ادا ہو جائے وہی "اسم اعظم" ہے۔ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ علیہ کی بار گاہ میں تین فقہاء آپ کی زیارت کی نیت سے آئے۔ اور آپ کی امامت میں نماز ادا کرتے ہوئے آپکی قرآت کو اپنے معیار کے مطابق نہ پا کر کچھ بد ظن ہو گئے۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ اولیاء کی بار گاہ میں صرف زبان ہی نہیں دل کو بھی قابو میں رکھنا چاہیے، خیر جب وہ تینوں رات کو سوئے تو تینوں کے تینوں فقہاء کو احتلام ہو گیا۔ جب قریب ہی ایک نہر میں غسل کی نیت سے اپنے کپڑے اتار کر داخل ہوئے تو ایک شیر اُن کے کپڑوں پر آ کر بیٹھ گیا۔ خوف اور سردی کی شدت سے جب تینوں کو اپنی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہوا تب اُن حضرات کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اپنے دلوں میں ندامت محسوس کر کے توبہ کی تو شیر نے کپڑے چھوڑ دیئے۔ جب کپڑے پہن کر شیخ بقا بن بطو کی خانقاہ میں واپس آئے تو اسی شیر کو حضرت کی خانقاہ میں حضرت کے قدموں میں لوٹتے دیکھا، حضرت شیخ اُس شیر کو اپنی آستین سے مارتے ہوئے فرمانے لگے؛ تُو نے ہمارے مہمانوں سے کیوں تعرّض کیا؟ گو انہیں ہماری ذات سے بد ظنی تھی اور جب وہ شیر چلا گیا تو آپ نے ان فقہا سے فرمایا "تم لوگ زبان کی اصلاح کرتے ہو ہم دلوں کی اصلاح کرتے ہیں"۔

اللہ تبارک و تعالی اہل محبت و اہل دل کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو ایسی قبولیت بخشتا ہے کہ بعض اوقات نظامِ کائنات میں بھی اُس وقت تک پیش رفت نہیں ہو سکتی جب تک ان اللہ والوں کے الفاظ دہرا نہ لیے جائیں۔ مؤذّن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان میں تلفظ "ش" کی بجائے "س" پڑھتے تھے، اور منافقین زبان طعن

کھولتے، لہٰذا صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کسی اور کو مقرر فرمادیں۔ سو جب کسی اور صحابی نے اذان پڑھی حضرت جبرائیل علیہ السلام شریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ فرماتا ہے اگر بلال نے اذان نہ دی تو قیامت تک سورج نہ نکالوں گا۔

راقم الحروف کی ملاقات ایک سیّد پیر صاحب سے ہوئی جن کے پیر و مرشد نے انہیں کسی روحانی منزل کے حصول کی خاطر غالباً گیارہ مرتبہ سورۃ یٰسین شریف کا وظیفہ روزانہ پڑھنے کو بخشا تھا۔ ان پیر صاحب نے اپنی مرضی سے سورۃ یٰسین کو چالیس مرتبہ یا شاید اس سے بھی زیادہ روزانہ پڑھنا شروع کیا مگر معاملات حل ہونے کی بجائے بگڑنے لگے۔ جب اُن کی ایک صاحب حال بزرگ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا جاؤ اور وہی گیارہ کے عدد میں سورہ یٰسین کا عمل پڑھو جو تمہارے پیر و مرشد نے تمہیں بخشا تھا معاملات تبھی کھلیں گے۔ اب جب انہوں نے رجوع کیا اور گیارہ مرتبہ پڑھنا شروع کیا تو چند ہی دنوں میں کامیاب ہوئے۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے "ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریا دجلہ پر تشریف لائے اور "یااللہ" کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص آیا، اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اُس وقت موجود نہ تھی جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی میں کس طرح آؤں؟ فرمایا؛ یا جنید! یا جنید! کہتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے چلتے چلے آؤ۔ اُس نے آپ کے فرمان کے مطابق کیا اور یا جنید! یا جنید! کا وِرد کرتے ہوئے آپ ہی کی طرح دریا کے پانی پر چلنے لگا، جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو "یااللہ" کا ورد کر رہے ہیں اور تجھ سے "یاجنید" کہلوا رہے ہیں۔ تو بھی "یا جنید" کی بجائے "یااللہ" کا ورد کر۔ اُس نے "یااللہ" کا ورد شروع کیا تو ساتھ ہی غوطہ کھایا اور ڈوبنے لگا۔ پکارا حضرت میں ڈوب رہا ہوں مجھے بچالیں! فرمایا پھر سے وہی ورد کر، یا جنید! یا جنید!۔ وہ پھر اُسی ورد سے پانی پر چلنے لگا اور ڈوبنے سے بچ کر کنارے پر پہنچا۔ عرض کی حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ "اللہ" کہیں تو پار ہوں اور میں "اللہ" کہوں تو غوطہ کھاؤں؟ فرمایا ارے نادان! ابھی تو 'جنید' تک تو پہنچا نہیں 'اللہ' تک رسائی کی ہوس ہے۔

پس ثابت ہوا کہ برکت اور فیض اُسی اسم یا عدد میں ہے جو بزرگوں کی زبان سے جاری ہو، چنانچہ محفل شروع کرنے سے پہلے شماروں پر "صرف پانچ ہزار مرتبہ" ہی درود شریف پڑھنے کا آغاز کر دیا گیا۔ اسی خواب میں آپ مجھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات بھی دِکھاتے ہیں۔ پھر آپ سرکار مجھے ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں بڑے بڑے پرندے حنوط کیے گئے تھے، حضور غوث اعظم اُن پرندوں کی طرف اشارہ کر کے مجھے فرمانے لگے؛ "یہ وہ سرکش اور شیطان جنّات ہیں جن کو ہم نے اپنی زندگی میں قید کیا تھا"۔ ان سب پرندوں (جنّات) کے چہرے مہرے، خدوخال نمایاں تھے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے انسان مادام تساؤ کے میوزیم میں آگیا ہو جیسے ابھی

کوئی مومی مجسمہ آپ سے باتیں شروع کر دے گا۔یا پھریوں دہشت محسوس ہوتی جیسے چینی تہذیب کی ٹیرا کوٹا آرمی (Terracotta Warriors) کھڑی ہے۔ ٹیرا کوٹا آرمی پرانی چینی روایات کے مطابق پتھر کے ہزاروں فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر تھا جسے نہایت کاریگری سے تراشا گیا ہوتا اور وہ اسقدر اصل محسوس ہوتا جیسے کہ شاید ابھی حرکت شروع کر دے گا۔ خواب میں دل ہی دل میں سوچتا ہوں اِن جنّات کو قید ہوئے تقریباً ہزار سال ہو گئے اگر ان پر فُلاں فُلاں عمل فلاں فلاں طریقے سے پڑھا جائے تو یہ آزاد ہو سکتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ میرے دل کی بات پر آگاہی فرماتے ہوئے مجھے فرمانے لگے " ہر گز نہیں ہماری مرضی کے بغیر کوئی انہیں آزاد نہیں کر سکتا" بندۂ ناچیز آپ کا فرمان سن کر ادب سے سر نیچے کر لیتا ہے۔"لہٰذا، ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء کا یہ دن بندہ کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ وہ مبارک دن تھا جس دن بندۂ ناچیز کو بلاواسطہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے درود پاک کی اجازت حاصل ہوئی۔ اہل طریقت اجازت کی اہمیت وافادیت سے بخوبی واقف ہیں کہ خود رَو پودا پتے اور کانٹے تو لاتا ہے پھل اور پھول نہیں۔ اجازت کی اہمیت پر تفصیل بندہ کی کتاب مجرباتِ محسن کے صفحہ ۷۵،۷۶ پر دیکھیں۔ ویسے بھی درود شریف سے حضور غوث پاک سرکار رضی اللہ عنہ کی محبت کا اندازہ آپ سرکار کے اِس شعر سے بھی لگایا جاسکتا ہے؛

چوں ذرہ ذرہ شود ایں تنم بہ خاک لحد تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم

"قبر میں میرے جسم کا اگر ریزہ ریزہ ہو جائے تب بھی آپ میرے جسم کے تمام ذروں سے درود و سلام کی آواز سنیں گے"

سو جس دن سے آپ سرکار شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں درود شریف کی اجازت فرمائی "ہماری بارگاہ میں آنے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو" اُس دن سے نہ صرف محفل گیارہویں شریف کے آغاز پر پانچ ہزار مرتبہ درود شریف شروع کیا گیا بلکہ ازروئے حفظ ماتقدم حضور غوث اعظم کی محبت اور ادب کی وجہ سے بندۂ ناچیز نے بھی بذات خود حتی الوسع یہ کوشش کی کہ بلاناغہ درود خضری کی پانچ تسبیحات کے ساتھ ساتھ صلوٰۃ ذاتیہ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ" بھی پانچ ہزار مرتبہ پڑھا جائے اور شاید بلکہ یقیناً حضور غوث اعظم کے فرمان کے مطابق عمل کرنے کی ہی یہ برکت تھی کہ ۲۱ مارچ ۲۰۱۰ء بندۂ ناچیز کو یہی درود پاک پانچ ہزار مرتبہ پڑھتے ہوئے کھلی آنکھوں سے حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔

پانچوں کی پانچوں تعبیریں: چنانچہ مختلف جہتوں سے اِس خواب کی پانچ تعبیریں بندۂ ناچیز کے ذہن میں القاء کی گئیں جو کہ پانچوں کی پانچوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مِن وعَن پوری ہوئیں ◈ اوّل تو یہ کہ صرف محفل گیارہویں شریف شروع کرنے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا جارہا ہے، تو الحمد للہ اُسی ماہ سے اس پر عمل شروع کر دیا اور ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ محفل کے آغاز میں پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا جانے

لگا۔ ◈ دوئم یہ کہ کہیں اس میں بندۂ ناچیز کو خود سے روزانہ پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم نہ ہو۔ الحمدللہ چونکہ بندہ کا کوئی ایک دن بھی آپ کے ذکر، خیال، تصور سے خالی نہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا جب آپ کے احسانات کا ذکر کر کے بندہ سکونِ قلبی حاصل نہ کرتا ہو، کوئی رات نہیں جاتی جب دل میں آپ کی یادوں کی محفل نہ سجتی ہو۔ اس لیے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے اسی حاضری کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ہماری بارگاہ میں آنے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو" ◈ تیسری تعبیر یہ کہ بغداد شریف حاضری نصیب ہوگی اور جب حاضری نصیب ہو تو جتنے دن بغداد میں قیام ہو بلاناغہ ہمارے دربار عالی مقام پر حاضر ہونے سے پہلے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر حاضر ہونا، لہٰذا جب ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بندۂ ناچیز کو بغداد شریف کی حاضری نصیب ہوئی تو بلاناغہ پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر ہوٹل سے نکلتا اور باب الشیخ میں حاضر ہوتا۔ ◈ چوتھی تعبیر ذہن میں یہ آئی کہ تم کھلی آنکھوں اگر ہمارا دیدار چاہتے ہو تو پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر دیدار کر لینا۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات پر گزرا کہ آپ نے بندہ کو اپنی حاضر و ناظر زیارت سے مشرف فرمایا۔ ◈ پانچویں تعبیر ذہن میں یہ تھی کہ جب بھی ہماری مجلس میں حاضری کا جی چاہے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا کھلی آنکھوں کے ساتھ ساتھ مراقبہ میں بھی روحانی حاضری نصیب ہوگی۔ (اُسکا ذکر اِن شاء اللہ آگے آئے گا)۔

محفل گیارہویں شریف کی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت

اگرچہ یہ محفل حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حکم پر شروع کی گئی تھی اور اب اس میں آپ ہی کے حکم پر ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء سے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف کا آغاز بھی کر دیا گیا تھا، شاید یہ اِسی درود شریف ہی کی برکت تھی کہ اس محفل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بھی پسندیدگی اور شرف قبولیت کی سند بھی عطا ہوئی۔ ۲۰۰۹ء کی بات ہے ایک دوست ارشد محسنی نے بڑا مبارک خواب دیکھا جو اُنہی کے لفظوں میں لکھا جاتا ہے؛ "خواب دیکھتا ہوں میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں مگر اچانک کرسی سے گر گیا ہوں، ایک بزرگ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھا دیا، میں عرض کرتا ہوں آپ کون ہیں؟ فرمایا کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں اِس اُمت کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں، پھر فرمایا؛ "تم (اپنے پیر و مرشد کے آستانے پر ہونے والی) محفل گیارہویں شریف میں کیا کرتے ہو؟" اور خواب ختم ہو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد میرے دل میں یہ خیال شدت اختیار کر گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے آستانہ محسنیہ پر ہونے والی محفل گیارہویں شریف میں خدمت کا حکم فرما رہے ہیں۔ چونکہ مختلف پیر بھائی بزم شاہ جیلاں میں کچھ نہ کچھ ہدیہ لنگر شریف میں ڈالتے ہیں تو میں نے بھی اسی ماہ سے محفل کے لنگر شریف میں ہدیہ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ جب ارشد نے اپنا یہ خواب سنایا تو میرے دل کو ایک عجیب سا اطمینان اور سکون ملا کیونکہ جہاں تاجدار ولایت شہنشاہ اولیاء نے اس محفل کو قبولیت عطا فرمائی تھی اب روح کن فکاں، سیّد الانبیاء وجہ موجودات

حضرت محمد مصطفٰی ﷺ نے بھی اس محفل کو قبولیت کی بشارت عطا فرما دی تھی کہ الحمد للہ یہ محفل اب آپ ﷺ کی بھی خصوصی توجہ اور نظر میں ہے۔

جو اِن کو پسند وہ مجھے بھی پسند

۳۰مارچ ۱۹۹۷ء بروز اتوار خالہ کی بیٹی کے عشق میں گرفتار، اُنیس (۱۹) سالہ خوبصورت دُبلا پتلا، کلین شیو فسٹ ائیر کا طالبعلم محمد عتیق الرحمن نامی نوجوان بندۂ ناچیز کے غریب خانے پر حاضر، اِس بات سے بے خبر کہ اب عشق مجازی چھوڑ کر عشق حقیقی کے قلزمِ محبت میں غوطہ لگانے جارہا ہوں۔ جیسا کہ مرد ابریشم میں بانو قدسیہ نے کہا تھا" کچھ فقیر جوانی میں عشق مجازی کی ٹھوکر کھا کر ایسے دل برداشتہ ہوتے ہیں کہ پھر انہیں ساری دنیا ٹھکرا کر ایک اللہ کی ذات کا تکیہ رہ جاتا ہے۔ مخلوق ان کی تلاش میں بالکل ویسے رہتی ہے جیسے یہ کبھی اپنے مجازی محبوب کے دیدار کے لیے دیوانہ وار پھرتے تھے۔ یہ محبت کا ایک گرڈ اسٹیشن بن جاتے ہیں جس سے کئی علاقے، کئی بستیاں روشن ہوتی ہیں۔ ان کی باتوں سے راضی برضا رہنے کی خوشبو آتی ہے ان کے چلنے پھرنے میں عاجزی عبادت میں اللہ سے وصل کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ خلق سے چھپ کر بسر کرنا چاہتے ہیں مگر لوگ انہیں ڈھونڈ نکالتے ہیں"۔

خیر! حضرت چلے تھے کسی نازنین آزاد حسینہ کو اپنی زنجیر محبت میں قید کرنے، وہ تو آزاد پنچھی ان کی محبت کے پنجرے میں نہ قید ہونا تھا نہ ہو سکا۔ مگر آپ جناب کو قید کروا دیا وہ بھی کسی زلفوں والی نازنینہ کے نہیں بلکہ داڑھی والے بابے کی محبت کے پنجرے میں۔ ظاہر ہے جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا کے مصداق یہ حضرت خود ہی بیعت کی زنجیر سے قید ہو بیٹھے۔ مختصراً یہ کہ قادر مطلق جس کو قبول فرمائے۔ کچھ ہی دنوں میں دنیا نے یہ منظر دیکھا بیس سالہ عتیق اب اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا چہرہ سنت رسول، سر پگڑی اور جسم سفید لباس سے سج چکا تھا۔ راتیں درود شریف، اوراد و وظائف تہجد پڑھتے گزرتیں تو دن پُر سوز آواز میں سامعین کے دل و دماغ کو معطر اور آنکھوں کو پر نم کرتے نعت شریف پڑھتے گزرتے، بلبل لاہور کا خطاب بھی حاصل کیا لوگ اپنی محافل اور جلسوں میں نعت شریف کی فرمائش کرتے۔ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی حضور داتا گنج بخش تو کبھی حضور غوث اعظم اپنی زیارت سے نوازتے۔

بات چونکہ حضور غوث اعظم کے احسانات کی چل رہی تھی اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ حضور غوث اعظم بندۂ ناچیز کو عتیق کے ذریعے ایک اور بشارت عطا فرماتے ہیں جسکا ذکر عتیق ہی کی زبان میں لکھ رہا ہوں؛ ۱۷ اپریل ۲۰۰۷ء بروز بدھ، میں خواب میں خود کو قبلہ پیرومرشد کے دائیں جانب کھڑا دیکھتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک قلم اور رجسٹر ہے جس میں آپ کے فرمودات لکھ رہا ہوں۔ اتنے میں سامنے سے حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی تشریف لاتے ہیں اور آپ قبلہ پیرومرشد کو دیکھتے ہوئے مجھے فرماتے ہیں؛"جو اِن کو پسند وہ مجھے بھی

پسند".................. آہ! کہاں بادشاہ کی چوکھٹ پر بیٹھنے والا ایک کتا اور کہاں دربار میں تخت پر بیٹھا بادشاہ۔ کہاں انتہا کی گہرائی اور نہ ختم ہونے والی وسعتوں کا سمندر اور کہاں مجھ جیسا ایک حقیر قطرہ۔ تڑپتے پھڑکتے دل کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا شعر یاد آیا؛ تجھ سے در، در سے سگ، اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت

میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

کچھ بڑی بات نہیں کہ دریا نہریں نالیاں قطرے تو سمندر کی طرف کشش رکھتے ہی ہیں مگر بات تو تب ہے کہ قطرے کو خود سمندر گلے لگالے۔ بابا جی صاحب فرماتے ہیں؛

قطرہ جے جاوے بحر وَل ایہہ وی تے ہے کمال

پر تاں مزہ اے بحر جے قطرے نوں آملے

بندۂ ناچیز کے متعلق حضور غوث اعظم کا یہ فرمانا "جو اِن کو پسند وہ مجھے بھی پسند" من آنم کہ من دانم، کبھی اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو کبھی حضور غوث اعظم کے فرمان کو۔ اور پھر کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی بشارت کی تصدیق کرتے ہوئے سند عطا فرما دی کہ جو تم کو پسند وہ مجھے بھی پسند، ہوا یوں کہ ۲۰۰۸ء میں قریبی دوستوں میں سے بیعت ہونے والے نیٹ ورک لیزنگ کے منیجر محمد رفیق بھٹی پر انکی لیزنگ کمپنی کے ایک پٹے دار (lessee) ڈاکٹر محمد وقاص نے ذاتی دشمنی کی بنا پر تھانے میں ۴۲۰ کا پرچہ درج کروا کر ۲ جولائی ۲۰۰۸ء میں اُن کو حوالات میں بند کروا دیا۔ اس نوعیت کے مقدمات کی ضمانت آسانی سے ایک آدھ دن میں ہو جایا کرتی ہے مگر عجیب معاملہ تھا کہ نامور وکلاء کے باوجود دوست احباب نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا مگر ضمانت نہ ہو سکی، کسی دن جج چھٹی پر چلا جاتا تو کبھی اتوار کا دن آجاتا اور کسی دن وکلاء کی ہڑتال ہوتی، جس دن عدالتیں کھلتیں اور جج صاحب فائل کھولتے تو فرماتے یہ میری نہیں بلکہ فلاں عدالت کا کیس ہے اس کو تو وہاں دائر ہونا چاہیے تھا، جب بھاگم بھاگ وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ عدالت کا وقت ہی ختم ہو چکا اب اگلے دن سنوائی ہو گی۔ الغرض اسی کشمکش میں پورے دس دن گزر گئے۔ میں پریشان تھا کیونکہ اگلے روز ماہانہ ختم گیارہویں شریف کی محفل تھی اور محمد رفیق بھٹی جب سے بیعت ہوئے کبھی گیارہویں شریف سے غیر حاضر نہ رہے تھے، سوچتا تھا کہ کل وہ محفل میں شامل ہو بھی پائیں گے یا نہیں؟ اِسی پریشانی میں سویا تو صبح یعنی جس دن محفل گیارہویں شریف تھی حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہے اور آپکے سامنے زمین پر ایک تھیلا یا بوری موجود ہے، آپ اُس بوری کو ڈنڈا مارتے ہوئے مجھے فرمانے لگے؛ "لو! اِس کو لینا چاہتے تھے؟ لو! اِس کو لے لو" جب میں نے دیکھا تو اس بوری میں سے رفیق بھٹی باہر نکل رہے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو صبح کے تقریباً دس بج رہے تھے ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیا خواب دیکھا، اتنے میں موبائل کی

گھنٹی بجتی ہے، حاجی عابد حسین صاحب کا فون آتا ہے کہنے لگے: حضور! مبارک ہو، رفیق صاحب کی ضمانت ہو گئی۔ یوں مورخہ ۱۳ جولائی ۲۰۰۸ء کو ان کی ضمانت ہوئی، مگر ایک عجیب بات جو دوستوں کی سمجھ میں نہ آسکی وہ یہ تھی کہ رفیق صاحب پورے گیارہ دن ہی کیوں حوالات میں بند رہے؟ اور اُن کی ضمانت گیارھویں دن ہی کیوں ہوئی؟ اور جس دن وہ حوالات سے باہر آئے اتفاق سے اسی دن گیارھویں شریف کی محفل تھی اور گیارھویں والے پیر نے ہی خود اُن کو اُس بوری (جیل) سے رہائی دلوائی۔

اسی طرح جب میں نے احمد کا ایڈمیشن لاہور گرامر سکول (L.G.S) میں کروانا تھا میں نے رفیق بھٹی صاحب سے کہا کہ آپ احمد کا ایڈمیشن ایل جی ایس میں کروادیں تمام کاغذات پورے ہو گئے اور رفیق صاحب نے اپنے دوست جو ایل جی ایس میں بڑی اچھی پوسٹ پر فائز تھے اُن کو بھی کہہ دیا مگر ایڈمیشن نہ ہوا اور کام لٹکتا چلا گیا۔ عتیق اور رفیق صاحب نے ڈیڑھ دوماہ ایل جی ایس کے چکر لگائے مگر کام نہ بنا۔ ایک رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ''حضرت باباجی فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایل جی ایس کی گراونڈ میں موجود ہیں اور اُن کے پاس مختلف قسم کی فائلیں ہیں اتنے میں حضور غوث اعظم بھی مجھے خواب میں نظر آتے ہیں آپ نے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کیا یہ کام ہو گیا ہے (حیرانی سے)؟ تو باباجی فرید الدین فرمانے لگے: نہیں، تو آپ سرکار فرماتے ہیں اچھا ٹھہر و انتظار کرو ہم خود آتے ہیں'' اس خواب کے بعد احمد کا ایڈمیشن ہو گیا۔

سفر بغداد ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء میں حضور غوث اعظم کی خلافت واجازت

۲۰۱۰ء کی بات ہے ایک دوست غلام مصطفی بندۂ ناچیز کو فرمانے لگے حضور! میری خواہش ہے آپ خواجہ خواجگان حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دے کر مجھے اس سفر کے تمام اخراجات اور انتظامات کی سعادت عطا فرمائیں۔ بندۂ ناچیز کے عملیات میں تو پہلے سے ہی دست بستہ مزاراتِ انبیاء و اولیاء کی حاضری شامل تھی سوچا شاید آپ سرکار کا بلاوا ہے، اور پھر بُلا بھی اپنے ہی خرچ پر رہے ہیں بھلے اسکا سہرا غلام مصطفی کے حصے میں جائے، اور کیا چاہیے تھا فوراً ہاں کر دی۔ لہذا غلام مصطفی نے تاشقند، سمرقند، بخارا کے ہوٹلز کے ساتھ بات چیت شروع کر دی۔ ابھی ازبکستان کی تیاریاں جاری تھیں کہ ایک دن خواب میں بندہ کو وہاں آنے سے منع فرما دیا گیا، صبح جب بیدار ہوا تو بہت پریشان تھا عظمٰی سے مشورہ کیا، اُس نے کہا آپ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں، میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ وہاں کی تیاری جاری رکھیں۔

۱۵ جون ۲۰۱۰ء تک تقریباً تمام کام مکمل ہو چکا تھا، غالباً اگلے روز ہوٹلز کی روم ریزرویشن سے رابطہ کرنا تھا۔ رات جب سویا تو خواب میں خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کے مزار پُر انوار کی حاضری نصیب ہوئی وہاں کے تمام برآمدے، رہداریاں، کمرے، مزار مبارک اور حجرۂ خاص کا دروازہ، تالا اور زنجیر حتّٰی کہ مزار سے ملحقہ باغات تک

دکھائے گئے اور اس مرتبہ بھی آنے سے اشارۃً منع فرمادیا گیا۔ لہٰذا غالباً اگلے ہی دن صبح ۱۶ جون ۲۰۱۰ء کو جب سو کر اٹھا تو بتقاضائے ادب ازبکستان کا پروگرام ملتوی کر دیا، لیکن خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کا فیض اور تصرف دیکھ کر اُس وقت حیرانگی کی انتہا نہ رہی جب مختلف نیوز چینلز اور اخبارات میں یہ خبریں دیکھیں کہ اُن علاقوں میں فسادات پھوٹ پڑے ہیں، کرغیزستان کے ساتھ ساتھ تاجکستان اور ازبکستان میں بھی حالات کشیدہ ہیں، ہلاک شدگان کی تعداد ۲۰۰ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اوش شہر کی گلیاں لاشوں سے بھر چکی ہیں، مشتعل افراد مکانوں اور دوکانوں کو لوٹ کر آگ لگا رہے ہیں ہمسایہ ملک ازبکستان میں پناہ لینے والے افراد کی تعداد ایک لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے جبکہ اِن فسادات میں ایک پاکستانی طالبعلم بھی ہلاک ہو چکا تھا اور پاک فضائیہ کا C-130 طیارہ وہاں سے ۲۶۶ طلبہ کو بحفاظت لے کر چکلالہ ائیر بیس پہنچ چکا ہے۔

چنانچہ بندۂ ناچیز نے اس سال تاشقند، سمرقند، بخارا جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ اب بظاہر تو سفر ملتوی ہو چکا تھا مگر بعد میں سمجھ آیا کہ درحقیقت سفر ملتوی نہیں بلکہ صرف اسکا رخ تبدیل کیا گیا تھا کیونکہ اس دوران غلام مصطفی نے مجھ سے پوچھا حضور! اب کیا کروں، میں نے کہا کیا ایسا ممکن نہیں بغداد شریف کا ویزہ لگ جائے؟ اس نے کہا حضور میں ورکنگ کرتا ہوں۔ وہ اپنی ورکنگ مکمل کرتا رہا یہاں تک کہ ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء کو بندۂ ناچیز اتحاد ائیر لائین کے جہاز پر بغداد شریف کے ائیر پورٹ پر لینڈ کر چکا تھا۔ دل و دماغ حیران تھے کہ جا رہا تھا شہنشاہِ نقشبند کی بارگاہ میں جبکہ پہنچ چکا تھا شہنشاہِ اولیاء کی بارگاہ میں، بلاوا قصرِ عارفاں کا سمجھے بیٹھے تھے جبکہ بلاوا تو کہیں اور کا تھا، میرا جانا کہیں اور کا تھا میرا آنا کہیں اور کا، میرا نکلنا کہیں اور کا تھا میرا پہنچنا کہیں اور کا، یہ کونسی کشش تھی جو بخارا کی بجائے بغداد شریف کھینچ لائی تھی۔ ◈ پہلا نکتہ تو یہ سمجھ میں آیا کہ سنٹرل سٹیٹس کے نازک حالات کی وجہ سے خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کی طرف سے ازبکستان آنے کا منع فرمادیا گیا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں پھر کبھی آنا ہو تو آجانا، ویسے بھی جسمانی طور پر نہ سہی روحانی طور پر تو ہماری بارگاہ اور مزار پر حاضری دے ہی چکے ہو ◈ دوسرا یہ کہ تم نہیں جانتے کہ تیاری تو تم بخارا، تاشقند کی کیے بیٹھے ہو مگر ٹکٹ تمہارا بغداد شریف کا کٹ چکا ہے ◈ اور تیسرا یہ کہ پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ جب کسی کو اپنے پاس بلانے پر راضی ہو جائیں تو پھر ہم اُس کو اپنے پاس پہلے آنے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔ ◈ چوتھا نکتہ خواجہ نقشبند نے یہ سمجھایا کہ پہلے بغداد شریف میں پیران پیر کی بارگاہ میں تو حاضری دے لو پھر موقعہ ملا تو یہاں بھی آجانا۔ کیونکہ ہم تو خود بھی اُن ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ ویسے بھی یہ بتاتا چلوں کہ جب خواجہِ خواجگان بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ بغداد شریف غوثِ اعظم شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی قبر انور پہ حاضر ہو کر مُراقب ہوئے تو سرکارِ غوثیت مآب نے بھرپور توجہ فرمائی، تو آپ عرض کناں ہوئے؛

اَے دستگیرِ عالَم دَستِ مَرا بگِیر دَستِ چُناں بگِیر کہ گویَند دَستگیر

"آپ سارے جہان کا ہاتھ پکڑنے والے ہیں میرا ہاتھ بھی پکڑ لیجیے جس کا ہاتھ آپ پکڑ لیں وہ تو خود ہاتھ پکڑنے والا دستگیر کہلاتا ہے"

تو حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے خوش ہو کر قبر سے جواب مرحمت فرمایا؛

اَے نقشبندِ عالَم نقشِ مَرا ببَند نقشے چُناں ببَند کہ گویَند نقشبند

"اے جہان کے نقش کو بند کرنے والے اب میرا نقش بھی بند کر اور ایسا نقش بند کر کہ تجھے نقشبند کہا جائے۔"

اس واقعہ کے بعد خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے قلب اطہر پر اسمِ ذات ایسا ثبت ہوا کہ آپ جدھر بھی توجہ فرماتے اسمِ ذات نقش کر دیتے۔ ایک کمہار کی بھٹی پر سے گزرے جس میں مٹی کے برتن پک رہے تھے آپ نے آوے پر نگاہ فرمائی تو تمام برتنوں پر اسم ذات "اللہ" نقش ہو گیا، ویسے بھی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ظاہری زمانۂ حیات میں ہی ایک روز بخارا کی جانب اپنے چہرہ کا رخ کر کے درویشوں کو فرمادیا تھا کہ؛ "میرے وصال کے ایک سو ستاون [۱۵۷] سال بعد ایک مرد قلندر پیدا ہو گا جسکا نام محمد بہاء الدین نقشبند ہو گا اور وہ میری خاص نعمت سے فیضیاب ہو گا"۔ البتہ قصہ مختصر، وجہ چاہے کچھ بھی رہی ہو ہم تو چلے تھے ازبکستان کے شہر بخارا مگر جا پہنچے عراق کے صدر مقام بغداد شریف۔

۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ بروز جمعرات صبح 10:05 پر ابوظہبی سے اتحاد ایئرویز کی پرواز EY555 بندۂ ناچیز کے ساتھ ساتھ بندہ کی اہلیہ عظمیٰ محسن، ایک دوست عامر وحید انکی بیوی شازیہ عامر اور حاجی عابد حسین صاحب کو لیے صبح 11:50 پر بغداد ایئرپورٹ لینڈ کر چکی تھی۔ امیگریشن اور کسٹم سے فارغ ہو کر ٹیکسی کی تلاش میں باہر نکلے تو بہت بحث اور تکرار کے بعد جب تقریباً ایک سو امریکی ڈالر (جو وہاں کے کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار دینار بنتے تھے) میں ایک ٹیکسی والا ہمیں لے جانے کے لیے تیار ہوا، تو اُس کو کہا بھائی بغداد شریف میں اعظمیّہ کے علاقہ میں باب الشیخ کے نزدیک کسی مناسب سے ہوٹل میں لے چلو، باب الشیخ اصل میں ٹیکسی والے کو سمجھانے کے لیے بولا جاتا ہے باب الشیخ کا سنتے ہی ٹیکسی ڈرائیور آپکو سیدھا حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے مزار پُر انوار پر پہنچا دیتا ہے مثل مشہور ہے "جس نے بغداد نہیں دیکھا اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا" چونکہ اس شہر کے عین وسط سے اپنی عجیب و غریب تاریخ اور داستاں لیے دریائے دَجلہ گزر رہا ہے جو شہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، لہٰذا شہر کے ایک حصے کو اعظمین اور دوسرے کو کاظمین کہا جاتا ہے۔ اعظمین اس لیے کہ اس میں دو اعظم اور کاظمین اس لیے کہ اس میں دو کاظم بزرگ تشریف فرما ہیں۔ یعنی اعظمیّہ میں حضور غوث اعظم اور امام اعظم اور کاظمیّہ میں امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی الجواد کے مزارات ہیں۔ چنانچہ بغداد شریف کی پُرنور اور سحر انگیز فضاؤں میں ایئرپورٹ سے

مختلف سڑکوں اور علاقوں سے گزرتے ہوئے ہم اعظمیّہ روانہ ہوئے، یہ وہی شہر تھا جسکے متعلق سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

بغداد شہر دی کیا ہے نشانی اچیاں لمیاں چیراں ہو
تن من میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہو
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ہو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگاں باھو کرساں میراں میراں ہو

کم و بیش بہتّر ۷۲ لاکھ آبادی والا عرب دنیا کا دوسرا بڑا شہر اپنی ہزاروں سالہ پرانی تہذیب لیے ہمارے سامنے موجود تھا۔ امریکہ کے ناجائز قبضے اور ظلم کی وجہ سے وہاں جو حالات پیدا ہوئے ان کا اندازہ ائیر پورٹ لینڈ کرتے ساتھ ہمیں ہو چکا تھا کیونکہ ہر طرف جنگ کی تباہی کے آثار اپنی جگہ بذات خود منہ بولتا ثبوت تھے، نظام زندگی بالکل درہم برہم نظر آیا، بجلی کا نظام نہ ہونے کے برابر، ائیر پورٹ کی حالت خستہ، ریلوے کا نظام مفلوج، اور وہاں کے لوگوں سے یہ پتا چلا کہ امریکیوں کی بر بریّت سے وہاں کے ٹیکنیکل ہینڈ لوگ مثلاً پروفیسرز، سائنسدان، انجنیئرز وغیرہ چُن چُن کر قتل کیے جا چکے تھے۔ نظام تعلیم بالکل تباہ ہو چکا تھا۔ ہر چند قدم پر جدید اسلحہ اور ماڈرن ٹیکنالوجی سے لیس امریکی چیک پوسٹ نظر آتی تھی۔ مسلم تشخص نشانہ عبرت بن چکا تھا، ہمارے سات روزہ قیام بغداد میں ہزاروں کے اجتماع میں بھی شاذ و نادر ہی کوئی داڑھی شریف والا دکھائی دیتا یا پھر مسجدوں اور مزارات پر وہ بھی باریک اور چھوٹی سی داڑھی والا کوئی نظر آ گیا تو آ گیا، ورنہ ہم تینوں کی بڑی بڑی داڑھی شریف دیکھ کر وہاں کے مقامی لوگ خوف سے ہمارے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے، کوئی ہوٹل والا ہمیں اپنے ہوٹل میں جگہ دینے کے لیے تیار نہ تھا یہاں تک کہ ایک دن کسی پوش ایریا کے فیملی ریسٹورنٹ میں شوارما لینے کے لیے رکے تو اُس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب ریسٹورنٹ کی تمام میزیں کرسیاں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے خالی ہو چکی تھیں والدین اپنے بچوں کو ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے طالبان اور القاعدہ کی باتیں کرتے سُنے گئے، بلکہ بعض جگہوں پر تو حاجی عابد حسین صاحب پر اُسامہ بن لادن کا شک بھی کیا گیا، جس نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا اسامہ بن لادن اتنے کم عرصہ میں اتنا صحت مند اور موٹا تازہ کیسے ہو گیا۔

مختلف ہوٹل تلاش کرتے کرتے ہم شارع سعدون سے ہوتے ہوئے محلہ فردوس و قرمان جا پہنچے، یہاں بھی بہت سارے ہوٹل چھان مارنے اور کافی بحث و تکرار کے بعد ہوٹل فندق نازنین کے مینجر محمد اللیث نے ہمیں تیسرے فلور پر رہنے کے لیے تین کمرے دے دیے۔ راستے میں حضور غوث پاک کا مزار شریف بھی دکھائی دیا ہم اُس کے

سامنے سے گزرے، لیکن سفر کی تھکاوٹ اور ادب کی وجہ سے اُس روز حاضری نہ دی تا کہ اگلے روز نہا دھو کر ہشاش بشاش، ہوش و حواس میں حاضر ہو سکیں۔ مگر بخشش و نجات کی سند تو فقط ان کی گلی سے گزر جانے پر ہی مل جاتی ہے۔

جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک نوجوان آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا میرا باپ فوت ہو گیا اور میں نے اُس کو آج رات خواب میں دیکھا تو اُس کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا، اُس نے مجھ سے کہا بیٹا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور میرے لیے اُن سے دُعاء طلب کرو۔ حضور غوث اعظم نے اُس نوجوان سے فرمایا کیا کبھی تمہارے باپ کا میرے مدرسہ سے گزر ہوا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ پھر اگلے دن وہی نوجوان دوبارہ آیا اور عرض کرنے لگا حضور آج رات میں نے اپنے باپ کو بہت خوش دیکھا اُس پر ایک سبز رنگ کا حُلّہ تھا اور اُس نے مجھ سے کہا بیٹا! شیخ عبد القادر جیلانی کی برکت سے مجھ سے عذاب دور کر دیا گیا اور یہ لباس عطا ہوا، بیٹا تم پر یہ لازم ہے کہ تم اُن کی ملازمت یعنی خدمت اختیار کرو۔ ویسے بھی رئیس المحدثین ملا علی قاری آپ سرکار کا ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو مسلمان میرے مدرسے کے دروازے کے سامنے سے بھی گزر گیا اس کو عذاب قبر میں تخفیف ملے گی" لہٰذا بخشش و نجات کی سند تو اُن کی گلی سے گزر جانے پر ہی مل جاتی ہے۔

خیر ہم جب ہوٹل پہنچے تو غروب آفتاب شام کی سرخیوں کو لیے سیاہ اندھیروں میں تبدیل ہو رہا تھا، ہم لوگ چونکہ دو دن کے متواتر سفر اور جاگنے کی وجہ سے بہت تھک چکے تھے اس لیے سامان ہوٹل میں رکھا منہ ہاتھ دھو کر نماز پڑھی تھوڑے سے تازہ دم ہوئے تو قریب ہی بازار میں ایک مطعم الجنّۃ نامی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلے گئے، کوئلوں پر بھنے گوشت کی خوشبو سے سارا بازار مہک رہا تھا، سوائے باربی کیو کے بازاروں میں کچھ نظر نہ آیا، خیر ہم آڈر لکھوا کر انتظار کر ہی رہے تھے کہ ویٹر نے پانچ عجیب و غریب سوپ کے پیالے اور انواع و اقسام کے سلاد سے سجے پانچ تھال ہم پانچوں کے سامنے لا کر رکھ دیے، ہم نے اس سے کہا بھیا! ہم نے تو سوپ اور سلاد کا آڈر ہی نہیں دیا تو وہ بولا یہ تو اعزازی یعنی (complimentary) ہے۔ عامر صاحب بے چین ہو کر بار بار کوئلوں کی انگیٹھی پر سیخوں پر لپٹی اور بھنتی ہوئی بوٹیوں کو دیکھنے کے بہانے، بنانے والے کو ہدایات دینے چلے جاتے کہ کہیں وہ ان بوٹیوں کو زیادہ ہی نہ سینک دے اور حاجی صاحب کی طبیعت قابو سے باہر چہرہ خوشی سے لال، مچلتے دل کے ساتھ کبھی دہکتی انگیٹھی کے پاس جاتے تو کبھی واپس ٹیبل پر آ بیٹھتے اور لنگر شریف آیا تو خوشی سے صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے اپنے حصے کے ساتھ ساتھ بندۂ ناچیز اور بندہ کی اہلیہ کا بھی سارا حصہ صاف کر گئے۔ خیر باربی کیو بہت لذیذ تھا اور بھوک بھی زوروں پر تھی خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا چکے تو بغدادی قہوہ پیش کیا گیا، اس قہوہ میں چینی نہیں بلکہ چینی میں قہوہ ملایا گیا تھا یوں سمجھیں جیسے آدھا گلاس چینی میں آدھا گلاس قہوہ ڈال دیا گیا ہو، لیکن قہوہ پی کر طبیعت سنبھل گئی اور

تھکاوٹ جاتی رہی جسم میں کچھ جان آئی ہوٹل واپس پہنچے تو رات کے اندھیرے اور بھی گہرے ہو رہے تھے۔ مگر ہم پاکستانیوں کی طبعیت میں چائے کی کچھ ایسی عادت شامل ہے کہ جب تک چائے نہ پی لیں تشنگی باقی رہتی ہے، اِسی لیے حاجی صاحب اور عامر وحید صاحب لپٹن کے ٹی بیگ اور نیسلے کا ایوری ڈے پاکستان سے ساتھ لے کر چلے تھے کہ نجانے وہاں چائے ملے نہ ملے اپنا انتظام تو پورا رکھیں، خیر سب نے چائے پی اور اپنے اپنے کمروں میں جا سوئے۔

اگلے دن ۳۱ دسمبر بروز جمعہ غسل کیا پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر، ناشتہ کر کے ٹیکسی لی اور سیدھے باب الشیخ (مزار غوث اعظم رضی اللہ عنہ) پہنچے تو جمعہ شریف کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا چونکہ نماز کے دوران روضہ مبارک کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا جاتا ہے چنانچہ ہم نے مسجد میں پہلے نمازِ جمعہ ادا کی، نماز جمعہ کے بعد دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت اکیلے بیٹھے مائیک پر ''یا'' کی ندا کے ساتھ انتہائی سوز و گداز بھری آواز میں درود و سلام پڑھ رہے تھے۔ اُدھر اتنی دیر میں روضہ مبارک کا دروازہ کھل چکا تھا، لہٰذا اُٹھے اور مسجد سے ملحقہ ہال سے گزرتے ہوئے حجرۂ خاص کی دہلیز مبارک کو بوسہ دے کر ہم دنیائے ولایت و معرفت کے شہنشاہ کی بارگاہ میں پہنچ چکے تھے یہاں کی کیفیات، احساسات، اور انوار و تجلیات کا ذکر ان شاء اللہ اگلے چند صفحات میں ۳ جنوری کے تحت آئے گا، مختصراً یہ کہ مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر ختم شریف پڑھا، مراقبہ اور دعا کے بعد باہر نکلے تو چونکہ اُس دن بارش بہت تھی اس لیے زیارات پر جانے کی بجائے مزار کے باہر مواجہہ شریف والی طرف سے زیتون اور پنیر خرید کر سیدھے ہوٹل واپس پہنچے۔

<u>یکم جنوری</u> بروز ہفتہ معمول کے مطابق پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے بغداد شریف کی دیگر زیارات کے لیے روانہ ہوئے تو ہمارا ٹیکسی ڈرائیور صبحا عرف صدام حسین ہمیں سیدھا شیخ معروف کرخی کے مزار پر انوار پر لے گیا۔ نام تو اُس کا صبحا تھا مگر اُسکی مونچھوں اور چہرے کی مشابہت سابق عراقی صدر صدام حسین سے اسقدر تھی کہ ہم اُسے پیار سے صدام حسین کہہ دیتے۔ ظہر ہم نے وہیں مزار سے ملحقہ مسجد میں ادا کی، خیر شیخ معروف کرخی کی بارگاہ میں فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو وہاں کے امام صاحب فرمانے لگے میں آپکو نیچے اصل تعویذ کی زیارت بھی کروادوں، بڑی پُر اسرار اور تنگ سی سیڑھیاں اُترتے اُترتے ایک چھوڑ، دو چھوڑ جب زمین دوز تیسرے تہہ خانہ میں شیخ معروف کرخی کے اصل تعویذ کے پاس پہنچے تو وہاں دوبارہ فاتحہ پڑھ کر اُس مبارک مقام کی زیارت بھی کی اور بصد احترام بوسہ بھی دیا جہاں حضور غوث اعظم نے چلہ فرمایا تھا، واپس اوپر نکلے تو قبرستان شیخ معروف کرخی میں علامہ سیّد ابو الفضل سیّد محمود آلوسی بغدادی حنفی صاحب تفسیر روح المعانی کی قبر پر فاتحہ پیش کر کے ٹیکسی میں سوار ہوئے اور قریب ہی ''مقام فنا فی اللہ'' میں ''انا الحق'' کا نعرہ بلند کرنے پر علماءِ ظاہر کے فتویٰ پر قتل کیے جانے والے مردِ درویش شیخ منصور حلاج کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو

یہاں ایک اسّی نوّے سالہ نابینا بابا جی کے پاس اُن کے مزار کی چابیاں تھیں جنہوں نے باہر کا دروازہ اور تالا کھول کر برآمدے اور ایک اور دروازے سے گزار کر ہمیں اندر تعویذ مبارک کے پاس ایسے پہنچا دیا جیسے ہم سے زیادہ بینائی رکھتے ہوں۔ اُن کے چہرے پر اسقدر انوار و تجلّیات، رعب و دبدبہ اور جلال کی کیفیات نمایاں تھیں کہ دل میں ایک سوالیہ خیال کی آواز آتی محسوس ہوئی کہ کہیں یہ حضرت خود ہی تو صاحب مزار نہیں؟ خیر اپنے اس خیال کو دائیں بائیں کر کے یہاں سے مکہ مکرمہ کے حاجیوں کو نہر زبیدہ کا تحفہ دینے والی ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون کے مزار پر پہنچے جو کہ بہت ہی پرانی طرز تعمیر کا شاہکار تھا، یہاں سے فارغ ہوئے تو صدام حسین سے کہا اَب خواجہ جنید بغدادی کے مزار پر لے چلو۔ خواجہ صاحب کا مزار ایک عجیب و غریب علاقے میں جہاں ویران ریلوے لائنوں کے درمیان سینکڑوں مال گاڑی کے ڈبے بغیر کسی دیکھ بھال کے کئی سالوں بلکہ جنگ کے زمانے سے ویران کھڑے تھے، تقریباً دو دو میل تک چاروں طرف ملٹری ایریا تھا، صدام حسین چونکہ مقامی زبان پر عبور رکھتا تھا اُس نے باہر مین چیک پوسٹ پر بہت بحث مباحثے کے بعد ہمارے تمام پاسپورٹ ضماناً جمع کروا کر ہم لوگوں کو اپنی شیورلٹ پر اندر خواجہ صاحب کے مزار پر پہنچا دیا۔ مزار سے ملحقہ قبرستان میں پہلے نبی اللہ یوشع بن نون کے مزار پر فاتحہ شریف پڑھی پھر جب شریعت و طریقت کے شیخ المشائخ خواجہ جنید بغدادی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اُسوقت حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ اصل میں تو یہ مزار خواجہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ سری سقطی کا تھا مگر چونکہ خواجہ جنید بغدادی فنافی الشیخ کے اُس مقام پر فائز تھے جہاں نہ "میں" رہا نہ "تو" بلکہ سب ایک ہو چکا تھا اور شاید آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے میرے پیر و مرشد کے پاؤں کی طرف دفنایا جائے جہاں اُنکے پاؤں ہوں وہاں میرا سر ہو، چنانچہ ہم نے جیسا کتابوں میں پڑھا اور بزرگوں سے سنا تھا اُس کو ویسے ہی پایا کہ جہاں شیخ سری سقطی کے قدم تھے وہاں خواجہ جنید بغدادی کا سر مبارک تھا۔

ویسے بھی بیٹا بچپن سے وقت اور بزرگی کی منازل طے کرتے کرتے بھلے پہلوان یا سو سال کا بزرگ ہی کیوں نہ بن جائے باپ کی عظمت اور آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ہی پڑے گا ورنہ راندہ بارگاہ کہلائے گا اور مرید بھی چونکہ پیر و مرشد کی روحانی اولاد کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا یہ انوکھا راز اہلِ دل اور صاحب بصیرت ہی پا سکے کہ مرید چاہے جس بھی مقام پر پہنچ جائے پیر و مرشد، پیر و مرشد ہی ہوتے ہیں، یہاں بھلے سلطان الہند خواجہ غریب نواز ہی ہوں وہ بھی بائیس سال سردی گرمی، حضر سفر، میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں قدم اٹھاتے دکھائی دیں گے، یا پھر قندیل نورانی شیخ عبد القادر جیلانی حضور غوث اعظم ہی کیوں نہ ہوں کبھی اپنے پیر و مرشد ابو سعید مخزمی کے پیچھے پیچھے تو کبھی اپنے مربی امام حماد دبّاس کے پیچھے پیچھے چلتے دکھائی دیں گے۔ خواجہ باقی باللہ اکثر اپنے مرید حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے؛" شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن

میں گم ہیں، کامل اولیائے متقدمین میں سے خال خال ان کی مثل ہوئے ہوں گے" (یعنی میرے مرید کا مقام مجھ سے اُوپر ہے)۔

ادب، خدمت اور محبت میں مرید جب فنا کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو وہ قطرہ سے سمندر بن چکا ہوتا ہے کیونکہ پانی کا وہ قطرہ جب تک سمندر سے باہر تھا وہ قطرہ تھا جب وہ سمندر میں گر کر فنا ہو گیا، اب کوئی اُس کو قطرہ نہیں کہے گا بلکہ وہ سمندر ہی کہلائے گا، لہٰذا قطرے کو سمندر سے نسبت ہو جائے تو قطرہ قطرہ نہیں رہتا بلکہ سمندر بن جاتا ہے، ذرّے کو زر سے نسبت ہو جائے تو ذرّہ ذرّہ نہیں رہتا بلکہ زر بن جاتا ہے، عام کو خاص سے نسبت ہو جائے تو عام عام نہیں رہتا خاص بن جاتا ہے، جس کتے کو اللہ کے بندوں جنتی لوگوں سے نسبت ہو جائے وہ کتا جنتی بن جاتا ہے، ایسے ہی جس مرید صادق کو شیخ کامل سے نسبت ہو جائے وہ خود شیخ کامل بن جاتا ہے۔ خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

"یعنی میں تو ہو گیا، اور تو میں ہو چکا، اب میں جسم اور تم جان بن چکے، اب کوئی یہ نہ کہے گا کہ میں اور ہوں اور تُو اور"

لہٰذا ہر مرید کو خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے پیر و مرشد سے عقیدت اور دل کا تعلق ایسا باندھنا چاہیے کہ اپنی تمام روحانی ترقی اور بلندیِ درجات اپنے شیخ کے قدموں کا صدقہ سمجھے کیونکہ اُس کی تمام ظاہری باطنی ترقی اور تنزّلی کی ڈور اُس کے شیخ کے ہاتھ میں ہے۔ بابا بلھے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

میں رانجھا رانجھا کر دی آپے رانجھا ہوئی!
ہیر نہ آکھو سیّو مینوں ہن آکھے رانجھا ہر کوئی

خیر بات کہاں سے کہاں چلی گئی، خواجہ جنید بغدادی کے مزار سے ملحقہ مسجد میں عصر کی نماز ادا کر کے باہر قبرستان میں بہلول دانا، ابراہیم خواص اور خواجہ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہم کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے بعد اب ہم کاظمین شریفین میں آئمہ اہل بیت عظام میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو شہزادوں امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی الجواد رضی اللہ عنہما کے مزارات پر پہنچے۔ یہ وہ عظیم بارگاہ ہے جن کی قبر کو اجابت دعا کے لیے مجرب پایا گیا، کاظمیہ میں یہ جگہ نہایت پُرنور مرجع خلائق مقام ہے چاروں طرف دو دو میل پہلے ہی چیک پوسٹ اور آرمی کا سخت پہرہ ہے، لاکھوں لوگوں کے اژدھام میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی۔ کاظمیہ سے فارغ ہوئے تو اعظمیہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے روضے پر پہنچتے پہنچتے مغرب ہو چکی تھی، مغرب ادا کر کے امام صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ لکڑی کے ایک خوبصورت کٹہرے میں آرام فرما ہیں، مسجد کے اندرونی ہال میں سے آپکے مزار کا

دروازہ کھلتا ہے نہایت ہی پر کیف مقام ہے جہاں داخل ہوتے ہی دلی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے یہی وہ عظیم ہستی ہیں جن کے متعلق اوتادِ زمانہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، اُن کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر امام اعظم کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں اور وہاں اُن کے وسیلے سے خدا سے اپنی حاجت مانگتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ اور یہ امام اعظم ابو حنیفہ ہی تھے جب حج کر کے مواجہہ شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ ط وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ ط تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصوصی روحانی توجہ فرماتے ہوئے بلند آواز سے سلام کا جواب عطا فرمایا: وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے سامنے والے بازار کی ایک تنگ سی گلی میں خواجہ ابوالحسن نوری کی بارگاہ میں فاتحہ شریف پیش کرنے کے بعد اُسی بازار سے زیتون خرید کر امام اعظم کے رَوضہ مبارک کے سامنے سے گزرتے ہوئے قریب ہی سیّدُ الطّائِفہ جنید بغدادی کے بھانجے اور خلیفہ اَجَلّ ابو بکر شبلی کے مزار شریف پر حاضری دی دروازہ چونکہ مُقفّل تھا اس لیے باہر ہی سے فاتحہ شریف پیش کر کے اب امام اعظم ابو حنیفہ کے مزار کے عقب میں حضرت بشر حافی کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں سے امام احمد بن حنبل کی بارگاہ میں دریائے دجلہ کے کنارے کھڑے ہو کر فاتحہ شریف پیش کی کیونکہ وہاں کے لوگوں کے مطابق اُن کا مزار دجلہ کے پانی میں جا چکا تھا۔

<u>2 جنوری</u> بروز اتوار بھی معمول کے مطابق درود پاک کا ورد کر کے حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے بغداد شریف سے سو ۱۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر کربلا معلّٰی کی طرف روانہ ہوئے، حرم امام عالی مقام امام حسین کی بارگاہ میں جانے سے پہلے راستے میں حضرت عباس علمدار کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے، دونوں مزارات ایک بہت بڑے میدان میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود ہیں، امام حسین کے روضہ مبارک کی تعمیر دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، شہید کربلا نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سنہری گنبد اور سنہری مینار دور سے ہی نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، صدر دروازے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث دکھائی دیتی ہے: "حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں"۔ ضریح کی سنہری جالی پر نگاہ پڑتے ہی دل و دماغ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی روضہ مبارک کی تعمیر بھی قابل دید ہے، خوبصورت فانوس، قندیلیں، قالین، دیواروں پر نہایت نفیس کاشی کاری، یہ سب قمقموں کی روشنی میں ایک عجیب منظر پیش کرتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر غالباً حضرت حُر شہید اور فرزندانِ مسلم بن عقیل پر بھی فاتحہ پڑھی۔

<u>3 جنوری</u> بروز پیر بھی حسبِ معمول حضور غوث اعظم کے مزار شریف پر حاضری دیتے ہوئے باہر مدرسہ نظامیہ کے صحن میں آ کر بیٹھے تو اتنے میں حاجی عابد صاحب لنگر خانے سے ایک برتن میں لنگر شریف لے کر پہنچ چکے تھے

جو کہ مدرسہ نظامیہ کے وسیع و عریض صحن میں سردیوں کی چمکتی لبھاتی دھوپ میں بیٹھ کر تناول کیا، لنگر شریف کیا تھا سفید چاولوں کا کھچڑی نما پلاؤ تھا، جس میں پاؤ پاؤ بھر کی شاندار دنبہ کی بوٹیاں تھیں، ہم پانچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ باب الشیخ سے نکلے تو امام غزالی کے مزار پر پہنچے صدام حسین سے کہا سلمان پاک شہر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے روضہ پر لے چلو، سلمان پاک میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی آپکے مزار کے بالکل ساتھ والے کمرے میں صحابی رسول حضرت حذیفہ الیمانی، حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت امام طاہر بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہم آرام فرماہیں، رات گئے بغداد شریف پہنچے راستے میں کھانا کھایا اور ہوٹل پہنچ کر چائے پی اور سو گئے۔ اُس روز حضور غوث اعظم نے اپنے احسانات کی جو بارش فرمائی دل آج بھی حیرت میں ہے خیر اس کا تفصیلی ذکر ان شاء اللہ اگلے چند صفحات میں بیان ہو گا۔

4 جنوری بروز منگل بھی سب سے پہلے حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے ۲۵۰ امریکی ڈالرز میں لیٹسٹ ماڈل جی ایم سی (GMC) میں نجف اشرف، کوفہ، ذوالکفل اور بابل کے لیے روانہ ہوئے۔ نجف میں منبع ولایت، شیر خدا، مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پر حاضری دے کر باہر قبرستان میں حضرت ھود اور صالح علیہما السلام کے مزارات پر بھی حاضری دی پھر ضریح حضرت خدیجہ بنت علی پر باہر ہی سے فاتحہ پڑھی، جامع مسجد کوفہ میں ضریح حضرت علی کی زیارت کے بعد باہر صحن میں وہ تاریخی کنواں بھی دیکھا جس سے طوفانِ نوح شروع ہوا تھا، لہٰذا نجف اور کوفہ سے ہوتے ہوئے ہم لوگ ذوالکفل پہنچے جو شہر بابل جاتے ہوئے راستے میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر حضرت ذوالکفل علیہ السلام آرام فرماہیں، عجیب کھنڈرات اور خاموشی کے ماحول میں کئی سو سالہ پرانی عمارت میں کچھ قبریں موجود ہیں جہاں پہنچ کر انسان خود کو ہزاروں سال پرانے زمانے میں تصور کرتا ہے، آپکے مزار مبارک کے ساتھ والے کمرے میں آپکے پانچ اصحاب کی قبریں بھی موجود ہیں اور یہاں ایک مقام حضرت خضر علیہ السلام کا بھی بتایا جاتا ہے، خیر یہاں سے بابل روانہ ہوئے تو راستے میں کھجوروں کے علاقے دکھائی دیئے بابل پہنچے تو شام ہو رہی تھی مغرب کی نماز ادا کر کے مزار حضرت ایوب علیہ السلام پر حاضری دی مگر وقت کی قلت کی وجہ سے دو مشہور چشمے اور اُس کنویں کو جس میں بطور سزا دو فرشتوں ہاروت و ماروت کو لٹکایا گیا ہے نہ دیکھ سکے کیونکہ رات کے اندھیرے گہرے ہو رہے تھے اور ہمیں واپس بغداد شریف بھی پہنچنا تھا، بابل سے نکلتے وقت حضرت عمران بن علی کے روضہ مبارک کے باہر سڑک پر ہی اُنکے لیے فاتحہ پڑھ کر رات گئے بغداد شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ بابل جاتے ہوئے راستے میں دو عجیب اتفاق ہوئے ایک تو یہ کہ بغداد شریف آنے سے غالباً دو، چار روز پہلے ہی پاکستان میں شام کے وقت اپنی لائبریری میں بیٹھے چند دوستوں کے ساتھ دوران

گفتگو زبان سے نکلا، مجھے لگتا ہے کہ ناموسِ رسالت کے قانون کو "کالا قانون" کہنے والے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو کوئی گولی مار دے گا، لہٰذا پاکستان سے عراق آئے ابھی چار پانچ دن بھی نہ گزرے تھے کہ بابل جاتے ہوئے غالباً عصر کے وقت موبائل فون کی گھنٹی بجی فون پر محمد رفیق بھٹی محسنی خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں فرمانے لگے حضور آپکو مبارک ہو چند دن پہلے جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا آج اسلام آباد میں گورنر سلمان تاثیر کو اُسکے اپنے ہی گارڈ نے گولیوں سے بھون دیا۔

دوسرا اتفاق یہ کہ جب ہم دریائے بابل سے گزرے تو میں نے عامر وحید سے کہا؛ کیا آپ کو یاد ہے کہ ہماری سکول لائف کے اندر بچپن میں Boneym کا ایک گانا بہت مشہور ہوا تھا by the river of babylon کہیں اُس میں اِسی دریائے بابل کا ذکر تو نہیں تھا کیونکہ انگریزی میں بابل ہی کو بابی لون کہا جاتا ہے، اُس کو سُنے ہوئے تقریباً بیس پچیس سال کا عرصہ گزر گیا مگر کبھی کسی ریسٹورنٹ وغیرہ میں بھی سننے کا اتفاق نہ ہوا، خیر بات آئی گئی ہو گئی، لیکن جب دو ہی دنوں کے بعد عامر، شازیہ اور حاجی عابد صاحب بغداد شریف سے ابوظہبی کے راستے پاکستان روانہ ہو گئے جبکہ مجھے اور میری اہلیہ عظمٰی کو چونکہ بغداد شریف سے ابوظہبی کے راستے مالدیپ جاتے ہوئے تین دن کے لیے سری لنکا کے شہر کولمبو میں ٹھہرنا تھا اور سری لنکا کا انٹرنیشنل ایئرپورٹ بندرانائیکے (Bandranaike) کولمبو کی بجائے قریب ہی کے شہر کاٹونائیکے (Katunayake) میں ہے چونکہ ہماری ریزرویشن کولمبو کے ہوٹل گالا داری میں تھی لہٰذا کاٹونائیکے میں فلائیٹ لینڈ ہوتے ہی کسٹم امیگریشن سے فارغ ہو کر ہم جیسے ہی باہر آئے کولمبو سے galadari hotel کی pick & drop service ٹرانسپورٹ کار ہمیں لینے پہنچ چکی تھی، ہم اُس میں سوار ہو کر جیسے ہی کولمبو کی طرف روانہ ہوئے، تو ڈرائیور نے Boneym کا وہی گانا by the river of babylon لگا دیا جسکا ذکر تقریباً دو دن پہلے میں عامر اور عظمٰی سے کر رہا تھا، میں نے عظمٰی سے کہا عجیب اتفاق ہے ابھی دو دن قبل دریائے بابل سے گزرتے ہوئے اسکا ذکر ہوا اور آج ہی یہ گانا لگا ہوا ہے۔

5 جنوری کو بھی حسبِ معمول حضور غوث پاک کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے قبلۂ ارباب بصیرت اور غوث وقت صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی ان کے مزار کے ساتھ والے کمرے میں خلیفہ مستنصر باللہ کی قبر بھی موجود تھی وہاں بھی دعائے خیر کی اور چونکہ اگلے دن صبح بغداد شریف سے ہماری روانگی تھی اور شام ڈھل رہی تھی، ہم نے دریائے دجلہ کے کنارے کو ئلوں پر بھنی مچھلی سمک مزغوف غطان سے لطف اندوز ہونے کے بعد شاہراہ القرادہ سے کچھ شاپنگ کی، عظمٰی نے بچوں کے لیے لونگ کوٹ (long coat) اور کچھ سامان خریدا اور واپس ہوٹل پہنچ کر صبح کی فلائیٹ کے لیے سامان کی پیکنگ شروع کر دی۔

6 جنوری کی صبح اُداس اور تڑپتے دلوں کے ساتھ حضور غوث پاک کی بارگاہ میں باہر سڑک سے ہی ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے حاضری اور الوداعی سلام پیش کر کے ائیر پورٹ روانہ ہوئے۔

حضور غوث اعظم کا خلافت اور اجازت سے نوازنا

اب ۳ جنوری کا اصل واقعہ عرض کرتا ہوں جسکے ضمن اور تمہید میں تمام سفر بغداد بیان ہوا چونکہ بندۂ ناچیز کا بغداد شریف آنے کا مقصد فقط اور فقط شہنشاہ بغداد کی بارگاہ مقدسہ میں حاضری سے تعلق رکھتا تھا۔ لہٰذا بغداد شریف میں قیام کے دوران کہیں بھی یا کسی بھی مزار پر جانے سے پہلے حضور سیّد الاولیاء محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور پھر کہیں اور کا قصد کرتا۔ آج مورخہ ۳ جنوری بروز پیر بھی آپ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ ہی کے حکم پر جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پانچ ہزار مرتبہ درود شریف کا نذرانہ پیش کر رہا تھا تو دل کا آئینہ تصوّرِ جاناں میں رخِ یار لیے کچھ اسطرح جگمگا رہا تھا کہ روح اور جسم، دل اور دماغ خمارِ محبت میں ایک عجیب سرور کی کیفیت میں گم تھے۔ درود شریف سے فراغت کے بعد ہوٹل کے کمرے میں ہی ناشتہ کر کے تازہ وضو کیا اور ٹیکسی ڈرائیور کو حضور غوث اعظم کے مزار پُر انوار پر چلنے کے لیے کہا، جب باب الشیخ میں حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو ادب اور خوف کی وجہ سے جسم کا رونگٹا رونگٹا کھڑا تھا اور دل خوف و رجا کے بین بین لرزاں تھا، ایک طرف تو عقیدت اور محبت کی شدت میں جالیوں سے لپٹ جانے کو جی چاہتا تو دوسری طرف سانس لینے کی آواز بھی بے ادبی محسوس ہوتی، دل کو یقین نہیں آرہا تھا اور حیران تھا کہ جس بارگاہ کے کم و بیش پچیس سال سے دن رات گیت گائے اور جنکی مدحت اور یادوں میں راتیں گزرتی تھیں کیا واقعی آج میں اُن کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوں؟ خیر مواجہہ شریف میں ختم شریف پڑھا اور بہت دیر تک سر جھکائے مراقب رہا، دل کے کسی گوشہ میں خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گونج رہا تھا خواجۂ خواجگان بہاؤالدین نقشبند بغداد شریف غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر کی قبر انور پہ حاضر ہو کر مُراقب ہوئے تو سرکارِ غوثیت مآب نے بھر پور توجہ فرمائی، تو آپ عرض کناں ہوئے:

اَے دستگیرِ عالَم دَستِ مَرا بِگیر ۔۔۔ دَستِ چُناں بِگیر کہ گویَند دَستگیر

"آپ سارے جہان کا ہاتھ پکڑنے والے ہیں میرا ہاتھ بھی پکڑ لیجیے جس کا ہاتھ آپ پکڑ لیں وہ تو خود ہاتھ پکڑنے والا دستگیر کہلاتا ہے"

حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے خوش ہو کر قبر سے جواب مرحمت فرمایا:

اَے نقشبندِ عالَم نقشِ مَرا بِبَند ۔۔۔ نقشے چُناں بِبَند کہ گویَند نقشبند

"اے جہان کے نقش کو بند کرنے والے اب میرا نقش بھی بند کر اور ایسا نقش بند کر کہ تجھے نقشبند کہا جائے"

اور شاید دل کے کسی خاموش کونے میں حضرت سلطان باھو کی صدا ابھی گونج رہی تھی:

سن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ھو
بیڑا اڑیا میرا وِچ کپھر اں دے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ھو
پیر جنہاں دے میراں باھو اوہی کنڈے لگدے تر کے ھو

جب مراقبہ سے آنکھیں کھولیں تو نوکِ مژگاں پہ محبت بھرے قطرے لیے دل قبولیت کی صداؤں کو سنتے ہوئے حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی خصوصی توجہ اور عنایت کو اپنے کاسہ گدائی میں دیکھتے ہوئے خوشی سے جھومنے لگا، کیونکہ آج بارگاہِ غوثیت سے خلافت و اجازت، نیابت و حفاظت کی وہ نعمتِ کبریٰ حاصل ہوئی جسکا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

"کیا دیکھتا ہوں کہ مزار شریف کے باہر میرے بالکل سامنے آپ سرکار مواجہہ شریف والی جالی کے ساتھ ٹیک لگائے چار زانو تشریف فرما ہیں اور آپکے ہاتھ میں دودھ سے لبالب لوہے کا ایک بڑا سا جگ موجود ہے آپ اُس جگ میں سے دودھ کا ایک گلاس میری اہلیہ عظمیٰ کو دے کر باقی تمام دودھ بندۂ ناچیز کو عطا فرماتے ہیں اور پھر کچھ دیر بعد بحالت مراقبہ جب دوبارہ رابطہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ آپ اپنے مزار شریف سے باہر تشریف لا رہے ہیں آپکے ہاتھ میں آپکی ایک سبز رنگ کی اوڑھنے والی شال ہے جو اپنے دونوں ہاتھوں سے نہایت محبت بھرے انداز میں مجھے اوڑھا دیتے ہیں کچھ وقفہ کے بعد جب تیسری مرتبہ مراقبہ میں رابطہ قائم ہوا تو دیکھا آپ کے ہاتھوں میں گدی یا سیٹ نما لکڑی کی ایک بالشت اونچی چوکی ہے، جسے آپ نے میرے نیچے رکھتے ہوئے مجھے اُس پر بٹھا دیا"۔

اس مبارک سعادت اور نعمت کا ذکر بغداد شریف کے ہمسفر دوست احباب سے اشارۃً کنایۃً کر تو دیا، مگر اصل بات اپنی اہلیہ عظمیٰ کے سوا کسی کو نہ بتائی کیونکہ سوچتا تھا کہ ایک طرف تو خلافت و اجازت اور نیابت کی نوازشات عام سننے والوں کو ہضم نہ ہوں گی، دوسری طرف چھوٹا منہ اور بڑی بات کے تحت روحانیت کی دنیا میں بندہ اپنے مقامِ فقر کی حیثیت سے خوب آگاہ تھا، لہٰذا ازروئے ادب اور حیاء زبان بھی اسکو بیان کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی چنانچہ خاموش رہا۔

مگر جس طرح اِس ظاہری دنیا کا ایک نظام اور کچھ قاعدے کُلیے ہیں، روابط اور پیغام رسانی کے کچھ ضابطے اور نشر و اشاعت کے مختلف نظام قائم ہیں، بالکل ایسے ہی روحانی دنیا میں بھی ایک نظام پایا جاتا ہے جس کا طریقہ کار اُسی روحانی نظام کے شایانِ شان ہے، یہ نظام پیغام رسانی کے لیے کسی تار، خط، ڈاک، ای میل، موبائل، اشاعتی ادارے، نیوز ایجنسی یا قاصد وغیرہ کا محتاج نہیں، بلکہ جب یہاں کوئی سرکُلر جاری کیا جاتا ہے تو زمان و مکان کی

پابندیوں سے ماورا راتوں رات ہی چار دانگ عالم میں اُسے اس طرح پھیلا دیا جاتا ہے کہ انسان کی عقل اُن شواہد کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور بعض اوقات تو عقل اُن کو تسلیم بھی نہیں کرپاتی، خیر اِسی کو روحانی دنیا کہتے ہیں اور پھر جہاں بات شہنشاہِ کشف و کرامات و تصرفات سلطان الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی کی آجائے تو وہاں بہجۃ الاسرار میں امام ابو الحسن الشطنوفی الشّافعی بھی فرماگئے کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانی کو قبر میں بھی زندہ اولیا کی طرح تصرّف کرتے دیکھا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں حضور غوث اعظم کا مزار اقدس ایک زندہ مزار ہے آپکا فیض و تصرف جس طرح حیاتِ ظاہری میں تھا آج بھی اُسی طرح ہے۔

یہاں بندۂ ناچیز کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا کیونکہ فقیر تو حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اِس احسان اور مہربانی پر حیرت میں گم اور ازروئے ادب خاموش تھا۔ مگر جو نعمت بخشنا جانتے تھے وہ اس نعمت کی خبر دینا بھی جانتے تھے، شاید حضور غوث اعظم نے فرمایا ہوگا کہ جو خلافت و نیابت آج ہم سے حاصل ہوئی تحدیث نعمت کے طور پر سلسلۂ مریدین اور دوست احباب سے اس کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر تم بوجہ اَدب خاموش رہتے ہوئے اپنے منہ سے کچھ نہیں بولو گے، تو ہم خود ہی اِس خبر کو عام کر دیں گے، تم نہیں بولتے نہ بولو، اب لوگ بولیں گے اور اُن کی شہادتیں، کیونکہ شاید وہ وقت بہت دور گزر چکا تھا جب آج سے چودہ پندرہ سال قبل گیارہویں شریف کی رات حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے محمد ندیم ولد عبد المجید مغل کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا تو ندیم نے آپکی بارگاہ میں عرض کی حضور! کچھ میرے پیر و مرشد کے بارے میں ارشاد فرمائیں تو حضور غوث پاک سرکار فرمانے لگے:" اُن کے متعلق ہم کیا فرمائیں جب انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔"

پس آپ سرکار حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے میرے پاکستان واپس پہنچنے سے پہلے پہلے اپنی نوازش و احسان کے ذکر کو بزبان خاص و عام کر دیا، اور جو بات میں ازروئے ادب زبان سے نہیں کہہ رہا تھا یا کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پارہا تھا، آپ سرکار نے خود ہی اسے مختلف دوست احباب کے ذریعے عالم رویاء میں بندۂ ناچیز کے متعلق مختلف بشارتیں عطا فرما کر عام کر دیا تھا۔ اب ذیل میں وہ تمام شہادتیں اور واقعات بیان کئے جاتے ہیں جو میرے پاکستان واپس آنے سے پہلے بہ زبانِ خاص و عام کر دیے گئے تھے۔ مگر اُن واقعات کو بیان کرنے سے قبل میں یہاں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ آلارا تصنیف اخبار الاخیار سے ایک واقعہ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کس طرح اولیاء اللہ خواب میں آکر معاملات کی خبر دیتے اور عقدہ کشائی فرماتے ہیں۔ مولانا ظہیر الدین لنگ جو کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے قریبی مصاحب میں سے تھے فرماتے ہیں کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح (قطب عالم شاہ رکن عالم) کے پاس جمعہ کے دن لوگوں کا بہت رش ہوتا، حالانکہ لوگ مجھے عقل مند اور عالم مانتے ہیں مگر اس کے باوجود میرے پاس اس طرح جوق در جوق نہیں آتے جیسے شیخ رکن الدین کے پاس جاتے ہیں میں نے دل میں سوچا

کہ شاید حضرت نے تسخیرِ خلائق کا کوئی عمل (چلہ وغیرہ) کر رکھا ہے، پس میں نے دل میں ٹھان لی کہ حضرت سے جاکر ایک شرعی مسئلہ پوچھوں گا، اور دیکھوں گا کہ وہ مجھے اِس کا جواب دے پاتے ہیں یا نہیں؟ خیر اُسی رات مجھے خواب میں حضرت شیخ کی زیارت ہوئی آپ نے خواب ہی میں مجھے حلوہ کھلایا جس کی حلاوت میں بیدار ہونے کے بعد بھی سارا دن محسوس کرتا رہا مگر پھر بھی میرے دل کی تسلی اس خواب سے نہ ہوئی اور سوچا کہ یہ عمل تو شیطان بھی کر سکتا ہے، لہٰذا میں اپنی اس بات پر قائم رہا کہ صبح اُن کے پاس جاکر ضرور بھی مسئلہ پوچھوں گا، لہٰذا دوسرے دن جب میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے: بہت اچھا ہوا جو آپ تشریف لے آئے میں تو آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا، اور جو سوال میں دل میں سوچ کر آیا تھا اُسکا جواب عنایت فرما دیا۔ مولانا ظہیر الدین لنگ فرماتے ہیں کہ جب شیخ صاحب نے یہ مسئلہ اپنی تقریر میں بیان کر دیا تو (شرم اور حیاء کی وجہ سے) میرے جسم سے پسینہ پانی کی طرح بہنے لگا، اِس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ شیطان جس طرح نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اسی طرح حقیقی شیخ (کسی ولی اللہ) کی شکل بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ اُسکی زندگی رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر رہتے ہوئے اُن کی پوری پوری پیروی اور متابعت میں گزرتی ہے۔ اس کے بعد شیخ نے مولانا ظہیر الدین سے خطاب کر کے فرمایا کہ مولانا! آپ ظاہری علوم سے مالا مال ہیں، لیکن علوم حال سے ابھی نا آشنا ہیں"۔ یہ واقعہ یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب شیطان کسی بھی ولی اللہ کی شکل میں کسی کے بھی خواب میں نہیں آسکتا تو ولیوں کے سلطان اور بادشاہ کی شکل میں کیسے آجائے گا ہر گز ممکن ہی نہیں۔

خیر جب ہم لوگ واپس پاکستان پہنچے تو شہادتوں، گواہیوں، زیارتوں، بشارتوں کی نوید لیے پے در پے ایسے ایسے لوگ میرے پاس آئے کہ میں خود بھی حیران تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے کہ میں جس بات کو چھپاتا اور بیان کرنے سے گریزاں ہوں لوگ وہی بات حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی زبانی مجھے آکر بتاتے ہیں۔

احمد فراز نے خوب کہا تھا؛ ہم سنائیں تو بات اور ہے یار لوگوں کی زبانی اور ہے

والدہ ماجدہ کا خواب: حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی بشارات بیان کرنے سے پہلے میں اپنا اور اپنی والدہ کا ایک خواب بیان کرنا چاہوں گا: ۲۹ دسمبر ۲۰۱۰ کو جب ہم بغداد شریف کے لیے ایئر پورٹ روانہ ہونے والے تھے اور درجنوں دوست احباب الوداع کے لیے حاضر تھے، روانگی سے قبل میری والدہ ماجدہ مجھ سے فرمانے لگیں محسن! میں تمہیں ایک مبارک خواب سنانا چاہتی ہوں: " دیکھتی ہوں بڑے بڑے صحن، بر آمدوں اور دروازوں والی ایک بہت بڑی عمارت ہے جس میں فیروزی رنگ کچھ نمایاں ہے اور ہاتف غیبی سے آواز آرہی ہے تمہارے بیٹے محسن کو اُس کی منزل اور مقام مل چکا مگر اُس کا اظہار اور تکمیل اِس جگہ اور مقام پر ہے"۔ جب بغداد شریف سے واپسی پر والدہ محترمہ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو فرمانے لگیں بغداد شریف روانگی کے وقت جس خواب والی فیروزی عمارت کا

ذکر میں نے تم سے کیا تھا وہ عمارت اور مزار شریف تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا کیونکہ تمہارے جانے کے بعد ایک روز کسی ٹی وی چینل پر حضور غوث اعظم کے متعلق پروگرام لگا ہوا تھا جس میں ان کا تمام مزار، مسجد اور مدرسہ دکھایا جا رہا تھا، جب میں نے اس مزار اور عمارت کو دیکھا تو چونک پڑی کہ اس مزار اور عمارت کا ذکر تو بغداد شریف روانگی سے قبل میں نے محسن سے کیا تھا یہ تو وہی مزار اور عمارت تھی جو مجھے خواب میں دکھا کر یہ کہا گیا تھا ''تمہارے بیٹے محسن کو اُس کی منزل اور مقام مل چکا مگر اُسکا اظہار اور تکمیل اِس جگہ اور مقام پر ہے۔''

یہاں اپنا بھی ایک خواب عرض کرتا چلوں، ۲۲ نومبر ۲۰۱۰ء کو جب فجر کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا تو کیا دیکھتا ہوں؛ میں چار پانچ دوستوں کے ساتھ جن میں مدثر، عقاص، عتیق وغیرہ بھی شامل ہیں حضور غوث اعظم کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لیے گیا ہوں اور میرے دروازے پر دستک دینے پر اندر سے پانچ کلی ٹوپی پہنے سیاہ داڑھی اور میانہ قد والے آپ کے ایک مرید دروازہ کھولتے ہیں جن سے میں پوچھتا ہوں کیا حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی تشریف رکھتے ہیں؟ وہ جواب میں کہتے ہیں بس پانچ دس منٹ میں تشریف لانے ہی والے ہیں، ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آپکے وہی مرید ہمیں یہ کہتے ہوئے اندر لے جاتے ہیں کہ آپ سرکار تشریف لا چکے ہیں اور فرما رہے ہیں اُن لوگوں کو بھی اندر لے آؤ۔ ہم لوگ جب اندر داخل ہوئے تو دیکھا حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک چارپائی پر چار زانو تشریف فرما تھے، میں آپ کے پاس زمین پر ہی بیٹھ جاتا ہوں اور اپنے ہاتھ آپ کے قدمین شریفین پر رکھ لیتا ہوں۔ آپ سرکار مجھے فرماتے ہیں کیا آپ کا وضو ہے؟ میں عرض کرتا ہوں حضور میں وضو کر کے آیا ہوں، آپ فرماتے ہیں دوبارہ وضو[1] کر لو۔ چنانچہ میں وضو خانہ میں جا کر تازہ وضو کر کے دوبارہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں اور عرض کرتا ہوں: حضور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک منقبت لکھی ہے، جب دوبارہ آپ کے پاس آیا تو وہ منقبت لے کر آؤں گا اور آپکو سناؤں گا، اور آج میں بہت خوش ہوں کہ آپ کی زیارت بھی کر رہا ہوں اور آپ سے باتیں بھی۔ میری بات سن کر شیخ عبد القادر جیلانی مسکرائے اور مسکراتے ہوئے بڑی محبت سے فرمانے لگے ''ٹھیک ہے آپ نے جو منقبت میری شان میں لکھی ہے وہ لے آنا میں سن لوں گا مگر جو منقبت اپنی شان میں ہم نے خود سے لکھی ہے پہلے مجھے وہ تو پڑھ کر سناؤ۔'' اور آپ اپنی لکھی ہوئی منقبت کے دو تین کاغذ مجھے عنایت فرماتے ہیں، جب میں اس منقبت کے اشعار آپ کو پڑھ کر سنانے لگتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ تو میری ہی لکھی ہوئی منقبت ہے جو آپ نے مجھے پکڑا دی۔ یہاں مجھے ۳۰ دسمبر

---

[1] بندہ جب بیعت طریقت کے لیے اپنے پیر و مرشد قطب جلی حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تھا تو آپ سرکار بھی بالکل ایسے ہی ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے اور آپ نے بھی بندہ ناچیز کو اپنے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمانے سے قبل تازہ وضو کا حکم ارشاد فرمایا تھا اگرچہ بندہ باوضو ہی حاضر ہوا تھا۔

۱۹۹۰ بمطابق ۱۲ جمادی الثانی بروز اتوار کی وہ رات یاد آگئی جب حضور غوث اعظم کی زیارت ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ؛"آپ مجھے مختلف علوم پڑھارہے ہیں اور علم میرے سینے میں بھرتا چلا جارہا ہے اور تمام پردے آنکھوں سے ہٹتے چلے جارہے ہیں"۔ لہٰذا جو منقبت فقیر نے آپ کی شان میں لکھی یا جو بھی سخن کبھی آپ سرکار کی مدحت میں ادا ہوا یہ سب آپ ہی کے حکمت و معرفت کے سمندر کی خیرات ہے۔ خیر وہ منقبت پڑھتے ہوئے کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بہت خوش ہیں اور بعض اشعار کی تکرار پر تو ہونٹوں پہ تبسم لیے جھومتے ہوئے خوشی سے آپکا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھتا ہے۔ آخری منظر یہ ہے کہ منقبت سن کر آپ بہت خوش ہوتے ہیں۔

بغداد شریف روانگی سے قبل جب حضور غوث اعظم کی اِس محبت بھری زیارت کا ذکر بندۂ ناچیز نے شیخ ظہیر الحق نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو خواب سنتے ہی فرمانے لگے؛"جس انداز میں انہوں نے آپ کو تازہ وضو کا فرمایا ایسا لگتا ہے کہ حضور غوث اعظم آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل فرمانا چاہتے ہیں اور جس طریقہ سے وہ آپکی ہر قدم پر رہنمائی اور پشت پناہی کرتے ہوئے روحانی تربیت فرمارہے ہیں شاید اسکا اشارہ اجازت (خلافت) کی طرف بھی جاتا ہے جیسے کہ درود شریف ہی کو دیکھ لیں انہوں نے بذات خود آپکو اس کی اجازت تعداد کے ساتھ ارشاد فرمائی"۔

غلام مصطفی ولد ملک سَید محمد کہتے ہیں کہ ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں درگاہ محسنیہ پر بغداد شریف سے تشریف لانے کی خوشی میں محفلِ نعت منعقد ہے اور آپ حضور غوث اعظم کے ساتھ سٹیج پر تشریف فرما ہیں مگر ہر کام میں حضور غوث پاک نے آپکو آگے کیا ہوا ہے۔

اب بندۂ ناچیز اُن واقعات اور بشارات کا ذکر کرتا ہے جن میں حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا بذات خود (بالواسطہ یا بلاواسطہ) مختلف لوگوں کو مختلف انداز میں اشارۃً کنایۃً بلکہ صراحتاً پیغام دے کر یہ بتادینا کہ ہم اسکو اپنی خلافت، اجازت اور نیابت سے نواز چکے ہیں مثلاً: ◈ قاری اصغر رضا صاحب ولد حاجی محمد طفیل فرماتے ہیں؛ ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ بروز جمعرات بعد از نمازِ عشاء جب میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مجھے فرمارہے ہیں "بیٹا! تمہارے پیر و مرشد کی زندگی شہنشاہوں جیسی ہے" تو میں عرض کرتا ہوں حضور! میرے پیر و مرشد بھی یہی فرماتے ہیں کہ آپ سرکار غوث پاک کی زندگی مبارک بھی شہنشاہوں جیسی تھی۔ ◈ اِسی طرح بغداد شریف سے واپس پاکستان آتے ہوئے چند دنوں کے لیے جب ہم مالدیپ میں رکے تو ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ بروز جمعرات بندہ کی اہلیہ عظمٰی خواب میں کیا دیکھتی ہیں کہ شیخ محمد ظہیر الحق نیازی رحمۃ اللہ علیہ (جو اُس وقت تک پردہ فرما چکے تھے) اُنہیں فرمارہے ہیں؛"جیسی زندگی حضور غوث اعظم گزارتے تھے ویسی ہی زندگی انہوں نے محسن کو بھی عطا فرمادی۔" ◈ جیسا کہ بزم شاہ جیلاں والے ہال کی تعمیر کے عنوان کے تحت بھی ذکر کیا گیا کہ ایک روز میری بیٹی ثوبیہ نے خواب دیکھا کہتی ہے کہ؛"ہمارے گھر کے ساتھ جو بڑا سا خالی پلاٹ ہے اُس میں

میلاد کی محفل سجی ہوئی ہے، سٹیج پر آپ اور حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی تشریف فرماہیں، جیسالباس حضور غوث اعظم کا ہے ویساہی لباس آپ نے بھی پہن رکھا ہے ◈ اِسی طرح پیر محمد نعیم ولد محمد صابر حسین ۱۶ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ایک خواب دیکھتے ہیں کہ انہیں خواب میں بندۂ ناچیز کی زیارت ہوئی، چند دوست جن میں غالباً عقاص، فرحان اور علی نواز بھی وہاں موجود تھے اور آپس میں باتیں کررہے تھے کہ حضرت صاحب تو بغداد شریف جارہے ہیں اسی اثنامیں ہاتف غیبی سے آواز آتی ہے، "آپ لوگوں کے پیرومرشد کی داڑھی شریف تو حضور غوث پاک کی داڑھی شریف کی طرح ہے"خواب میں جب آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتاہوں تو آپکی داڑھی شریف واقعی بہت خوبصورت بھلی اور نورانی منظر پیش کررہی تھی۔ ◈ محمد ہارون ولد سعید احمد سعید کہتے ہیں کہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۲ء نماز فجر کے بعد خواب میں کیا دیکھتاہوں کہ "محفل گیارہویں شریف منعقد ہے اور حضرت صاحب صدارت کی کرسی پر بیٹھے خطاب فرمارہے ہیں اچانک بہت تیز روشنی میں حضرت صاحب کا چہرہ حضور غوث پاک کے چہرے میں تبدیل ہوجاتاہے، سفید نورانی داڑھی اور سرپر نارنجی رنگ کا عمامہ شریف ہے" ◈ ہارون کو جو زیارت ہوئی اس کے چند دن بعد ہی ماہانہ ختم گیارہویں شریف کی محفل کے دوران محمد طارق ولد محمد طفیل فرماتے ہیں کہ جب آپ منبر رسول پر حضور غوث اعظم کے فضائل ومناقب بیان فرمارہے تھے تو بحالت بیداری کھلی آنکھوں سے میں نے یہ منظر دیکھا؛ آپکا چہرہ حضور غوث اعظم کے چہرہ مبارک میں تبدیل ہوگیا، چہرے پر سفید داڑھی اور سرپر نارنجی رنگ کی پگڑی شریف باندھے وعظ فرمارہے ہیں" ◈ محمد ہارون محسنی کہتے ہیں ۲۱ مارچ ۲۰۱۳ء کو دیکھاکہ سٹیج پر حضور غوث اعظم اور چند دیگر بزرگ تشریف فرماہیں خواب میں ہی قبلہ پیرومرشد سے عرض کرتاہوں کہ حضور غوث پاک سرکار تشریف فرماہیں مگر آپ کا چہرہ دیکھتاہوں تو وہ حضور غوث اعظم کا چہرہ مبارک ہوتا ہے۔

◈ بالکل ایسے ہی محمد یاسر ولد غلام عباس کے ساتھ دفتر میں جاب کرنے والی مُصوِّرہ نامی ایک خاتون جو کہ نہ تو راقم سے بیعت رکھتی ہے اور نہ ہی راقم نے اُسے کبھی دیکھا، یاسر کو کہتی ہیں کہ "مجھے خواب میں آپکے پیرومرشد کے چہرے میں حضور غوث اعظم نے اپنی زیارت سے نوازا"۔ ◈ نوید راٹھور ولد شوکت علی راٹھور (منیجر فنانس ڈی۔جی سیمنٹ، جو کبھی میرے کلاس فیلو تھے مگر اب بیعت ہوکر مرید بھی ہیں) فرماتے ہیں جب آپ بغداد شریف میں تھے خواب میں کیا دیکھتاہوں کہ حضور غوث اعظم کے مزار شریف کے اندر مواجہہ شریف والی جالیوں کے سامنے آپکے لیے سفید چادریں بچھاکر مختلف قسم کے برتنوں میں انواع واقسام کا لنگر شریف لگایا گیا ہے۔ ◈ محمد طاہر شیخ ولد محمد اسلم شیخ (ایکسین ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن گلبرگ لاہور) کے بھائی محمد زبیر شیخ فرماتے ہیں؛ "۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء کو میں دبئی ایئرپورٹ پر تھا، مجھے پتہ چلاکہ میرے بھائی کے پیرومرشد بھی اِسی ایئرپورٹ پر موجود ہیں اور بغداد شریف جارہے ہیں، چونکہ کینڈین ڈیسٹینیشن کی وجہ سے میری کنیکٹنگ

فلائیٹ بھی ابو ظہبی سے تھی اور بغداد شریف جاتے ہوئے اُن کی کنیکٹنگ فلائیٹ بھی ابو ظہبی سے تھی، لہٰذا میر اٹرمینل بغداد شریف والے ٹرمینل سے علیحدہ تھا، چنانچہ میں باوجود کوشش بھی اُن سے ایئر پورٹ پر مل نہ سکا۔ اِسی دوران ڈیپارچر لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی، کیا دیکھتا ہوں ایک صوفے پر قبلہ پیر و مرشد اُن کی اہلیہ اور حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی تشریف فرما ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ دُعا فرما رہے ہیں اور آپ قبلہ پیر و مرشد پر رِقت طاری ہے۔ خاص بات جو میں نے دیکھی وہ یہ کہ "آپ کے سر پر نقشبندیہ کی بجائے قادریہ سلسلے کی ٹوپی شریف تھی"۔ ◈ بالکل اسی طرح ایک بزرگ محمد طارق ولد محمد طفیل جو کہ اورادِ فتحیہ اور درود شریف کے زبردست عامل کامل ہیں اور ہزاروں لوگ اُن سے فیض حاصل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ: "جن دنوں آپ بغداد کے سفر پر تھے آپکی غیر موجودگی میں آپکے آستانے پر محفل گیارہویں شریف کے دوران مجھے بحالت مراقبہ آپکی زیارت ہوئی تو دیکھا کہ آپ کے سر پر نقشبندی ٹوپی کی بجائے سلسلہ عالیہ قادریہ کی ٹوپی تھی"۔ ◈ بندۂ ناچیز کے بڑے بیٹے احمد محسن نے ۴ فروری ۲۰۱۱ء کو خواب میں دیکھا کہ "بندہ کے سر پر حضور غوثِ اعظم کی طرف سے سرخ ٹوپی رکھ کر سفید پگڑی باندھ دی گئی ہے"۔ ◈ محمد عمر ولد سیف الرحمان فرماتے ہیں: جب آپ بغداد شریف میں تھے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر پر ایک بہت بڑی سفید رنگ کی نورانی چمکدار پگڑی شریف بندھی ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ آپکے پیر و مرشد کی پگڑی حضور غوث اعظم کی پگڑی کی مانند ہے۔

یہاں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ اِن اللہ والوں کی ٹوپیاں، پگڑیاں، دستاریں، جبّے سب ایک ہی ہیں۔ جیسے کہ بندہ کو کئی سال پہلے حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی زیارت ہوئی جس میں دیکھا کہ آپ سرکار کے سر مبارک پر نقشبندی پانچ کلی ٹوپی تھی۔ یہ اللہ والے بھلے نقشبندی ہوں، قادری ہوں، چشتی ہوں یا سہروردی، صابری، مجددی یا رفاعی۔ اندر سے سب ایک ہی ہیں جیسے کہ دریا کوئی بھی ہو راوی ہو، سندھ، ستلج ہو، چناب یا جہلم تمام دریا ایک ہی سمندر میں فنا ہو کر بقا کی زندگی پاتے ہیں، یعنی راستے مختلف مگر منزل سب کی ایک ہی ہے۔ ڈیپارٹمنٹ علیحدہ علیحدہ ہی کیوں نہ ہو یونیفارم سالکیت کا پہن رکھا ہو یا مجذوبیت کا، انداز ملامتیہ ہو یا اُویسیہ مرتبہ میں غوث، قطب ہوں یا ابدال و قلندر، نقیب ہوں یا نجیب، حاضر ہوں یا رجال الغیب سب کا مین ہیڈ کوارٹر پریذیڈنٹ ہاؤس روضۂ رسول ﷺ مدینہ طیبہ میں بارگاہ رسالت مآب اور پرائم منسٹر ہاؤس بغداد شریف میں بارگاہ غوثیت مآب ہے۔ ◈ سادات کے خاندان سے تعلق رکھنے والی شازیہ عامر فرماتی ہیں کہ بغداد شریف سے واپسی پر ایک دن خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ جیسے آپ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم کے روضہ پر مراقبہ فرمایا کرتے تھے بالکل ویسے ہی اُن کے مزار پر مواجہہ شریف والی جالی کے سامنے سبز چادر اوڑھے مراقبہ فرما رہے ہیں، حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اپنے مزار شریف میں تشریف فرما ہیں اُن کی نگاہ اور توجہ آپکے وجود پر ہے، اتنے میں وہ آپ پیر و مرشد کو دیکھتے

ہوئے مجھے فرماتے ہیں؛"یہ چادر ہماری تھی جو کہ ہم نے اب اِن کو اوڑھادی ہے" ◈ سالانہ بڑی گیارہویں شریف والے دن محفل کے اختتام پر پیر مسعود احمد صاحب کی صاحبزادی عائشہ مسعود فرماتی ہیں؛ میں نے خواب میں دیکھا آپ ایک بہت خوبصورت چادر اوڑھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تشریف فرماہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپکو دیکھتے ہوئے مجھے فرمارہے ہیں؛"یہ ہماری پسندیدہ چادر تھی جو ہم نے آپ کے پیر و مرشد کو عطا فرمادی" ◈ اگر ایک طرف شازیہ عامر اور عائشہ مسعود کو اس نعمت کی تصدیق چند دن یا چند ہفتوں کے بعد کی جارہی تھی تو دوسری طرف پیر طریقت محمد جہانگیر صاحب کی زوجہ شازیہ جہانگیر کو غالباً اُسی دن (جب ۳جنوری کو حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بندۂ ناچیز کو خلافت و نیابت اور اپنی چادر مبارک عطا فرمارہے تھے) حیرت انگیز طور پر تمام واقعہ سے آگاہ کیا جارہا تھا۔ وہ فرماتی ہیں آپکو بغداد شریف گئے تیسرا یا چوتھا دن تھا تہجد کے وقت خواب دیکھتی ہوں کہ حضور غوث اعظم اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور ساتھ ہی آپ اور آپکی اہلیہ بھی موجود ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی چادر مبارک آپ کو عطا فرمارہے ہیں" ◈ پیر طریقت قاری اصغر رضا محسنی کی زوجہ محترمہ رخسانہ اصغر نے ۴جنوری ۲۰۱۳ءکو تہجد کے وقت ایک خواب دیکھا جسے وہ ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:۔ آسمان بہت قریب ہے ستارے جھکے جھکے آرہے ہیں آسمان پر قبلہ پیر و مرشد کے ساتھ بہت سارے مریدین کسی محفل میں تشریف فرماہیں، آسمان پر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور قبلہ پیر و مرشد کا نام نورانی شعاعوں اور چمکتے حروف سے لکھا جاتا ہے میں سوچتی ہوں کہ میرے پیر و مرشد کی رسائی آسمانوں تک ہے۔

بے بول دی وی تینوں سمجھ ناہی، جیہڑا نِت تیرے وچ بولدا اے
اَو بولے وچ تیرے تو ڈھونڈیں باہر اُس نوں، وانگ مرغیاں دے کوڑا پھولدا ایں
بھلا بُجھ ہاں کون ہے وچ تیرے، شاید اَو ہووے جنہوں تولدا ایں
بلھے شاہ جدا نہیں رب تیتھوں آپے آواز مارے آپے بولدا اے

اگرچہ اُن دنوں بے شمار دوست احباب شہادتوں اور زیارتوں کی صورت میں بندۂ ناچیز کو غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے پیغامات آکر دیتے مگر جب عائشہ مسعود کی زبانی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام موصول ہوا تب سمجھ میں آیا کہ عنایات فیوض و برکات، تربیت روحانی، رہنمائی اور پشت پناہی اگر غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف سے ہے تو قبولیت، پسندیدہ چادر (جو حضور غوث پاک نے عطا فرمائی) اور ہدایات حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، کیونکہ بزم شاہِ جیلاں والے ہال کی تعمیر کے دوران دونوں جہانوں کے تاجدار، حبیب کِردگار شفیع روز شمار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ ہوئی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبد القادر جیلانی کو بندۂ ناچیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں "دیکھو اِس نے تمہارے عشق اور محبت میں رو رو کر کیا حال کرلیا ہے"

یادوں کے دریچے کھلے تو ۵ جنوری ۱۹۹۰ء کی وہ مبارک اور ٹھنڈی رات یاد آئی جب سرکارِ دوجہاں نے رخِ انور سے پردہ اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کو بندۂ ناچیز کے متعلق کچھ ہدایات ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہاں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ زرقانی شریف میں ہے "حضور نبی پاک ﷺ اسرارِ الٰہی کا خزانہ اور حکم کے نافذ ہونے کا مرکز و محور ہیں، لہٰذا کوئی امر نافذ نہیں ہو سکتا مگر حضور ﷺ کے حکم سے، اور کوئی چیز کسی تک منتقل نہیں ہو سکتی مگر حضور ﷺ کے دستِ کرم سے"۔ اب جبکہ ہدایات خود سرورِ کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے تھیں، لہٰذا جب کڑیوں سے کڑیاں ملتی چلی گئیں تب بات کھل کر سمجھ میں آئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چادر حضور شیخ عبد القادر جیلانی کے دست مبارک سے بندۂ ناچیز تک کیسے پہنچی۔

وہ بھی سردیوں کی ایک ٹھنڈی رات تھی جب ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء کو حضور غوث اعظم کی زیارت مبارکہ ہوئی تو دیکھا کہ بندۂ ناچیز کے لیے آپ سرکار نے تبرکات بھجوائے ہیں اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے "حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے آپکو اپنے پاس سے وافر حصّہ عطا فرمادیا"۔

بات چل نکلی تو ۲۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ملنے والے اُن بزرگوں کا ذکر نہ کرنا تشنگی سے خالی نہ ہو گا کہ میں جیسے ہی دربار کے احاطے میں داخل ہوا ایک طویل القامت بزرگ سامنے صحن میں کھڑے نظر آئے، جونہی مجھ پر نظر پڑی تیزی سے میری طرف لپکے جیسے ایک مدت سے منتظر ہوں، سلام کے بعد کہنے لگے: "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ پر نازاں ہیں اور سرکارِ بغداد آپ سے خوش ہیں" اُنکی بات پر حیران ہوا مگر چلتا رہا وہ بھی میرے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور خواجہ صاحب کی چلہ گاہ تک آگئے اور پھر اچانک نظروں سے اوجھل ہو گئے، جب میں مزار مبارک کے بالکل قریب پہنچا تو وہ وہاں پھر نمودار ہوئے اور وہی الفاظ دہرائے؛" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ پر نازاں ہیں اور سرکارِ بغداد آپ سے خوش ہیں" ساتھ ہی اپنے بوسیدہ تھیلے میں سے تازہ گلاب کے پھولوں کی ایک مالا نکالی اور میرے گلے میں ڈال دی اور پھر جدھر سے آئے تھے ادھر کو چلتے بنے۔ خیر میں نے دُعا مانگی اور گھر کی جانب روانہ ہوا، راستے میں نہ جانے کیا خیال آیا کہ پھولوں کو گننا شروع کیا تو شہنشاہِ بغداد کی نسبت سے وہ پھول پورے گیارہ تھے۔

اسی طرح نوید بٹ محسنی ولد محمد منیف بٹ محسنی نے جو خواب دیکھا وہ کسی تعبیر کا محتاج نہ تھا بلکہ حضور غوث اعظم نے ایک اور شہادت کے ذریعے اس واقعہ سے تعلق رکھنے والی تمام شہادتوں اور پیغامات پر صراحتاً یعنی واضح الفاظ میں کھلم کھلا تصدیقِ خلافت کی مہر ثبت کر دی، نوید کہتے ہیں؛ "۷ جولائی ۲۰۱۱ء بروز جمعرات خواب میں کیا دیکھتا ہوں حضور غوث اعظم تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے قبلہ پیر و مرشد بھی موجود ہیں حضور غوث پاک مجھے (نوید کو) فرماتے ہیں" آپ محسنی ہو؟" میں عرض کرتا ہوں؛"جی حضور میں محسنی ہوں"۔ پھر آپ سرکار رضی اللہ عنہ قبلہ پیرو

مرشد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جانتے ہو یہ کون ہیں ؟ میں عرض کرتا ہوں حضور آپ خود ہی فرمادیں! تو آپ فرماتے ہیں: "یہ محسن ہیں اور ہمارے خلیفہ ہیں"۔ یہ حضور غوث پاک سرکار کی پہلی زیارت مبارکہ ہے جو مجھے قبلہ پیرومرشد کی بدولت نصیب ہوئی"۔

آخیر پر یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ اِن تمام بشارتوں میں زیادہ تر وہ لوگ شامل تھے جن کو اِس سے قبل حضور غوث اعظم کی زیارت عالم رؤیا یا حالت بیداری میں کبھی نہ ہوئی، بلکہ یہ اُن کے نصیب کی پہلی یا پھر شاید آخری زیارت تھی۔ اُن دِنوں مجھے یہ خیال اکثر دامن گیر رہتا کہ یہ کیا معاملہ ہے اِس سے پہلے ۴۷ سالہ زندگی میں تو کبھی کوئی شخص حضور غوث اعظم کا کوئی پیغام یا بشارت لے کر نہ آیا، کیا اِن درجنوں لوگوں کو صرف انہی مخصوص دنوں کے عرصہ میں ہی بندہ کو پیغام اور بشارت کے لیے حضور غوث اعظم کی طرف سے منتخب کرکے زیارت سے نوازا جاناتھا۔

دراصل بات پھر وہیں پہ آتی ہے جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں امام ابوالحسن الشطنوفی الشّافعی بھی فرماگئے کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو قبر میں بھی زندہ اولیاء کی طرح تصرّف کرتے دیکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "حضور غوث اعظم کا مزار اقدس ایک زندہ مزار ہے، آپکا فیض و تصرف جس طرح حیاتِ ظاہری میں تھا آج بھی اُسی طرح ہے"۔ لہٰذا بندہ ناچیز کے نزدیک وہ جس کو چاہیں جیسے چاہیں جہاں چاہیں خواب یا حالت بیدرای میں اپنی زیارت کرواسکتے ہیں۔

یہ تمام واقعات اسقدر تیزی اور تواتر سے رونما ہورہے تھے کہ میں خود بھی حیران تھا مگر اب معاملہ اگر تو صرف میری ذات کی حد تک محدود ہوتا تو شاید میں اِسکو چھپا جاتا اور منظر عام پر نہ آنے دیتا، لیکن جب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بذات خود مختلف لوگوں کو نہ صرف اس واقعہ سے آگاہ فرما رہے تھے بلکہ بار بار اُن کے ذریعہ بندہ تک بھی اپنا پیغام پہنچا رہے تھے، مجھے سمجھ میں یہ نہ آتا تھا کہ کیا لکھوں اور کیا چھپاؤں کسرِ نفسی اور عاجزی کا دامن تھامتے ہوئے اگر خاموش رہوں تو کہیں بے ادب نہ کہلاؤں کیونکہ آپ سرکار کے پردہ فرمانے سے لے کر آج تک آپ کے فضائل و محاسن کے ضمن میں اس ۳ جنوری والے واقعے کی صورت میں آپکی ایک عجیب کرامت، مقامِ بزرگی اور شانِ تصرف جو آج روحانی دنیا میں ایک نئے انداز اور شکل میں ظاہر ہوا تھا کہیں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ جائے، لہٰذا مولویوں کے فتوؤں لوگوں کے طنز کے تیر و تفنگ، طعنوں اور خود نمائی کی باتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آپ سرکار کے اس قول کے فیض سے ۳ جنوری والا واقعہ لکھ ڈالا:۔

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

"اے میرے مرید کسی سے نہ ڈر اللہ میرا پروردگار ہے۔ اُس نے مجھے رفعت عطا کی جس سے میں نے مطلوبہ آرزوؤں کو پالیا"

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالٍ

"اے میرے مرید! عشق الٰہی سے سرشار ہو کر خوش رہ، نڈر بے باک ہو اور خوشی کے گیت گا۔ جو چاہے کر میرا نام بلند ہے"

یہاں مقصد اپنی کرامت اور بزرگی کا اظہار ہرگز نہیں تھا، ہاں! بلکہ یہ ضرور سوچتا تھا کہ اپنے محسن کے احسانات اور لطف و عنایات کا تذکرہ اگر لوگوں سے نہ کروں تو خدانخواستہ یہ بات کتمانِ حق یا احسان فراموشی کے ضمن میں نہ چلی جائے کیونکہ تاجدارِ دوجہاں کا فرمان ہے "جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں بن سکتا" اور یہ کیفیت بھی تھی کہ اس تمام عرصہ کے دوران جب کبھی اُن کا نام آیا دل جذبات کا درد لیے نوکِ مژگاں پہ محبت کے قطرے سجائے تیار رہتا، پس تحدیث نعمت کے طور پر آپکے غلام کے قلم کی سیاہی قرطاس ابیض کو قرطاس اسود میں تبدیل کرتی چلی گئی۔

جب بھی تیری بات چھڑی، جب بھی تیرا نام آیا
دل کو تسکین ملی درد کو آرام آیا

غلام کی تعریف میں یہ عرض کرتا چلوں کسی کو اُسکی خدمت کے عوض اُسکی اُجرت پر محدود رکھتے ہوئے فقط اُسکی جگہ اور ڈیوٹی پر موجود رکھا جاتا ہے اور اُس کو اپنی جگہ اور مقام کے اندر رہتے ہوئے اپنے کام میں دانستہ، نادانستہ کمی بیشی کا جوابدہ بھی ہونا پڑتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو اُسکا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں گیارہویں شریف کے عنوان میں شیخ نارنول والا واقعہ گزرا، جبکہ فقط حالت وجد میں گیارہویں شریف کی نیاز کو اُنکا پاؤں لگا تو ولائیت سلب ہوگئی، جبکہ کسی کو انعام و اکرام سے نواز کر فارغ نہیں اور قریب بلکہ بعض اوقات تو محرمِ راز بھی بنالیا جاتا ہے، اور کچھ کو تو ایسی قبولیت بخشی جاتی ہے جو چاہو کرو کوئی سوال نہیں۔ بحالت ایمان جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی آنکھوں سے دیکھا وہ غوث، قطب، ابدال، قلندر سے بھی اوپر صحابی کے درجہ پر فائز ہوا۔ اب نفس صحابیت میں کم و بیش سوا لاکھ صحابہ کرام سب ہی برابر ہیں مگر اصحاب بدر تو صرف تین سو تیرہ ہی تھے۔ جن کے لیے خاص رضائے الٰہی کا مژدہ سنایا گیا اور پھر اُن میں سے بھی عشرہ مبشرہ تو صرف دس ہی تھے جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت اور خوشخبری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اُنکی زندگی میں ہی سنادی تھی۔ ویسے تو تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں مگر جو روشنی ان چار سربفلک پہاڑوں کی چوٹیوں سے گلستان شریعت اور نخلستان طریقت میں روشن ہوئی وہ اور کہاں (حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ذوالنورین، اور علی شیر خدا رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) اور پھر جو قربت و رفاقت، ظاہر و باطن کے اسرار و انوار حضرت ابو بکر صدیق اور مولیٰ علی مشکل کشا کو حاصل ہوئے اُن کی حقیقت عالم روحانیت اور علوم معرفت میں ایک عجیب مقام سے آشنا کرتی ہے۔ خیر سلسلہ کلام جہاں سے منقطع ہوا تھا بات وہیں سے شروع کرتے ہیں کہ کسی کو اپنی جگہ اور مقام کے اندر رہتے ہوئے اپنے کام میں دانستہ نا

دانستہ کمی بیشی کا جوابدہ ہونا پڑتا ہے اور کسی کو ایسی قبولیت بخشی جاتی ہے جو چاہو کرو کوئی سوال نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضرت عبدالرحمن ابن خباب جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں فرماتے ہیں: میں اُس مجلس میں موجود تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ تبوک کی تیاری کے لیے مسلمانوں کو مالی قربانی اور خدمت پیش کرنے کی ترغیب اور جوش دلا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دلانے پر ہر مرتبہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ عرض کرتے ہوئے کھڑے ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا اتنا مال بمعہ ساز و سامان اور اونٹوں کے آپکی خدمت میں راہِ خدا کے لیے پیش کرتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عثمان غنی کی خدمت پر اس قدر خوش اور راضی ہوئے کہ حضرت خباب فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترتے ہوئے یہ فرما رہے تھے "اس عمل کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں، اس عمل کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں (یعنی اُن کو کوئی نقصان نہیں) اب عثمان جو مرضی کریں۔ بہجۃ الاسرار میں امام ابوالحسن شطنوفی الشافعی لکھتے ہیں: حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اپنے رب کے جلال و عزت کی قسم میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسے ہے جیسے آسمان زمین پر، کیا ہوا جو میرا مرید اچھا نہیں، میں تو اچھا ہوں اور مجھے اپنے پروردگار کی عزت و جلال کی قسم میں اُس کی بارگاہ سے اُس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک اپنے تمام مریدوں کو لے کر جنت میں نہ چلا جاؤں۔ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالٍ

"اے میرے مرید! عشق الٰہی سے سرشار ہو کر خوش رہ، نڈر بے باک ہو اور خوشی کے گیت گا۔ جو چاہے کر میرا نام بلند ہے"

اپنے مرید کو یہ فرمانا 'کسی کی پرواہ نہ کر جو تیرا جی چاہے کر' یہ کلمہ صرف حضور پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہی نے نہیں فرمایا بلکہ آپ سے پہلے پیروں کا پیر، ہادیوں کا ہادی اللہ رب العزت کا محبوب بعینہ یہی کلمہ اپنے مریدوں کو کہہ چکا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبیر بن عوام اور ابو مرثیہ غنوی کے ساتھ روضہ خاخ کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا وہاں ایک مشرک عورت کے پاس مشرکین کے نام حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط ہے اُس عورت سے وہ خط لے کر آو، (اصل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی تیاری مکمل کر لی تو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو خط لکھ کر حضور کے ارادہ سے آگاہ کرنا چاہا)۔ یہ حضرات بجلی کی سرعت سے اُس عورت کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں روضہ خاخ کے مقام پر جب ہم لوگوں نے اُس عورت کو دیکھا تو وہ ایک اونٹ پر سوار تھی ہم نے اُس عورت سے پوچھا وہ خط جو تیرے پاس تھا وہ کہاں ہے، اس نے کہا، میرے پاس تو کوئی خط نہیں، ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا، اس کے پالان وغیرہ کی مکمل تلاشی لی، مگر وہ خط نہ ملا، پھر میں نے کہا! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز غلط بیانی نہیں کی تمہارے پاس یقیناً وہ خط موجود ہے،

اِس لیے بہتر ہے کہ وہ خط تم ہمارے حوالے کر دو ورنہ، قسم ہے اُس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے، میں تجھے ننگا کر دوں گا، اُس عورت نے جب ہماری سختی دیکھی تو سمجھ گئی کہ معاملہ اب سنجیدہ ہے پس اپنی تہبند کے اندر سے ایک خط نکال کر ہمیں دیا۔ ہم جب وہ خط لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ سے پوچھا، اے حاطب (رضی اللہ عنہ) تو نے ایسا کیوں کیا حاطب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل نہیں بدلا اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں بلکہ میں تو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ خط تو میں نے فقط مشرکین مکہ کو اپنا ہمدرد بنانے کے لیے لکھا تھا، کیونکہ مکہ مکرمہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے اہل وعیال کی حفاظت اور نگرانی کر سکے جبکہ دوسرے صحابہ کرام کے پہلے سے وہاں رشتہ دار موجود ہیں جو اُن کے اہل وعیال کی نگرانی کرتے ہیں۔ اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو میں اسکی گردن اڑادوں کیونکہ اس نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عمر! کیا تمہیں نہیں معلوم حاطب غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے مجاہدین میں سے ہیں اور ان مجاہدین کے خلوص اور جذبہ جان نثاری کو دیکھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لیے کیا فرمایا ہے؛ اِعۡمَلُوۡا ماشِئۡتُمۡ قَدۡ غَفَرۡتُ لَکُمۡ۔ ترجمہ: ”یعنی اب جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے“۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اَللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ۔

کوئی تن اور من کی بازی لگاتا ہے تو کوئی دھن کی۔ کوئی ہنس کے یار مناتا ہے تو کوئی روکے، یہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ اُسکا رونا قبول کرتا ہے یا ہنسنا۔ کہتے ہیں معراج کی رات جب جبرائیل علیہ السلام جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے براق لینے پہنچے تو اُنہیں بہشت کے مرغزاروں میں چالیس ہزار براق چرتے دکھائی دیئے۔ اُن میں سے ایک براق غمگین حالت میں سر جھکائے آنسوؤں کے دریا بہا رہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اُس سے رونے کا سبب پوچھا؟ اُس نے کہا! جب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا اُس روز سے آپکی محبت اور عشق میں مبتلا ہوں اور کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ جبرئیل علیہ السلام نے جب اُسکی بات سنی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُسی براق کا انتخاب کیا۔ اصل میں براق نے یہ سمجھا دیا کہ میری منزل بھی وہی ہے جس کے باقی براق طالب ہیں۔ منزل ایک ہی ہے مگر راستے دو۔ کوئی ہنس کر محبوب مناتا ہے کوئی رو کر ......شاید میرا رونا ہی قبول ہو جائے۔ ایسے ہی سلطان محمود غزنوی جب مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوئے تو شاہی لباس اتار کر فقیرانہ لباس پہن لیا۔ کندھے پر پانی کی مشک اٹھائے مخلوقِ خدا کو پانی پلا رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے اُنکو پہچان لیا اور پوچھا کیا آپ غزنی کے شہنشاہ ہیں؟ اُنہوں نے کہا ہاں شہنشاہ ہوں مگر غزنی میں، اِس دربار میں تو شہنشاہ بھی فقیر اور بادشاہ بھی گداگر بن کر آتے ہیں۔ جواب بڑا ہی پیارا تھا اُسے بڑا پسند آیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے دیکھا کہ مصر کا شہنشاہ شاہی تاج اور شاہی لباس پہنے

بڑی آن بان شان اور رعب و دبدبہ سے چلا آرہا تھا۔ اُس شخص نے آگے بڑھ کر اُس سے بھی ایسا ہی سوال کیا کہ آپ نے اتنی جسارت کیسے کر لی کہ مدینہ منورہ میں حاضری اور شاہی لباس۔۔؟ اب جو جواب مصر کے شہنشاہ نے دیا وہ بھی سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل تھا۔ مصر کے بادشاہ نے کہا اے سائل مجھے یہ بتا کہ یہ شاہی تاج اور شاہی لباس مجھے کس ہستی کا عطا کردہ ہے؟ لہٰذا جس آقا نے یہ تاج اور لباس بخشا ہے اب پہن کر حاضر ہوا ہوں تا کہ دینے والا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ جس کی خیرات پر پلنے والے غلاموں کی یہ شان ہے اُس آقا و مولیٰ کی شان کیسی ہو گی؟۔

خیر بات کہاں سے کہاں چلی گئی، غلام کی تعریف کرتے کرتے آقا و مولیٰ کے احسانات اور انعامات کا ذکر شروع ہو گیا۔ قدرت کا اصول ہی کچھ ایسا ہے کہ رات کے ساتھ دن، کافر کے ساتھ مومن، خزاں کے ساتھ بہار، باطل کے ساتھ حق، زمین کے ساتھ آسمان، اور غلام کے ساتھ مالک۔ بھلے فرق زمین آسمان کا ہو یا مشرق و مغرب کا مگر ذکر دونوں کا ساتھ ساتھ ہی بھلا لگتا ہے جیسا کہ: بیٹے کے ساتھ باپ، شاگرد کے ساتھ استاد، مرید کے ساتھ مرشد، مخلوق کے ساتھ خالق، مرزوق کے ساتھ رازق، مملوک کے ساتھ مالک، اور مخدوم کے ساتھ خادم، ایسے ہی جب کرم کرنے والے کا ذکر ہو گا وہاں مجھ جیسے حقیر اور نااہل اور جہاں بخشنے والے کا ذکر ہو گا وہاں مجھ جیسے ذلیل گنہگار کا ذکر خود بخود چلتا ہے۔ بزرگ اور دانا لوگوں کا فرمانا ہے کہ بادشاہ کی شان کا اندازہ اُس کے غلام کی شان سے لگایا جاتا ہے، اُستاد کی قابلیت دیکھنی ہو تو پہلے اُسکے شاگردوں کو دیکھو، شیخ کامل کی پہچان اُسکے مریدوں سے ہوتی ہے۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ درست مگر بعض اوقات بعض مرید اور شاگرد اپنی کوشش اور سعی سے اپنے مالک اور مربّی کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتے ہیں اور بعض کو خود صاحب اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ باتیں دونوں ہی اپنی جگہ درست ہیں کوئی ہنس کر یار مناتا ہے تو کوئی رو کر رانجھا راضی کرتا ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں تو طالب خود کسب سے اَخذ کرتا ہے، اپنی ہمت اور ظرف کے مطابق پاتا ہے، لیکن جہاں مالک خود اپنی مرضی سے عطا کرے تو وہ اپنے شایانِ شان طریقے سے نوازتا ہے۔ بادشاہ جب خوش ہو کر دینے پر آتا ہے تو پھر اپنی سلطنت اور مرتبے کے شایانِ شان عطا فرماتا ہے۔ تب لوگ آ کر کہتے ہیں: جیسا چہرہ بادشاہ کا تھا ویسا ہی چہرہ غلام کا بھی تھا۔ جیسی پگڑی بادشاہ نے پہن رکھی تھی ویسی ہی پگڑی غلام کے سر پر بھی تھی۔ جیسا لباس بادشاہ کا تھا ویسا ہی شاہانہ لباس غلام نے بھی پہن رکھا تھا۔ غلام کی داڑھی کی وضع قطع بادشاہ کی داڑھی سے ملتی جلتی تھی اور بادشاہ نے اپنے جیسی شاہانہ زندگی اپنے غلام کو بھی عطا کر رکھی تھی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ بادشاہ، بادشاہ ہی رہتا ہے غلام نہیں بن جاتا اور غلام بادشاہ نہیں۔ اُسکو اپنی اوقات کے دائرہ کے عکس میں اپنی حقیقت اور اصلیت سے چشم پوشی کرنے کا کیا فائدہ۔ دوپہر کے وقت پانی میں چمکتا سورج، سورج نہیں بن جاتا بلکہ سورج کا عکس ہی رہتا ہے مگر دیکھنے والے یہی کہتے ہیں دیکھو پانی میں بھی

سورج نظر آرہا ہے۔ بابا محمد یحییٰ خان شب دیدہ میں لکھتے ہیں:۔" آقا کے صرف ایک ہی معنی ہیں کہ وہ مالک ہے اور اُس کے بعد پھر کوئی کلام نہیں۔۔۔اور غلام کے ہاں محض تسلیم ہے۔۔۔ کہیں بھی انکار نہیں۔۔۔غلام محض دل ہوتا ہے دماغ نہیں۔۔۔اور دل میں صرف جی بسم اللہ اور کچھ نہیں"(جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں"المرید لایرید؛ مرید وہی ہے جسکا اپنا کوئی ارادہ نہیں)۔لہٰذا اپنی اصلیت اور اوقات کو جانتے دیکھتے ہوئے بعض اوقات 'سگ درگاہِ جیلاں' بھی کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہیں بے ادب نہ کہلاوں، کہاں غوث اعظم کے در کا کتا جو شیروں پر فضیلت رکھے اور کہاں یہ حقیر فقیر۔

سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قربِ ربانی ۔۔۔ کہ بر شیر اں شرف دارد سگ درگاہِ جیلانی

"اگر تو رب کا قرب چاہتا ہے تو غوث اعظم کے در کا کتا بن جا کیونکہ غوث اعظم کے در کا کتا شیروں پر فضیلت رکھتا ہے"

خیر! بات کہاں سے کہاں چلی گئی، میں یہ تو بتانا بھول ہی گیا کہ جب لوگ آپ سرکار کے پیغامات لے کر پے دَر پے بندۂ ناچیز کے پاس حاضر ہو رہے تھے،ایک دن بحالت مراقبہ آپ اپنی حسین مسکراہٹ کے ساتھ بندۂ ناچیز کو زیارت سے مشرف فرماتے ہیں، کیا دیکھتا ہوں کہ؛"سر پر سفید رنگ کی پگڑی جو نہایت سادگی سے باندھی گئی ہے، سفید نورانی لباس ہے، چہرے پر سفید داڑھی شریف اور دندان مبارک سے چھنتا نور، سرخی مائل گلابی ہونٹوں پر ایک ایسی معنی خیز مسکراہٹ کہ جیسے کسی کی حیرانگی پر مسکرایا جاتا ہے۔ آہ! زہے نصیب فقیر کے چہرے پر بہت ہی محبت سے اپنی نگاہیں جما کر جیسے فرما رہے ہوں، محسن منوّر! ابھی بھی نہیں سمجھے ۳ جنوری کو بغداد میں ہم سے ملنے والی خلافت و حفاظت کی نعمت کی شہادتوں اور گواہیوں کے ساتھ بشارت لانے والوں کی اب تو کثرت ہوگئی۔

مونٹ بلینک (MONT BLANC)

نوجوانی کے زمانے سے خوبصورت پین اور گھڑیوں میں دلچسپی رہی۔لوگوں کو پارکر، پیلیکن، کراس اور شیفر وغیرہ کے پین اچھے لگتے ہیں لیکن مجھے مونٹ بلینک (MONT BLANC) کا پین بہت پسند تھا۔ ۲۰۱۰ء بغداد شریف کے مقدس سفر پر جانے سے قبل مجھے اور عظمیٰ کو کنگسن پلازہ گلبرگ لاہور میں کسی کام سے جانے کا اتفاق ہوا۔وہاں فسٹ فلور پر مونٹ بلینک کے آتھورائزڈ ڈیلر کا ڈسپلے سنٹر دکھائی دیا۔ مونٹ بلینک کی مقناطیسی کشش نے ہمیں فوراً شوروم کے اندر کھینچا تو نفس نے کہا کرسٹل کیبنٹس (Cabinets) میں کرسٹلز کی طرح چمکتے پین تو دیکھتے جاؤ۔ایک خوبصورت فاؤنٹین پین کی طرف ذرا طبیعت مائل ہوئی، خوبصورتی اپنی جگہ مگر خوبصورتی کی قیمت اپنی جگہ، کم و بیش ایک لاکھ روپے کا پین۔ عظمیٰ کہنے لگی آپ یہ پین خرید کیوں نہیں لیتے؟ میں نے کہا قیمت بہت زیادہ ہے! وہ بولی اچھا پھر ۶ نومبر کو میں آپکی برتھ ڈے پر مونٹ بلینک کا پین ہی تحفے

میں دوں گی اور بات آئی گئی ہو گئی۔ چند مہینے بعد ۱۶ نومبر ۲۰۱۰ء سے غالباً دو تین روز پہلے عظمیٰ اور بچے (احمد، محمد، ثوبیہ) مجھے وہی مونٹ بلینک کا پین دلوانے زبردستی کنگسن پلازہ لے پہنچے، لیکن جیسے ہی مجھے اُن کے ارادے کا علم ہوا اُن کی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے بہت مشکل سے اُن کو اِس بات پر آمادہ کیا کہ اتنی بڑی رقم صرف ایک پن پر کیا خرچ کرنی کیوں نہ اس رقم کو مدینہ طیبہ کے مبارک سفر کے لیے رکھ لیا جائے۔ باقی رہا مونٹ بلینک تو اِن شاءَ اللہ اُسکا بندوبست بھی ہو جائے گا۔

اگلے ہی مہینے حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری سے واپسی پر سری لنکا، مالدیپ سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچنے سے پہلے جب دبئی دو تین دن کے لیے رکے وہاں ایک شاپنگ مال میں پھر مونٹ بلینک کے شوروم پر نظر پڑی اور انسانی فطرت! اُنکی کشش نے مجھے پھر اپنے قریب کھینچ لیا اور میں پھر اُنکے مختلف ماڈلز اور قیمتوں میں غور کرنے لگا۔ میری محویت کا عالم دیکھتے ہی عظمیٰ شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگی آپکی برتھ ڈے پر جب میں نے اور بچوں نے آپ کو مونٹ بلینک تحفۃً دینا چاہا تب آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور آج پھر مونٹ بلینک میں گم ہو گئے۔

کراچی میں ہمارا قیام میرے سسرال میں سہیل ملک، امجد ملک اور راشد ملک کے ہاں تھا جو نہ صرف میرے خالہ زاد کزن بلکہ برادرانِ نسبتی کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ایک رات کھانے کے بعد ہم سب لاؤنج میں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ سفر کے واقعات کے ساتھ ساتھ باتوں میں نہ جانے کیوں مونٹ بلینک کا ذکر چل نکلا میں اُن لوگوں کو بتانے لگا کہ دبئی کے ایک شاپنگ مال میں مونٹ بلینک کے بے شمار پین دیکھنے کے باوجود خریدنے کی ہمت اس لیے نہ ہوئی کیونکہ ایک ایک پین کی قیمت لاکھوں میں تھی۔ خیر باتوں کے دوران جب سلسلہ کلام کسی اور طرف چلا تو اچانک امجد صاحب فرمانے لگے میں ابھی آتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے، تھوڑی دیر بعد راشد صاحب بھی یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے کہ میں ابھی آتا ہوں۔ کچھ دیر بعد امجد صاحب اپنے کمرے سے بر آمد ہوئے اور میرے قریب پہنچ کر بولے لیجئے یہ میری طرف سے تحفۃً قبول کیجئے! اب جو میں نے اُن کے ہاتھ کی طرف دیکھا تو مونٹ بلینک کا فاؤنٹین پین۔ بولے قسم لے لیجئے جو میں نے ایک بار بھی اسکو استعمال کیا ہو۔ اِسی اثناء میں راشد صاحب بھی اپنے کمرے سے بر آمد ہوئے اور میرے قریب پہنچ کر بولے یہ لیجئے یہ میری طرف سے ہدیۃً قبول کیجئے۔ اب جب میں نے اُن کے ہاتھ کی طرف دیکھا اُن کے ہاتھ میں بھی مونٹ بلینک لیکن بال پوائنٹ۔ امجد صاحب حیرانگی سے راشد کو دیکھتے ہوئے فرمانے لگے اگر تم نے مونٹ بلینک پیش کرنا تھا تو مجھے تو بتا دیتے میں اپنا پین بچا لیتا۔ راشد صاحب جواباً اُنہی کا سوال دھراتے ہوئے کہنے لگے بھائی امجد! اگر میں بھی آپ سے یہی کہوں کہ اگر آپ نے اِن کو مونٹ بلینک پیش کرنا تھا

تو مجھے بتا دیتے کم از کم میں اپنا پین بچا لیتا۔ امجد صاحب بولے تم اپنے کمرے میں جاتے وقت کونسا مجھے بتا کر گئے تھے کہ تم مونٹ بلینک لینے جا رہے ہو۔ راشد صاحب بولے بھائی امجد بُرا نہ مانیے گا آپ مجھے کونسا بتا کر گئے تھے کہ آپ بھی مونٹ بلینک لینے جا رہے ہیں۔ وہاں بیٹھے تمام لوگوں کا ہنس ہنس کر بُرا حال تھا۔ آج اُن کی ہنسی کا منظر یاد آتا ہے تو سوچتا ہوں تم ہنستے ہو تو ہنستے رہو مجھے اس سے کیا۔ مجھے تو مونٹ بلینک سے مطلب تھا جو حضور غوث اعظم نے اپنے تصرف سے بندۂ ناچیز کو اُسکی سالگرہ کا پیشگی تحفہ عطا فرما دیا اور جس کی تصدیق ۶ دسمبر ۲۰۱۱ء کو پیر طریقت محمد عقاص محسنی کے ذریعے بندۂ ناچیز کو عطا بھی فرما دی۔ محمد عقاص کہتے ہیں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ: "حضور غوث اعظم آپکی لابریری میں آپکی کرسی پر تشریف فرما ہیں اور پیر بھائی علامہ محمد ندیم محسنی کو بشارت دیتے ہوئے فرما رہے ہیں؛ آج سے ۱۶ نومبر آپکے پیر و مرشد کی سالگرہ کے معاملات ہم خود دیکھیں گے۔ علامہ محمد ندیم ایک کاغذ آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس پر آپ دستخط فرماتے ہیں مگر حیران کن بات یہ تھی کہ حضور غوث اعظم کے دستخط، لباس، حتّٰی کہ چہرہ مبارک بھی بعینہٖ آپ قبلہ پیر و مرشد جیسا تھا"۔

رہی سالگرہ کے معاملات کی بات تو یہ بھی ایک عجیب داستان ہے، شاید میرے بچپن سے ہی آپ سرکار نے پیشگی انتظامات فرما دیئے تھے کیونکہ میری پیدائش کی خبر جب میرے والد کو دی گئی تو آپ اُس وقت اپنے جنرل سٹور پر موجود تھے اتنا خوش ہوئے کہ لوگوں میں مفت چیزیں بانٹنے لگے، دوستوں نے کہا منورالدین خیریت ہے کیوں لوگوں میں مفت چیزیں بانٹ رہے ہو؟ تو آپ نے فرمایا اللہ عزّوجلّ نے مجھے بیٹا عطاء فرمایا ہے۔ اور دیسی گھی کے لڈو بنوا کر بہاولپور اور تقریباً تمام صادق پبلک سکول میں تقسیم کیے گئے۔ اسی طرح یہ چاروں پیر بھائی، عمران، ندیم، عمر، امجد، گزشتہ پندرہ بیس سالوں سے ۱۶ نومبر والے دن ایک عظیم الشان محفل میلاد کا نا صرف انعقاد کرتے بلکہ خاص خاص پیر بھائی اور پیر بہنوں کو مدعو کیا جاتا، نہایت شاندار لنگر شریف جس میں لائیو (Live) تندور کے ساتھ ساتھ کوئلوں کی دہکتی انگیٹھی پر تازہ باربی کیو، سالم روسٹ بکرے اور فریش جوسز وغیرہ کا اہتمام ہوتا، آنے والے مہمانوں پر منوں گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہزاروں دیئے جلاتے، راستے سجاتے، لاہور کا مہنگا ترین کیک بنوایا جاتا، اظہار محبت میں سالگرہ کے ضمن میں میلاد اور میلاد کے ضمن میں سالگرہ کر ڈالتے۔ اسی طرح دیگر دوست احباب اتنے کیک لے کر آتے کہ پورا لنگر خانہ بھر جاتا اور کئی کئی دن تک پیر بھائی اور آنے والے مہمان وہ کیک کھاتے رہتے۔ مگر اصل بات ۲۰۱۱ء میں کھلی جب حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے عقاص کو یہ فرمایا کہ "آج سے ۱۶ نومبر آپکے پیر و مرشد کی سالگرہ کے معاملات ہم خود دیکھیں گے" تب سمجھ میں آیا کہ وہ سب دوست تو فقط مہرے تھے معاملات تو شروع سے حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھے۔

دوسرا یہ بھی سوچتاہوں کُجا بغداد شریف جانے سے پہلے ایک پین کی خواہش اور کہاں بغداد شریف سے واپسی پر دو پینوں کا تحفہ !۔ یوں لگتا تھا کہ لاہور کے کنگسن پلازہ اور دبئی کے شاپنگ مال میں مونٹ بلینک کی میری خواہش، توجہ اور عظمٰی کا میری سالگرہ پر یہی پین تحفہ دینے کی نیّت کو حضور غوث اعظم بذات خود ملاحظہ فرمارہے تھے۔ میں تو ایک پین کو حسرت سے دیکھتا تھا مگر آپ سرکار نے لاہور میرے گھر پہنچنے سے پہلے پہلے مجھے دونوں پین عطا فرما دیئے مونٹ بلینک کا فاؤنٹین بھی اور بال پوائنٹ بھی۔ میرے تخیل کا طائرِ محبت سدرۃ الغوثیہ کا طواف کرتے مجھے یہ مژدہ جانفزا سناتا ہے کہ ابھی توچند دن ہوئے ہماری اِجازت و نیابت سے سرفراز کئے گئے ہو تم ہمارے مقام اور تصرف کو کیا جانو! میں عبد القادر ہوں قادرِ مطلق کی قدرت سے جیسا چاہوں ویسا ہی کر دوں، صاحبانِ حضوری بھی میرے مقام سے واقف نہیں۔

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ   وَلَانِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

"میرے مست ہونے کے بعد تم نے میرے پیمانے میں بچی شراب تو پی لی مگر میرے بلند مرتبہ اور قرب کو پھر بھی نہ پا سکے"

قطب زماں عبد الرحمن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ طفسونج میں واعظ کرتے ہوئے فرمانے لگے اولیاء میں میری مثال پرندوں میں کُلنگ کی مانند ہے (یعنی پرندوں میں جسطرح بگلے یا کونج کی گردن طویل اور بلند ہوتی ہے)۔ اُنکی مجلس میں حضور غوث اعظم کے ایک مرید ابو الحسن علی بن احمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سُنا تو اپنی گُدڑی اتار کر اُن کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ آپ کے سامنے ہے"۔ یہ دیکھ کر شیخ عبد الرحمن طفسونجی خاموش ہوگئے اور پھر فرمانے لگے اِس گدڑی کا ایک ایک دھاگہ اور اس شخص کا کوئی ایک بال بھی عنایت الٰہی سے خالی نہیں۔ یہ فرما کر اُن کو گدڑی پہن لینے کا حکم دیا مگر انہوں نے کہا جو لباس میں ایک مرتبہ اُتار دوں واپس نہیں لیتا اور اپنی بستی جنّت نامی قریہ کی طرف متوجّہ ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی فاطمہ میر الباس لاؤ، اُن کی آواز کو اُن کی بیوی نے اپنی بستی میں سُنا اور لباس لے کر روانہ ہو گئیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر شیخ عبد الرحمن طفسونجی نے اُن سے پوچھا آپ کے شیخ طریقت کون ہیں؟ اُنہوں نے جواباً کہا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ یہ سن کر شیخ عبد الرحمن طفسونجی فرمانے لگے اُن کا ذکر صرف زمین پر سنا ہے۔ میں چالیس سال سے درکات قدرت کے بلند مقام میں ہوں مگر وہاں اُن کو کبھی آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اِدھر یہ گفتگو جاری تھی کہ اُدھر بغداد میں حضور غوث اعظم نے اپنے پانچ مریدوں سے فرمایا فوراً طفسونج کی جانب روانہ ہو جاؤ راستے میں تمہیں شیخ عبد الرحمن کے چند مُرید ملیں گے۔ انہیں واپس لے جانا اور شیخ عبد الرحمن کو میرا سلام اور یہ پیغام دینا کہ آپ ابھی صرف درکات قدرت کے مقام تک ہیں اور اہل درکات بار گاہِ الٰہی میں حاضر ہونے والوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ حضوری میں رہنے والے اہل خلوت کی خبر نہیں رکھتے اور میں اُس دروازے سے داخل ہوتا ہوں جہاں آپ بھی مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ جسکی نشانی یہ ہے کہ فلاں خلعت جو فلاں وقت میں آپکو عطا

کی گئی وہ خلعتِ رضا تھی جو میرے ہی ہاتھوں سے آپ تک پہنچی تھی۔ دوسری نشانی یہ کہ فلاں شب جو فلاں اعزاز آپ کو بخشا گیا وہ شرفِ فتح تھا، وہ بھی میرے ہی ہاتھوں سے آپ تک پہنچا تھا اور ایک نشانی جو میں آپکو مزید بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کہ منزلِ درکات میں ایک ہزار اولیاء کی موجودگی میں سورۃ اخلاص پر منقش جو سبز رنگ کی ولایت آپکو حاصل ہوئی وہ بھی میرے ہی ہاتھوں سے آپ تک پہنچی تھی۔ یہ سن کر شیخ عبد الرحمن طفسونجی فرمانے لگے جو کچھ شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا وہ سب سچ ہے واقعی وہ سلطان الوقت، سلطان الاولیاء اور صاحب تصرف ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

اونچے اونچوں کے سَروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا

اَولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

راقم الحروف کے نزدیک اولیاء میں جو نعمت بھی کسی کو ملتی ہے وہ آپکی رضی اللہ عنہ بارگاہ سے منظوری کے بعد ہی ملتی ہے۔ ۲۱ جون ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ خواب میں دیکھتا ہوں حضور غوث اعظم کے آستانے پر موجود نلکوں میں سے کسی کو دو قطرے، کسی کو چار قطرے تو کسی کو پانی کی ہلکی سی مقدار مل رہی ہے۔ لیکن جب بندۂ ناچیز نلکا کھولتا ہے تو پانی کی مکمل مقدار۔ تصرفاتِ غوثیہ کے بحرِ بے کراں سے ایک قطرہ سہی مگر "مونٹ بلینک" بھی حد تواتر کو پہنچی غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات کی داستان بیان کر رہا ہے، شاید یہ سفر نامہ سپرد قلم ہونے سے پیشتر ہی نہ صرف تحریر و ترتیب سے آراستہ بلکہ اپنے عنوان سے لوح غوثیہ پر رقم ہو چکا تھا۔ یکم جولائی ۲۰۱۴ء مونٹ بلینک کے آخری کلمات لکھتے وقت اچانک دل میں خیال آیا کیوں نہ اِس مرتبہ گولڑہ شریف عرس غوث اعظم کے موقع پر "محسن اعظم فی مناقب غوث اعظم" وہاں آئے آپ کے دیوانوں میں تحفتاً تقسیم کی جائے، لہٰذا بندۂ ناچیز نے محمد عقاص محسنی سے کہا انٹرنیٹ پر معلوم کرو کہ گولڑہ شریف میں بڑی گیارہویں شریف کب ہے۔ اگلے دن جب وہ عرس و محافل کا شیڈول لے کر آئے تو کہنے لگے حضور ایک عجیب واقعہ پیش آیا جب میں گولڑہ شریف کی ویب سائیٹ پر عرس غوث اعظم سرچ کر رہا تھا تو اُس پر ایک پین رونما ہوا، پہلے تو میں نے دھیان نہ دیا مگر پھر جب غور کیا تو حیران رہ گیا کہ وہ تو مونٹ بلینک تھا اور یہ دیکھ کر عقل جواب دے گئی کیونکہ پین کا ماڈل بھی وہی تھا جس سے آپ 'محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم' تحریر فرما رہے ہیں"۔

اہل خرد اِس بات کو محض اتفاق کہیں یا کچھ اور، مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ روحانیت کی دنیا میں اشاروں کنائیوں اور بعض اوقات روشن دلیلوں سے قبولیت کی ایسی اسناد عطا فرما دی جاتی ہیں جو اپنی صداقت و حقانیت میں تائید و براہین

ربانی ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسا ممکن ہی نہ تھا کہ خالصتاً بزرگان دین سے وابستہ ایک اسلامک ویب سائیٹ پر مونٹ بلینک نامی جرمن کمپنی کا اشتہار ہو اور اگر ایسا تھا بھی تو کیا صرف مونٹ بلینک ہی کا اشتہار ہونا تھا دنیا میں ہزاروں لاکھوں برانڈ کے پین موجود ہیں، اب رہا مونٹ بلینک تو اسکا بھی وہی ماڈل ہونا تھا جو کہ آپ سرکار نے بندۂ ناچیز کو عطا فرمایا تھا آخر یہ سب کیا تھا؟ کیا اُنکا تصرف میرے وجود پر غالب تھا؟ جو یہ ندا کر رہا تھا کہ تمہاری خواہش پر ہم اگر تمہیں مونٹ بلینک کا قلم دے سکتے ہیں تو یقیناً اپنے دیئے ہوئے قلم سے 'محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم' لکھوا بھی سکتے ہیں۔ سرکار غوث اعظم کے بندے پر ان گنت احسانات اور خصوصی نوازنے کے بے شمار واقعات میں سے مُشتے نمونہ از خَروارے یہ واقعہ بھی تحدیث نعمت کے طور پر "سپردِ مونٹ بلینک" کیا گیا۔ سپرد قلم اس لیے نہیں کہا کہ جب آپ سرکار نے فقط مجھ حقیر کی خواہش کے واسطے ایک نہیں بلکہ دو دو مونٹ بلینک عطا فرما دیئے، لہٰذا اپنے محسن کے احسان کا شکریہ ادا نہ کرنا خدا کا شکریہ ادا نہ کرنے کے مترادف ہے۔ دوسرا یہ سوچا جب اُن کے قلم سے اُن ہی کا بیان لکھوں گا یقیناً وہ خوش ہوں گے لہٰذا آپ ہی کے عطا کردہ قلم سے اِس کتاب کو مکمل کیا گیا تا کہ الفاظ کی چاشنی سے ذہنی تسکین کے ساتھ ساتھ روحانی اسرار و لطائف کی روشنی بھی دلوں میں محسوس کی جاسکے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب　　آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

تبدیلیاں

۳ جنوری ۲۰۱۱ء حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بغداد شریف میں جس نعمت عظمیٰ سے نوازا اُسکے بعد اب حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ مثلاً؛ جب تک صرف فیض نقشبندیہ یُوسفیہ حاصل تھا تب تک بابا جی صاحب حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کے مطابق ہر وقت سر پر مشین پھروائے رکھتا، حتیٰ کہ تھوڑے سے بال بھی بڑھ جاتے تو طبعیت بے چین ہو جاتی اور فوراً مشین پھروا کر سر کے بال صاف کروا دیتا، مگر بغداد شریف سے واپسی کے بعد سر کے بال کٹوانے کو جی نہ چاہتا، اگر ارادہ بھی کرتا کہ کل ہر صورت سر پر مشین پھروا دوں گا مگر جب صبح اُٹھتا کاموں میں ایسا مصروف ہوتا کہ ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود شام تک بالوں کو نہ کٹوا پاتا اور یہ سلسلہ ہفتوں اور بعض اوقات مہینوں ایسے ہی چلنے لگا، لہٰذا اب زلفیں شانوں تک دراز رہنے لگیں، کیا اس کی وجہ بھی حضور غوث اعظم تھے؟ جیسا کہ شیخ عفیف الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ "حضور غوث اعظم کے سر کے بال نہایت خوشنما تھے اور اکثر کانوں کی لَو تک رہتے"۔

دوسری تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ اب جب بھی پگڑی باندھتا ایک کی بجائے دو شملے بنتے، اگرچہ عمامہ شریف کی سنت بھی باباجی صاحب کے فیض سے حاصل ہوئی اور پھر یہ عادت ثانیہ ہی تو بن گئی لیکن اس سے قبل کم و بیش دس پندرہ سالوں میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ پگڑی کے دو شملے بنے ہوں، ہمیشہ ایک ہی شملہ بنتا مگر اب بغداد شریف سے واپسی پر جب بھی پگڑی باندھتا اُسکے دو شملے بننے لگے۔ پہلے تو محض اتفاق خیال کرتے ہوئے کوئی توجہ نہ دی لیکن جب دو شملوں کا سلسلہ طویل ہوا تو باقاعدہ پیمائش کر کے بارہا ایک شملہ رکھنے کی کوشش کی مگر جب پگڑی کے آخری پیچ پر پہنچتا وہی دو شملے، درجنوں بار آزمایا لیکن شملے دو ہی بنتے، یہ سلسلہ جاری رہا، حیران تھا جبکہ تعجب اور تجسس بھی اپنی جگہ برقرار تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، یہاں تک کہ اپنی پرانی پگڑیاں نکلوائیں جن کا شملہ ایک ہی بنتا تھا مگر اب اُن کے بھی دو شملے بننے لگے۔ بعض اوقات پگڑی کھول کر پہلے شملے کو ڈبل کر دیتا تو سو فی صد یقین ہوتا کہ ایک شملہ بنے گا مگر پھر دو شملے۔ کیا اب اِس کی وجہ بھی حضور غوث اعظم ہی تھے؟ آخر میرے تجسس کی عقدہ کشائی محمد ہارون محسنی کے ذریعے خود حضور غوث اعظم نے فرمادی، ہارون کہتے ہیں یکم مئی ۲۰۱۳ء خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ " آستانہ عالیہ محسنیہ کی گلی میں جیسے اکثر آپ چہل قدمی فرماتے ہیں، حضور غوث اعظم بھی سفید کرتہ اور سر پر دو شملے والی پگڑی باندھے چہل قدمی فرما رہے ہیں"۔ ہارون کی بات سننے کے بعد بھی اِس راز کو میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا تھا، یہاں تک کہ اپنے اہل خانہ میں بھی اس کا ذکر کسی سے نہ کیا، مگر نہ جانے کیوں دو تین سالوں کے بعد اچانک ایک دن مدثر کو بتا بیٹھا، لیکن اگلے ہی لمحے مجھے احساس ہوا کہ یہ میں نے کیا کر دیا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا اور پھر وہی ہوا جسکا دھڑکا تھا اُس دن کے بعد اب جب بھی پگڑی باندھتا ہوں کبھی ایک شملہ بنتا ہے تو کبھی دو۔

تیسری تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ بندۂ ناچیز کے دوست احباب کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے اپنی زیارات سے نوازنے لگے۔ جس کی تفصیل چوتھی تبدیلی کے ضمن میں ملاحظہ کی جائے۔ جبکہ جس چوتھی حیرت انگیز تبدیلی کی جانب حضور غوث اعظم نے میری توجہ مبذول کروائی، اگرچہ اس تبدیلی کو چھوٹا منہ بڑی بات کے تحت ہرگز بیان نہ کرتا مگر سوچا کہ ہر جگہ صرف عاجزی و انکساری سے ہی کام نہیں لینا چاہیے، کیونکہ کچھ جگہوں پر عاجزی و انکساری کا دامن چھوڑ دینا اپنی بزرگی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ زندگی میں بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں پیچھے کی بجائے آگے چلنا ہی ادب ٹھہرتا ہے۔ مثلاً؛ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا کرتے تھے مگر ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت گھر سے باہر نکلے اور غار کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی آپکے پیچھے چلنے لگتے تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابو بکر یہ کیا کر رہے ہو؟ (یعنی تم تو ہمیشہ میرے پیچھے چلا کرتے تھے)، تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں یہ سمجھتا ہوں کہ پیچھے کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو تو آپکے پیچھے چلنے لگتا

ہوں اور جب یہ سوچتا ہوں کہ آگے کوئی تاک لگائے نہ بیٹھا ہو تو آپکو اپنے پیچھے کر کے خود آپکے آگے ہو جاتا ہوں"۔ حضور قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے " پیر و مرشد جب آگے ہوں تو رہنما، پیچھے ہوں تو پشت پناہ ہوتے ہیں (اپنے اپنے سمجھنے کی بات ہے)"۔ بعض مقامات پر تحدیث نعمت کے طور پر معاملات کا ذکر کرنا شکر بجا لانے کا بہترین طریقہ ہوتا ہے۔ لہٰذا سوچا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بندۂ ناچیز کو اپنے جس خاص گلستان تصرف میں داخل فرمایا کہیں اُس کے گلدستہ کرامات میں کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔ اس لیے تمام معاملات کو بعینہٖ بیان کیا جس طرح وہ رونما ہوتے چلے گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ سیدنا شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ (نائب غوث اعظم) اور سیدنا موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ (اولاد غوث اعظم) نہ صرف حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے نسبتِ اویسی رکھتے تھے بلکہ (کثرت فیض سے) اُنکے ہمشکل بن چکے تھے اور جو شخص بھی اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا اُسے حضور غوث اعظم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا۔

روحانی دنیا میں ایسے معاملات پیش آنا بعید از قیاس نہیں جیسا کہ خواجہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ "میں ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے روضے مبارک پر حاضر ہوا اور درخواست پیش کی کہ میری جانب توجہ فرمائی جائے، حضرت نے فرمایا تجھے تو تمام کمالات احمدی (طریقہ مجددیہ) حاصل ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور مگر آپ مجھے اپنی نسبت بھی عطا فرمایئے، تب انہوں نے توجہ فرمائی اور اپنی نسبت سے مجھے مالا مال کر دیا، جس کے آثار میں اپنے اندر دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں کہ نہ صرف اُن کا چہرہ میری شکل میں جلوہ نما ہوا بلکہ میرا چہرہ بھی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے مبارک کے ہمشکل ہو گیا"۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں "مرید محبت کے رابطے سے جو وہ اپنے شیخ کے ساتھ رکھتا ہے دَم بدم اُسکا رنگ پکڑتا جاتا ہے اور انعکاس کے طریقے سے اُن کے نور سے منوّر ہو جاتا ہے"۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی طبقاتِ کبریٰ میں سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قول ارشاد فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تو میرے دانت بھی شہید ہو گئے، جب آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تو میرا چہرہ بھی زخمی ہو گیا اور جب آپ کی کمر مبارک پر بوجھ آیا تو میری کمر پر بھی بوجھ آیا۔ جبکہ حقیقت میں حضرت اویس قرنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باہمی جسمانی ملاقات مسلمہ طور پر ثابت ہی نہیں۔ نسخہ کیمیاء میں لکھا ہے کہ نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور مجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں اس قدر موافقت طبع اور باہمی عشق پایا جاتا تھا اور دونوں کا لباس اور شکل و صورت میں اس قدر ہم آہنگی تھی کہ لوگوں کے لیے دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا (نجیب الدین کون ہیں اور مجیب الدین کون)۔ یہ مماثلت محبت اور خیالات کی یکجہتی کے باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا کثرت فیض، بذریعہ نسبت اویسی سے ایسے معاملات کا رونما ہونا کچھ اچھنبے کی بات نہیں۔

لہٰذا بندۂ ناچیز کے دوست احباب میں جو شخص بھی حضور غوث اعظم کی زیارت سے مشرف ہوتا اُس کی زبان پہ یہی ہوتا کہ آپ تو حضور غوث اعظم کے ہمشکل ہیں۔ مثلاً ◈ محمد ہارون محسنی فرمانے لگے: حضور خواب میں دیکھا آپ ایک سٹیج پر حضور غوث اعظم کے ساتھ تشریف فرما ہیں مگر یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ آپکا چہرہ مبارک بعینہ حضور غوث اعظم کے چہرہ مبارک کے ہمشکل ہے۔ ◈ ایک دن پیر طریقت محمد ندیم محسنی فرمانے لگے: حضور مجھے خواب میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی ان کا چہرہ ہو بہو آپ کے چہرہ کی مانند تھا۔ ◈ میرے بڑے بیٹے احمد کو درجنوں مرتبہ خواب اور بحالت مراقبہ حضور غوث اعظم سے شرف ملاقات حاصل ہوا وہ کہتے ہیں: بابا مجھے جب بھی حضور غوث اعظم کی زیارت ہوئی میں نے اُنکو آپ کے ہمشکل پایا۔ ◈ محمد عقاص ایڈمنسٹریٹر محسن سکول سسٹم اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے مجھے فرمانے لگے: حضور کیا دیکھتا ہوں کہ غوث اعظم آپکی لائبریری میں آپکی کرسی پر تشریف فرما کسی کاغذ پر دستخط فرما رہے ہیں، مگر حیران کن بات یہ تھی کہ حضور غوث اعظم کے دستخط، لباس، حتیٰ کہ چہرہ مبارک بھی بالکل آپ جیسا تھا۔ ◈ سنبل ساجد محسنی فرماتی ہیں: "ایک روز مغرب کی نماز کے بعد دُعا مانگتے ہوئے بلا اختیار زباں پہ یہ کلمات آ گئے "یا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ میرے پیر و مرشد سے کتنا پیار فرماتے ہیں"۔ اُسی دوران مراقبہ میں کیا دیکھتی ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں جب میں نے اُن کے چہرے مبارک کو دیکھا تو مجھے اپنے پیر و مرشد کا چہرہ نظر آیا میں حیران تھی کہ کیا حضور غوث اعظم کی صورت میرے پیر و مرشد کی صورت سے اتنی مشابہت اور مماثلت رکھتی ہے کہ مجھے یہاں اُن کے بیٹھے ہونے کا گمان ہو رہا ہے، بار بار دیکھنے پر بھی اُن کے چہرہ میں قبلہ پیر و مرشد کا چہرہ ہی دکھائی دیتا۔ یہ تمام منظر اتنا نورانی تھا جس کی روشنیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے میں نے اچانک اپنی آنکھیں کھول دیں"۔ کسی نے سچ کہا محبت کے تقاضے جب پورے ہو جاتے ہیں دفتر عشق سے محب کو محبوب کے جمال کی سند بخش دی جاتی ہے اور وہ درجہ بہ درجہ ہوتی ہے۔ سب کو یکساں نہیں، اور جمال محبوب کی عنایت ہے کسی کی کوشش پہ موقوف نہیں۔ خیر دوستوں کو حضور غوث اعظم کی زیارات کے یہ چند واقعات پیچھے دی گئی حضرت شاہ ابو المعالی اور موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہم کی مثال کو سمجھانے کے واسطے تھے وگرنہ کم و بیش درجنوں ایسے واقعات آپ پچھلے صفحات میں پڑھ آئے اور ان شاء اللہ آئندہ صفحات پر بھی دیکھیں گے۔

یہاں ایک دلچسپ مسئلہ قارئین کے گوش گزار کرنا چاہوں گا، بعض کم فہم **اندازِ اویسیہ** کے فیوض و برکات کی وسعتوں اور گہرائیوں سے لاعلم ہونے کی وجہ سے بعض سلاسل یا نسبتوں کو منقطع سمجھتے ہیں اور نادانی میں یہ کہہ بیٹھتے ہیں فلاں فلاں سلسلہ منقطع ہے۔ مثلاً خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۶۱ ہجری میں ہوا اُن کے طویل

مدت بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور انہوں نے ۴۲۵ ہجری میں اس دارِ فانی سے جہانِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اب بظاہر ان دونوں مشائخ کے درمیان طویل وقفہ پایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ شجرہ ہائے سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ملتا ہے اس لیے بعض لوگ اس دوری اور فاصلے کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پر بھی منقطع ہونے کا اعتراض عائد کر دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک جو فیض سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاری ہو کر خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا وہ نسبت کے منقطع ہونے اور زمانی فاصلہ حائل ہونے کے بعد جاری و ساری نہیں رہا۔ مثلاً شجرہ مبارکہ منظوم ہو یا نثر اُس کے مطابق حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت فرمائی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اِن دونوں بزرگوں کے درمیان کم و بیش سو سال کا زمانہ حائل ہے، لہٰذا کیا انتقالِ فیض نہیں ہوا؟۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمام ارواح ایک ہی وقت میں تخلیق کی گئیں لہٰذا ارواح میں کسی قسم کی کوئی دوری اور فاصلہ نہیں البتہ اِن کے مزاج اور اوصاف میں اختلاف ہے وہ بھی اس لیے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' فرمایا (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) تمام روحوں نے بیک زباں اقرار کیا اور کہا ''بَلٰی'' کیوں نہیں تو ہمارا خالق و مالک ہے۔ اگرچہ خطیب ایک، خطاب ایک، مگر صفاتِ رب کریم مختلف ہونے کی وجہ سے ہر روح نے یہ اعلان اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق سُنا، لہٰذا وہی اثرات تعلق بندگی میں غالب آئے۔ اب جب تمام ارواح ایک ہی دن پیدا ہوئیں تو یقیناً حضرت خواجہ بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، شیخ بُوعلی فارمدی رضی اللہ عنہم کی ارواح مقدسہ بھی اُسی دن تخلیق ہوئیں، پھر اُنکے درمیان موافقت اور آپس میں تعارف ہوا۔ لہٰذا ان کا تعلق جسموں سے بہت پہلے ہے، یعنی دوری جسمانی اعتبار سے ہو سکتی ہے روحانی اعتبار سے نہیں۔ پس جسمانی فاصلہ روحانی فیوض و اثرات میں کیسے مانع ہو سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق روحیں اپنے دوستوں کی خوشبو سونگھتی ہیں اور بعض اوقات عالم امثال میں متشکل ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض مصر سے کنعان روانہ فرمائی تو اُدھر کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمادیا: ''میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو پاتا ہوں'' یہ روحانی تعلق کی مضبوطی اور پائیداری پر قرآن کی شہادت ہے۔

جدوں رب دل دِیاں اکھیاں دیوے ہووے چانن نُوروں
فیر ایہناں محبوباں نوں نظری آوے کیا نیڑے کیا دُوروں

سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی ''خرقان شریف'' سے گزرتے تو فضاء میں گہری سانس لیتے جیسے کچھ سونگھ رہے ہوں، فرماتے ''چوروں کے اِس گاؤں سے مجھے ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی

ہے، جس کا نام علی ہو گا، اور کنیت ابوالحسن"۔ حضرت میاں امیر الدین (کوٹلہ شریف والے) شرقپور شریف تشریف لائے تو فضا میں کچھ سونگھتے ہوئے فرمانے لگے عنقریب یہاں ایک شیر خدا (میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) پیدا ہونے والا ہے۔ خواجہ جنید بغدادی ایک مرتبہ مراقبہ سے فراغت کے بعد خدام کو فرمانے لگے پانچویں صدی کے آخیر میں ایک بزرگ پیدا ہوں گے جن کا نام عبدالقادر، لقب محی الدین، مولد گیلان اور مسکن بغداد ہو گا۔ ولایت میں مقام اور مرتبہ اپنا اپنا، کوئی ایک دن کی دوری سے اس خوشبو کو سونگھتا ہے، کوئی ایک مہینے کی تو کوئی ایک سال کی دوری سے اس خوشبو کو سونگھ لیتا ہے۔ مگر قربان جائیں حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور مقام سے جنہوں نے پانچ سو سال قبل امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور ایک سوستاون سال قبل خواجہ بہاوالدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی خوشبو کو سونگھ کر اپنے مریدین کو اُنکی بشارت دے دی۔ یہ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذی شان کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ روحیں ایک دوسرے کی خوشبو سُونگھتی ہیں اور یہی تعلق اور روحانی رابطہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین بھی تھا۔

کیا ہویا بت دور گیا دل ہرگز دُور نہ تھیوے ھو
سیاں کوہاں تے میرا مرشد وسدا مینوں وچ حضور دسیوے ھو

خیر بات چل رہی تھی اندازِ اویسیہ کی تو بعض اولیائے عظام کے اجسام اس قدر لطیف ہوتے ہیں کہ جس طرح روح کثافت سے پاک اور لطافت سے مزین ہوتی ہے۔ لہٰذا اُن کے جسم پر روح اور روح پر جسم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ذکرِ الٰہی، ریاضت اور مجاہدات کی کثرت سے جسم کی کثافت زائل کر کے لطافت میسر آنے کے بعد انسان ارواح سے فیض حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں زمانہ کے قریب یا دور ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ نمازِ عشاء کے بعد خرقان سے بسطام پہنچ کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! جو مرتبہ تو نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کیا مجھے بھی عطا فرما اور اس دُعا کے بعد خرقان واپس آتے اور عشاء کے وضو سے ہی نمازِ فجر باجماعت ادا کرتے۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیّت کے ساتھ الٹے پاؤں ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ پھر بارہ سال اِسی معمول پر قائم رہنے کے بعد خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن! جو تم نے حق سے مانگا تھا، تمہیں مل چکا، اب خرقان میں بیٹھ کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی اُمّی ہونے کی وجہ سے علوم شرعیہ سے ناواقف ہوں۔ ندا آئی مجھے تو خود تمہاری بدولت یہ مرتبہ و مقام حاصل ہوا ہے۔ جب میں خرقان سے گزرتا تھا تو زمین سے آسمان تک ایک نور نظر آتا اور میں اپنی ایک ضرورت کے تحت بیس سال تک دُعا کرتا رہا لیکن قبول نہ ہوئی پھر مجھے حکم دیا گیا کہ اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع

بناؤ تو دُعا قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کرنے سے دُعا قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ واپس ہوئے تو حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے ندا آئی کہ سورۃ فاتحہ شروع کرو! آپ نے سورۃ فاتحہ شروع کی تو خرقان واپس پہنچنے تک پورا قرآن مجید ختم کر لیا۔ درحقیقت روح جب کسی شخصیت کے حضور میں دلچسپی لے لے تو غائب ہونے کے باوجود اُس سے ایسا جذب کا رابطہ رکھتی ہے کہ غائبانہ بھی حصول و انتقال فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی طرح جب کوئی جسم روح میں دلچسپی لے لے تو وہ بھی اپنی لطافتوں کی بدولت اُس روح سے ویسا ہی فیض حاصل کرتا ہے جیسا اُس سے جذب و رابطہ رکھتا ہے۔ اسی کیفیت کا نام حضوری ہے۔ لہٰذا نور و نسبت اور فیوض کے تبدل و انتقال کا تعلق در اصل روح سے ہے، اجسام کی دوری یا زمانی فاصلہ اس کے انقطاع کا باعث نہیں بن سکتا اسی لیے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں وہی فیض موجود ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگانِ عالی مرتبت تک پہنچا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے آئمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ سے آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اِن بزرگوں سے اُنکے دل پر فائض ہوئی اسکو جدا جدا پہچانا“۔ لہٰذا ہماری بحث اس نتیجہ پر پہنچی کہ اندازِ اویسیہ میں ظاہری بیعت کی بجائے مراقبہ، توجہ یا نسبت باطنی سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اور یہ انداز زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہے۔ لہٰذا جو بغیر کسی ظاہری ملاقات کے کسی سے فیض یافتہ ہوں وہ اُویسی نسبت کے حامل کہلاتے ہیں۔ مثلاً حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یمن میں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنا یا پھر سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اور خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کے وصال شریف کے کئی سال بعد اندازِ اویسیہ کی نسبت پر فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو سے کہیں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ انداز اویسہ میں کسبِ فیض کے لیے زمانے کی دوری شرط ہے۔ نہیں بالکل نہیں کیونکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ حیات میں یمن میں رہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔ اسی طرح انداز اویسیہ میں صاحب مزار سے اکتسابِ فیض کے لیے مزار شریف پر حاضری ضروری نہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی سلسلہ طریقت کے بزرگ اُسی سلسلہ میں کسی کے اویسی ہوں بلکہ نقشبندی قادریوں کے اور قادری چشتیوں کے یا اسی طرح دیگر سلاسل کے بزرگ کسی بھی سلسلہ میں کسی بھی بزرگ کے اویسی ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اولیاء اللہ میں اپنے مقام و مرتبے کے لحاظ سے اُس انفرادیت کے حامل ہیں جنکے اویسی کثرت سے ہر سلسلہ میں پائے جاتے ہیں۔

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

"میں نے تمام قطبوں سے کہا میرے پاس آؤ میرے مردوں (کے لشکر) میں داخل ہو جاؤ"

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

"اور کہا قصد کرو اور پیو کہ تم میرا لشکر ہو اور میرے ساتھ عقیدت محکم رکھو کہ میں ساقی قوم اور تمہارا نگران حال ہوں"

اپنا سلسلہ طریقت کڑی در کڑی موجود ہونے کے باوجود شجرہ شریف میں پیرومرشد کی جگہ مُربّی کا نام آنا ایک سلسلہ سے دوسرے سلسلہ کے فیض کی طرف منتقل ہونے اور مربّی کا فیض غالب آنے کی دلیل ہے نہ کہ اپنا سلسلہ طریقت منقطع ہونے کی۔ مثلاً شجرہ ہائے سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام براہ راست لکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان دونوں کے مابین کوئی اور واسطہ موجود ہی نہیں جبکہ درحقیقت حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا باہمی روحانی تعلق اس قدر مضبوط وبلند پایہ تھا کہ دیگر مشائخ کی نسبت و تعلق پر غلبہ حاصل کرنے کے باعث بلاواسطہ منسلک ہو گیا ورنہ سلسلہ متصل ہونے کا ثبوت موجود ہے: حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید حضرت خواجہ روز بہان اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے وصیت نامہ کے شرح موسوم بہ شرح وصیت نامہ خواجہ عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ میں نقل کرتے ہیں: حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا ترک طوسی کے مرید تھے وہ خواجہ اعرابی یزید عشق کے، وہ خواجہ محمد مغربی کے، اور خواجہ محمد مغربی حضرت خواجہ بایزید بسطامی کے مرید تھے۔ خیال رہے کہ بہت سے لوگ "اندازِ اویسیہ" کو "سلسلہ اویسیہ" کہہ دیتے ہیں جبکہ عارف باللہ حضرت شیخ ظہیر الحق نیازی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے یہ سلسلہ نہیں بلکہ اکتسابِ فیض کا ایک انداز ہے۔

پانچویں تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ طبیعت جمال یُوسفیہ نقشبندیہ کی عاجزانہ، انکسارانہ کیفیت سے خود بخود بلا اختیار جلالِ قادریہ غوثیہ کے شاہانہ رعب و دبدبہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ بچے کی ولادت پر گھر کے لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں یہ کس کا ہمشکل ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ اپنی ماں پر گیا ہے، تو کوئی کہتا ہے نہیں یہ اپنے باپ کا ہمشکل ہے۔ الغرض عموماً خاندان میں سے کسی نہ کسی کی صورت اُس بچے کی شکل پر ہوتی ہے اور یہی قانون قدرت ہے۔ عموماً دیکھا کہ باپ کا ہنر، فن یا علم، بیٹے میں بھی ودیعتاً منتقل ہوتا ہے۔ میرے ماموں ڈاکٹر صدیق اکبر کا بیٹا ڈاکٹر ہی بنا بھلے یورپ کے کسی اعلیٰ میڈیکل انسٹیٹیوٹ سے تعلیم مکمل کرنے کی بجائے کرغستان سے ہی کیوں نہ ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر کے باپ کی گدی پر براجمان ہونا پڑے اور ماموں شبیر احمد کے تینوں بیٹے باپ کی طرح کینٹین، کیفٹیریا، ریستوراں وغیرہ پر چائے پانی، کیک پیسٹری کا کام کرتے ہی دکھائی دیئے۔ بندۂ ناچیز کے سسر ٹیکسٹائل کا کام کرتے

تھے، لہٰذا تینوں بیٹے ساری عمر باپ ہی کے نقش قدم پر رہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مولوی کا مولوی، حافظ کا حافظ، شرابی کا شرابی، چور کا بیٹا گھر سے چوری ہی سیکھتا ہے، ظاہر ہے جس کے گھر میں جو ہو گا اولاد کو وہی منتقل کرے گا۔ شہنشاہ ولایت حضور اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام صاحبزادے اللہ کے ولی۔ غالباً کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے سیب کے درخت پر سیب ہی لگے گا امرود یا انگور نہیں۔ لہٰذا واضح رہے کہ عموماً فطرت یا طینت غالب آ کر رہتی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت (خمیر جسم اطہر) کے بقیہ سے پیدا ہوئے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خِلقت کے ظہور میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں لیکن حضرت مجدد پاک فرماتے ہیں جس دولت خاصہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق و تکمیل کی گئی اُس سے جو بقیہ بچ رہا اُس بچے ہوئے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے آپ کو بطور اُلش عطا کیا گیا۔ اور اُس کو خمیر مائع بنا کر آپکی طینت میں گوندھا گیا کیونکہ سخیوں کے دستر خوان کی زیادتیاں بصورت اُلش نوکروں کے نصیب ہوتی ہیں۔ "با کریماں کار ہا دشوار نیست" ترجمہ: "کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں"۔ یہ بچا ہوا حضرت آدم علیہ السلام کے بچے ہوئے طینت کی مانند ہے۔ جو درخت خرما کی خِلقت کے کام آیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طینت سے پیدا کی گئی ہے"۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ بعض اولیاء اللہ بعض پیغمبروں کی طینت کے بقیہ سے پیدا ہوئے ہوں تو یقیناً کچھ اولیاء اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت کے بقیہ سے پیدا ہوئے ہوں گے، فرماتے ہیں؛ یہ بات تو عقل میں نہیں آتی، کیونکہ ہر شخص اپنے والدین کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر پھر خود ہی فرماتے ہیں کچھ چیزیں انسان کی عقل سے نہیں بلکہ شریعت یا کشف والہام سے ثابت ہوتی ہیں، مثلاً؛ نفس الٰہی جس سے مراد قرب الٰہی ہے۔ لہٰذا حضرت مجدد پاک نسباً فاروقی ہونے کے باوجود طینت محمدی کے حامل تھے، ثابت ہوا کہ طینت کے لیے نسب شرط نہیں۔ امام محی السنہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں آیہ کریمہ: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى۔ ترجمہ: "ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے" کے تحت عطائے خراسانی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ نطفہ جو رحم میں قرار پکڑتا ہے۔ فرشتہ کچھ خاک اُس مکان سے لاتا ہے جس میں وہ دفن کیا جائے گا اور اُس نطفہ میں ڈال دیتا ہے۔ پس آدمی خاک و نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں کوئی مولود مگر یہ کہ اُس کی ناف میں وہ خاک ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا اور مرنے کے بعد اُس کو اُسی خاک میں لوٹا دیا جاتا ہے جس سے پیدا ہوا تھا اور اُسی میں دفن ہوتا ہے۔ اور تحقیق میں اور ابو بکر و عمر ایک خاک سے پیدا ہوئے اور اُسی میں دفن ہوں گے"۔

ایک روز حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کے بعد مراقبہ میں تھے اچانک آپ نے اپنے اوپر ایک اعلیٰ نورانی خلعت

کو محسوس کیا اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت کی مبارکباد دی۔ قیومیت کے دوسرے سال شاہ سکندر قادری جو شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور خلیفہ تھے اُنکا روحانی حکم حاصل ہوتے ہی کیتھل سے حضرت مجدد پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور خرقہ غوث اعظم جو ان کے سلسلہ میں بطور امانت چلا آرہا تھا آپ کے کندھے پر رکھ دیا (آپ اس وقت دوستوں کے ساتھ مراقبہ میں تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو حضرت شاہ سکندر قادری کو دیکھ کر تواضع سے معانقہ کیا)۔ بعد میں بعض محرمان اسرار سے فرمایا اس خرقہ کے پہنتے ہی حضور غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام خلفاء حضرت شاہ کمال کیتھلی تک تشریف لے آئے اور حضور غوث اعظم نے میرے دل کو اپنے تصرف میں کرتے ہوئے خاص نسبتوں کے انوار و اسرار سے منوّر کر دیا، حضور غوث اعظم کے تصرف اور آپ کے انوار کے غالب آجانے پر میرے دل میں یہ بات آئی کہ تم تو اکابر نقشبندیہ کے تربیت یافتہ ہو۔ اس خیال کا آنا تھا کہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تک تمام مشائخ نقشبندیہ آحاضر ہوئے۔ اکابر نقشبندیہ نے کہا کہ یہ ہمارا تربیت یافتہ ہے اور ہماری تربیت سے کمال کو پہنچا۔ اکابر قادریہ نے کہا کہ بچپن سے ہماری نظر اس پر ہے اور ہمارے خوان نعمت سے بہرہ ور ہے۔ اور اب بھی ہمارا خرقہ پہنے ہوئے ہے خیر دونوں میں مشائخ کبرویہ و چشتیہ کی ایک جماعت نے صلح کروادی، یعنی تمام اکابر نے آپ کو اپنا مقبول بنانے میں اتفاق کیا اور ہر ایک نے اپنی نسبت سے سر فراز فرمایا۔

مذکورہ بالا گفتگو سے مقصد یہ تھا کہ شیخ عبد القادر جیلانی سلطان الاولیاء ہونے کے ناطے قطبیّتِ کُبری کے اُس مقام پر فائز ہیں جہاں اگر چاہیں تو امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مجدّدیوں کے بادشاہ کے دل و دماغ کو اپنے تصرف میں کرتے ہوئے اپنی نسبتوں کے انوار و اسرار سے منّور فرمادیں وہاں اس حقیر فقیر بندۂ ناچیز کی حیثیت ہی کیا ہے کہ بزرگان نقشبندیہ کا فیض اور تربیت یافتہ ہونے کے باوجود سلسلہ قادریہ شیخ عبد القادر جیلانی کا ایسا فیض غالب آیا کہ اپنے پرائے دور و نزدیک کی ہر زبان پر غوث اعظم! غوث اعظم! غوث اعظم کی صدا گونجنے لگی۔ محمد احسن ولد حاجی محمد اشرف خواب میں دیکھتے ہیں کہ "مخلوق خدا بندۂ ناچیز کو یا شیخ عبد القادر جیلانی! کی صداؤں سے پکار رہی ہے"۔ اُن کی محبت میں کیا یہ فنا کا مقام تھا مولویوں کے فتوے اپنی جگہ مگر جو معاملات ظہور پذیر ہوتے چلے گئے بعینہ ہم اُن کو بیان کرتے چلے گئے۔ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۳ء کو محمد یاسر فرماتے ہیں خواب میں پیر و مرشد (بندۂ ناچیز) کا کارواں گزرتے دیکھتا ہوں تو لوگوں کو بتاتا ہوں کہ یہ وہ بزرگ ہیں جن کی سواری پر قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللهِ لکھا ہے۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے، لہٰذا میرا حکم ہر حالت میں نافذ و جاری ہے"

لہٰذا طبیعت جمال یُوسفیہ نقشبندیہ کی عاجزانہ اور انکسارانہ کیفیت سے جلال قادریہ غوثیہ کے شاہانہ رعب اور دبدبہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ اِس اچانک تبدیلی سے میں حیران بھی تھا اور پریشان بھی کیونکہ باباجی سرکار سے بیعت کے بعد زندگی کے پچیس تیس سال نہایت خاموشی اور ٹھنڈی طبیعت میں گزرے کوئی کیسی بھی غلطی کر جاتا کبھی ڈانٹ کر نہ سمجھایا، اگر کسی کی بات ناگوار گزرتی اُسے احساس تک نہ ہونے دیتا۔ مگر اب ۳ جنوری ۲۰۱۱ء کے بعد معاملہ بالکل برعکس ہو چکا تھا، کسی کی معمولی غلط بات یا غلط حرکت بھی طبیعت بے چین کر دیتی وجود پر ایک جلال کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور یہ کیفیت اختیاری نہ تھی بلکہ اضطراری تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کسی کو اُسکی غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد کئی کئی گھنٹے پریشان رہتا اور کچھ کو ڈانٹنے یا ناراض ہونے پر باوجود اِسکے کہ غلطی بھی اُنہی کی ہوتی معذرت کر ڈالتا، بلکہ بار بار معذرت کرتا، کیونکہ طریقت کے ابتدائی مدارس میں دوران تعلیم طبیعت میں عجز و انکساری اور جمالیّت امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہمارے مرشد شیخ عبد الرحیم نے آئمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ بہاؤالدین نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ سے آدابِ طریقت اور اجازتیں حاصل فرمائیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن بزرگوں سے اُنکے دل پر فائض ہوئی اسکو جدا جدا پہچانا"۔ جمال ہو یا جلال دونوں اللہ کی صفات، لہٰذا بعض اولیاء اُسکی صفت جمالیّت اور بعض اُسکی صفت جلالیّت کے مظہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مخلوق میں تین سو اولیاء کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں، اور چالیس کے موسیٰ علیہ السلام، سات کے ابراہیم علیہ السلام، پانچ کے جبرائیل علیہ السلام، تین کے میکائیل علیہ السلام اور ایک کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے"۔ علماء اور مشائخ کا کہنا ہے کہ اولیاء میں غوث، قطب، ابدال، قلندر، نجبا، افراد، اوتاد، ابرار، اسرار، امامان، مفردان، سابقان، مدبّران، دستگیران، محسنان، الغرض تمام اولیاء مختلف عہدوں اور مقامات پر فائز ہیں۔ صرف ابدالوں کو ہی دیکھ لیں اُن کو سات حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

ابدال اقلیم اول	بر قلب ابراہیم علیہ السلام	نام	عبد الحیٔ
ابدال اقلیم دوم	بر قلب موسیٰ علیہ السلام	نام	عبد العلیم
ابدال اقلیم سوم	بر قلب ہارون علیہ السلام	نام	عبد المرید
ابدال اقلیم چہارم	بر قلب ادریس علیہ السلام	نام	عبد القادر
ابدال اقلیم پنجم	بر قلب یوسف علیہ السلام	نام	عبد القاہر
ابدال اقلیم ششم	بر قلب عیسیٰ علیہ السلام	نام	عبد السمیع
ابدال اقلیم ہفتم	بر قلب آدم علیہ السلام	نام	عبد البصیر

ان سات ابدالوں کو قطب اقلیم بھی کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا سات ابدالوں میں سے عبد القادر اور عبد القاہر کو اُن مقامات، ممالک اور اقوام پر مسلط کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہونا ہوتا ہے۔ (رجال الغیب صفحہ ۷۴ مصنف اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ)

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَّاِنِّيْ عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

"ہر ایک ولی کا ایک مقام ہے لیکن میرا مقام نبی اکرم ﷺ جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں ان کے قدموں پر ہونا ہے"

مشائخ عظام کے نزدیک ہر ولی کسی نہ کسی نبی کی ولایت پر ہوتا ہے "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ"۔ "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں" کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا طبیعت اور مزاج میں اولیاء کے مختلف درجات اور مقامات ہیں بعض صاحب جمال تو بعض صاحب جلال۔ مثلاً حضرت علاؤالدین علی احمد صابر چشتی رحمۃ اللہ علیہ نہایت صاحب جلال بزرگ ہوئے کیونکہ آپ کا نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ قلب اسرافیل اور ولایت موسوی رکھتے تھے۔ جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ بعد از وصال بھی آپ کے مزار شریف پر کوئی نہ ٹھہرتا، حتّٰی کہ مجاورں کو بھی ہمت نہ پڑتی، اگر پھر بھی کوئی مزار کے قریب جاتا ایک بجلی اُسے جلادیتی۔ لیکن جب قطبِ عالم شاہ عبدالقدوس گنگوہی نے کلیئر شریف آپ کے مزار پر پہنچ کر یہ عرض کیا کہ مخلوق آپ سے فیض کی طلب گار ہے اس بجلی کو بند فرمادیں۔ حضرت علی احمد صابر نے جواب فرمایا تمہاری خاطر ہم نے اپنی ذات کی برق کو عالم لامکان میں بند کر دیا اور صفات جمالیہ کو قدرے ظاہر کر دیا تا کہ ہر خاص وعام یہاں پہنچ سکے۔

شیخ بقا بن بطو بیان کرتے ہیں شیخ عبداللہ اپنے نوجوان بیٹے کے ساتھ حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا سیّدی میرا ایک ہی بیٹا ہے اور اسکی عادتیں بہت خراب ہیں یہ سننا تھا کہ حضور غوث اعظم غصّہ اور جلال کی حالت میں اُس نوجوان کو فرمانے لگے تمہاری حرکتیں اب مجھ تک بھی پہنچنے لگیں۔ اُسی وقت بغداد میں ایسی آگ لگی کہ ایک مکان سے بجھاتے تو دوسرے میں پہنچ جاتی۔ شیخ بقا کہتے ہیں میں نے جلدی سے حضرت کی خدمت میں عرض کیا اے ہمارے سردار! مخلوق پر رحم فرمایئے۔ چنانچہ آپ کا غصّہ ختم ہوتے ہی وہ بلا دور ہو گئی اور آگ ٹھنڈی ہوتی چلی گئی۔

ایک بزرگ جو بڑے صاحب کرامت تھے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ میرا مقام حضرت یونس علیہ السلام کے مقام سے بھی اُوپر ہے۔ اُن کا ذکر جب حضور غوث اعظم کی مجلس میں کیا گیا تو غصّے اور جلال سے آپکے چہرے کی رنگت سرخ پڑگئی، ابھی آپ اُسی حالت میں تھے کہ دعویٰ کرنے والے بزرگ فوت ہو گئے، بعد میں کسی کو خواب میں دیکھائی دیئے فرمانے لگے حضور غوث اعظم کی سفارش اور دعاء سے ناصرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے معاف کر دیا بلکہ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی معاف فرمادیا۔

ایک مرتبہ آپ سرکار اپنے مدرسہ میں مختلف ممالک کے مشائخ عظام کی موجودگی میں کھانا تناول فرماتے ایک خادم (مرید) کو فرمانے لگے تم بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالو۔ اُس نے کہا میں روزہ سے ہوں آپ نے فرمایا کھاؤ تمہیں روزے کا ہی نہیں ایک سال کے روزوں کا بلکہ ساری دنیا کے روزوں کا ثواب عطا کیا جائے گا، اُس کے مسلسل انکار پر

کیفیتِ جلال میں آپکی غضبناک نگاہ کا اُس پر پڑنا تھا کہ وہ زمین پر گرا، جسم سوج گیا یہاں تک کہ جسم سے خون اور پیپ بہنے لگا۔ مشائخ عظام نے اُس کی سفارش کرنا چاہی لیکن آپ کے غضب وجلال کے ڈر سے خاموش رہے اُن کی اِس خاموشی کو دیکھ کر آپ کو خود ہی اُس پر ترس آگیا اور وہ ٹھیک ہو کر اپنی اصل حالت میں آگیا یوں لگتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

آپ کی خدمت میں بادشاہ المستنجد باللہ ابو المظفر سلام کی نیّت سے حاضر ہوا اور نصیحت کا خواست گار ہوا، نہایت عاجزانہ تحفۃً جب دس تھیلیاں زروجواہر کی پیش فرمائیں آپ نے فرمایا: "میں ان کی حاجت نہیں رکھتا"۔ اور قبول کرنے سے انکار فرمادیا، پھر ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ اور دوسری تھیلی بائیں ہاتھ میں پکڑ کر دونوں تھیلیوں کو نچوڑا تو اُن سے خون بہنے لگا، آپ نے فرمایا: "اے ابو المظفر! کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں لوگوں کا خون چوستے ہو۔ خدا کی قسم حضور ﷺ سے اگر تمہاری نسبت اور رشتے داری کا لحاظ نہ ہوتا تو میں یہ خون تمہارے گھر تک پہنچادیتا، یہ سننا تھا کہ بادشاہ ڈر اور خوف سے بے ہوش ہو گیا۔

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

"اگر میں اپنا راز دریاؤں پر کھول دوں تو دریاؤں کا پانی زمین میں جذب ہو جائے اور ان کا نام ونشان بھی نہ رہے"

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

"اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر آشکار کروں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ریت ہو جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے"

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِیْ

"اگر میں اپنا راز آگ پر ظاہر کروں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نام نشان نہ رہے"

پانچویں تبدیلی جو غوث اعظم کے رعب ولایت اور شانِ قادریہ کے ضمن میں روپذیر ہوئی اس کو بیان کرنے کا مقصد اور لُبِّ لباب ذیل میں بیان ہوئے واقع سے قدرے واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں سیاسی ابتری اور معاشرتی ناہمواریوں کا بڑا زور تھا۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی حضور دہلی کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ؛ دہلی سے باہر فلاں سڑک کے کنارے ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے ایک ضعیف شخص خربوزے بیچتا ملے گا وہ ان دنوں "دہلی کا قطب" ہے۔ دوسرے دن وہ شخص خربوزے بیچنے والے کے پاس جا پہنچا اور ایک خربوزے کی قیمت پوچھی، بابا جی نے کہا صرف ایک اکنی۔ اُس نے اکنی دی اور خربوزہ اٹھا کر چھری سے چیر کر چکھ کر کہنے لگا۔۔۔ بابا! یہ خربوزہ تو پھیکا ہے۔ بابا جی کہنے لگے اور لے لو، اسے

پرے رکھ دو۔ دوسرا اٹھایا، بابا! اس سے تو بدبو آتی ہے۔ جواب ملا اس کو بھی پرے رکھ دو اور لے لو۔ تیسرا اٹھایا، چیرا، بابا! اس میں تو کیڑے چل رہے ہیں۔ فرمایا! ادھر رکھ دو اور دوسرا لے لو۔ قصہ مختصر اُس شخص نے سارے خربوزے یکے بعد دیگرے خراب کر دیئے اور کہنے لگا بابا! تم نے تو مجھے لوٹ لیا۔ باباجی نے کہا! اپنی اکنی لے لو، شاید میں آج اچھے خربوزے نہیں لا سکا۔ وہ شخص سارے خربوزے خراب کر کے اپنے پیسے جیب میں ڈال کر چلتا بنا اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو جا کر کہنے لگا جب دہلی کا قطب ایسا ہے تو پھر یہ افراتفری کیوں نہ ہو۔

چند سال گزرے احمد شاہ ابدالی افغانستان سے اٹھ کر پنجاب کو روندتا ہوا دہلی پر حملہ آور ہوا، اُس نے ملک میں نظم و نسق کے مسلے کو درست کیا۔ جو چوری کرتا اس کا ہاتھ کاٹ دیتا، جو قتل کرتا اس کو پھانسی پر لٹکا دیتا، جو زیادتی کرتا اسی وقت سزا دیتا، الغرض دہلی اور مضافات میں امن قائم ہو گیا۔ اب پھر وہی شخص دوبارہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور کہا حضرت! ان دِنوں دہلی کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر ایک بوڑھا مشکیزہ اٹھائے نمازِ جمعہ کے بعد نمازیوں کو پانی پلاتا نظر آئے گا، وہ ان دنوں دہلی کا قطب ہے۔ وہ شخص جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد جا پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ مشکیزہ اٹھائے ایک بوڑھا ہانپتا کانپتا سیڑھیاں چڑھ رہا ہے، لوگ دوڑ دوڑ کر اس سے پانی پی رہے ہیں۔ یہ شخص بھی آگے بڑھا، ایک آبخورہ لیا اور پانی مانگ کر پینے لگا۔ آدھا پانی پیا اور آدھا زمین پر گرا دیا۔ اُن باباجی کو یہ بات ناگوار گزری اور ایک زور دار طمانچہ رسید کرتے ہوئے فرمایا کیا مجھے بھی خربوزے والا سمجھ رکھا ہے۔۔! دفع ہو جاؤ اور مولوی عبدالعزیز کو کہنا کہ تیرے جیسے بے ہودہ لوگوں کو ہمارے پاس نہ بھیجا کرے۔

چھٹی تبدیلی یہ پیدا ہوئی کہ اِس خلافت و اجازت کے بعد حضور غوث اعظم نے بندۂ ناچیز کے مریدوں کو اپنے سلسلہ میں داخل فرماتے ہوئے اپنا ہی مرید قرار دے دیا۔ یعنی آج کے بعد بندۂ ناچیز کے ارادت مند نقشبندیت کے ساتھ ساتھ ڈائریکٹ نسبت قادریہ کے بھی حامل ہوں گے۔ محمد احسن ولد حاجی اشرف فرماتے ہیں "۲۸ اگست ۲۰۱۳ء خواب میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو گیارہویں شریف والے ہال کے سٹیج پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف فرما دیکھا۔ آپ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمانے لگے اپنے پیرومرشد کو میرا پیغام دینا کہ اُن کا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے لہٰذا جسکا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں ہے اُسکا ہاتھ ہمارے ہی ہاتھ میں ہے"۔ اگرچہ اس بشارت کا اعلان ۲۰۱۳ء میں فرمایا گیا جبکہ حقیقت میں اِس کا آغاز کم و بیش بیس پچیس سال قبل ہی ہو چکا تھا جیسا کہ شروع میں بیان ہوا؛" آپ سرکار میرے گھر کے صحن میں کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے جلتے ہوئے کوئلوں پر

تازہ تازہ دیگیں پکی پڑی ہیں آپکے ہاتھ میں دیگ سے سالن نکالنے والا بڑا ساڈوا ہے، مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر کے نہایت محبت کے ساتھ لنگر شریف تقسیم کرنے کا طریقہ سمجھاتے ہوئے اس ڈوے کے ذریعے لنگر شریف تقسیم فرمارہے ہیں۔ بڑی بڑی داڑھیوں اور پگڑیوں والے لوگ میرے گھر کے صحن میں لنگر شریف لینے کے لیے قطار میں کھڑے ہیں"۔ لہٰذا اظہار اب فرمایا جبکہ اشارۃً کئی سال پہلے ہی دکھا چکے تھے کہ لنگر ہمارا ہو گا تقسیم تم کرو گے، ہاتھ ہمارا ہو گا بیعت تم کرو گے، فیض ہمارا ہو گا فیضاب تم کرو گے، بزرگی اور داستان ہماری ہو گی سپرد قلم تم کرو گے۔
یہاں اُس بشارت کا ذکر کرتا چلوں جو اللہ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔

"(محبوب) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"

کوئی انسان ڈائریکٹ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت تو نہیں مگر یہ بات مسلّمہ ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اُس نے خدا ہی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ مثلاً بیعت رضوان والے چودہ سو صحابہ کرام جن کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اِن کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہے جبکہ اُن کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ معلوم ہوا حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور حضور کی بیعت اللہ ہی کی بیعت ہے۔

سفر بغداد شریف ۲۰۱۳ء

الحمد للہ زندگی میں ہر حال ہر جگہ شہنشاہِ بغداد کا فیض بندۂ ناچیز کے شامل حال رہا، خصوصاً ۳ جنوری ۲۰۱۱ء اپنے دربار میں نوازشات اور فیض کے بحر بیکراں سے سیراب کرنے کے بعد جو مژدہ جانفزا آپ سرکار رضی اللہ عنہ نے دوست احباب کو بندہ کے متعلق سنایا تھا پاکستان واپس آنے کے بعد بھی اُس کی گونج مسلسل دو سال تک سنائی دیتی رہی، کسی کو خواب، کسی کو مراقبہ، تو کسی کو جاگتی آنکھوں کوئی نہ کوئی پیغام بشارت یا خوشخبری بندۂ ناچیز کے متعلق دیتے ہوئے اپنی زیارت سے مشرف بھی فرماتے رہے مثلاً ۱۹۲۳ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے پہلے ایشین مسلم ڈاکٹر میاں عبد الحمید (جنکا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں درج ہوا) کے صاحبزادے اور بندۂ ناچیز سے بیعت ہونے والے مشہور طبیب حکیم وجاہت حمید (سابقہ امیر تبلیغی جماعت جوہر ٹاؤن) جنھوں نے عقائد دیوبند سے تائب ہو کر عقائد اہلسنت کو اختیار کیا تو طبیعت اور کیفیت میں ایسی تبدیلی رونما ہوئی کہ ۶ جولائی ۲۰۱۲ء کو اپنا ایک واقعہ بیان کرتے وقت رو پڑے، فرماتے ہیں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ:۔ "بغداد شریف میں موجود ہوں اور وہاں جشن کا سماں ہے تمام عمارتوں پر سرخ رنگ کا گٹکا (جیسا آپ کے آستانے پر ہے) لگا ہوا ہے لوگ اپنے اپنے گھروں کے سامنے تخت بچھائے کسی کے استقبال میں اپنی اپنی بالکونیوں

میں کھڑے یوں منتظر ہیں جیسے کسی بادشاہ کی آمد آمد ہو، اور مجھے خواب میں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ تمام انتظامات قبلہ پیر و مرشد کے لیے کیے گئے ہیں"۔

بندہ چونکہ پہلے ہی آئندہ سال ۲۰۱۳ء میں عرس مبارک میں شمولیت کا پروگرام تشکیل دے چکا تھا، لہٰذا وجاہت صاحب نے خواب میں جو جشن کا سماں دیکھا شاید ہماری عرس مبارک پر حاضری اسی کی تعبیر تھی کہ ہم ایک بار پھر ۱۸ فروری ۲۰۱۳ء بروز پیر دو سال بعد رات تین بجے علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر بغداد شریف روانگی کے لیے بورڈنگ اور امیگریشن سے فراغت کے بعد ڈیپارچر لاونج میں بیٹھے روانگی کی اناؤنسمنٹ کے انتظار میں چائے پیتے باتیں کرتے وقت گزار رہے تھے جبکہ رفیق بھٹی اور محمد سعید بندۂ ناچیز کے پاؤں دبانے میں مصروف تھے، اُدھر لندن سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک میں شمولیت کے لیے تشریف لائے حق نواز صاحب ساتھ بیٹھے چائے نوش فرما رہے تھے اور ایک طرف میری اہلیہ عظمیٰ، مسز رفیق (شاہدہ) اور مسز حق نواز (طیبہ) بھی چائے نوش کرتیں باتوں میں مصروف تھیں۔

ہمیں اتحاد ایئر ویز کی فلائیٹ سے ابو ظہبی میں فلائیٹ ٹرانسفر کے عمل سے گزرتے ہوئے بغداد شریف روانہ ہونا تھا مگر چونکہ فلائیٹ موسم کی خرابی کے باعث دو گھنٹے لیٹ تھی، اور اُدھر ابو ظہبی میں ٹرانزٹ پریڈ بھی صرف دو گھنٹے ہی تھا ہم سب گہری سوچ میں تھے اب کیا ہوگا کیونکہ جب ہمارا جہاز ابو ظہبی لینڈ کر رہا ہوگا تو بغداد شریف جانے والا جہاز ابو ظہبی سے ٹیک آف کر رہا ہوگا پس ذہن اسی کشمکش میں سخت پریشان تھا کیونکہ ابو ظہبی سے روزانہ ایک ہی فلائیٹ بغداد شریف جاتی تھی اور اگلی فلائیٹ چوبیس گھنٹے بعد تھی اور اُس میں بھی سیٹ ملنے کی گارنٹی نہ تھی اور ادھر ابو ظہبی میں چوبیس گھنٹے گزارتے بھی تو کہاں جبکہ اُدھر بغداد شریف میں عرس غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تقریبات بھی شروع ہو چکی ہوتیں، گو کہ حق نواز صاحب تسلی دے رہے تھے کہ آپ پریشان نہ ہوں اتحاد ایر ویز والے فلائیٹ لیٹ کرلیں گے مگر اتنے مسافروں کو ایئر پورٹ پر بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے جن کو کنیکٹنگ فلائٹ کی ٹکٹیں خود انہوں نے ایشو کی ہیں، جہاز لیٹ ہے تو ایئر لائن کی غلطی سے اس میں ہمارا کیا قصور۔

خیر خدا خدا کر کے اناؤنسمنٹ ہوئی کہ اب آپ جہاز میں تشریف لیجا سکتے ہیں۔ ابو ظہبی پہنچتے پہنچتے صبح کے دس بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے دھڑکتے دلوں کے ساتھ باہر ڈیپارچر لاونج کی طرف نکلے اور فلائیٹ ٹائم ٹیبل کے ڈسپلے بورڈ پر نظر پڑی تو خوشی کی انتہاء نہ رہی کیونکہ بغداد شریف جانے والے جہاز نے ابھی تک ٹیک آف نہیں کیا تھا، لاسٹ اینڈ فائنل کال کی اناونسمنٹ جاری تھی، ٹرمینل گیٹ دور ہونے کی وجہ سے آؤ دیکھا نہ تاؤ سب نے دوڑ لگا دی۔ چند قدم کے بعد محسوس ہوا جیسے کوئی پیچھے سے پکار رہا ہو مڑ کر دیکھا تو اس دوڑ میں ہم اکیلے نہ تھے بلکہ اِسی فلائیٹ میں ہمارے ساتھ ۳۰، ۴۰ کے لگ بھگ بوڑھے، بچے، خواتین اور بھی تھے جو ہمارے ساتھ بغداد شریف ہی جا رہے

تھے۔ چند بوڑھے بزرگوں نے ہمیں آواز دی ہمیں چھوڑ کے نہ جانا ہم بھی بغداد شریف عرس میں جارہے ہیں، ہم لوگوں نے بھی دوڑتے ہانپتے بغیر رُکے ان کو جواب دیا بزرگو! جتنی طاقت سے دوڑ سکتے ہو دوڑو کیونکہ دوڑ اپنی اپنی، اب تو فائنل کال پر بورڈنگ گیٹ بھی بند ہونے جارہا ہے تقریباً ۲۰، ۲۵ منٹ کی دوڑ کے بعد ہم ٹرمینل بس میں بیٹھے جہاز پر سوار ہونے جارہے تھے کہ رفیق بھٹی صاحب اچانک فرمانے لگے حضور ان سے ملیں یہ ہیں ریٹائرڈ سی سی پی اَو لاہور اسلم ترین، نظر اٹھا کے دیکھا تو گورا چٹا پٹھان پینٹ کوٹ میں ملبوس اپنا ہاتھ آگے بڑھائے مجھے دیکھ رہا تھا چونکہ ان حضرت سے لاہور میں پہلے بھی میلاد کی چند محافل میں ملاقات ہو چکی تھی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا بھئی آپ کہاں تو وہ کہنے لگے میں بھی بغداد شریف حضور غوث اعظم کے عرس مبارک پر جارہا ہوں، خیر کچھ ہی دیر میں ہمارا جہاز ہمیں لیے بغداد شریف کے مبارک سفر پر آسمان کی بلندیوں پر ہوا کے راستوں میں گم ہو چکا تھا۔ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض اور توجہ سے ابھی لنگر غوثیہ تناول فرما کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایئر ہوسٹس کی اناؤنسمنٹ سنائی دی ہم چند ہی منٹوں میں بغداد کے صدام انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر لینڈ کرنے والے ہیں کھڑکیوں سے بغداد شریف کی مقدس سرزمین نظر آنا شروع ہو چکی تھی۔

یہاں کسی قاری کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ اتحاد ایئر ویز کے Meal کو باباجی صاحب اور غوث اعظم کے لنگر اور تواضع سے کیوں نسبت دی گئی تو عرض کرتا چلوں؛ "ایک مرتبہ خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک نوجوان مسافر حاضر خدمت ہوا، حضرت نے مریدین سے فرمایا اس کو لنگر خانے سے لنگر شریف کھلا دو۔ وہ نوجوان جب لنگر شریف کھا چکا تو اپنے پیرومرشد کے آستانے کی طرف منہ کر کے کہنے لگا یا شیخ معظم اس قدر عمدہ لنگر شریف کھلانے کا شکریہ۔ خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کو بُرا لگا کہ لنگر تو ہمارے شیخ کے آستانے سے کھایا اور شکریہ اپنے شیخ کا ادا کیا، انہوں نے حضرت سے جب تمام ماجرا عرض کیا تو آپ نے پوچھا وہ نوجوان کہاں ہے عرض کی گئی وہ تو جا چکا، آپ فرمانے لگے جاؤ اُسے ڈھونڈو! اگر طریقت سیکھنی ہے تو اُس سے سیکھو"۔ روحانیت کی دنیا میں بزرگانِ دین سے طریقت کا ایک مسئلہ یہ بھی سمجھا فیض کہیں سے بھی ملے مگر اُسکو منسوب اپنے شیخ معظم اور مربی سے کیا جائے۔

خیر آج ہم ایک مرتبہ پھر بغداد شریف کی سرزمین پر موجود تھے، جب ایئر پورٹ ٹرانسفر بس کے ذریعے ٹیکسی سٹینڈ سے دو عدد ٹیکسی لے کر مختلف سڑکوں سے گزرتے اعظمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے تب اس بات کا احساس ہوا کہ گذشتہ دو سالوں میں بہت تبدیلی واقعہ ہو چکی تھی پیسے کی ریل پیل نظر آئی، جہاں کوئی نئی گاڑی شاذو نادر ہی دکھائی دیتی تھی اب وہاں ہر دوسری گاڑی نئے ماڈل اور نئے برانڈ کی تھی کچھ ہی دیر میں دریائے دجلہ کو عبور کرتے دور سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر نظر ٹکاتے ہم کاظمیہ سے اعظمیہ پہنچ چکے تھے۔ اور اِس

مرتبہ ہوٹل فندق ناز نین میں ایک دن گزار کر اگلے دن طریق اُمّ شجّر (محلہ بتوعین) کے ہوٹل (فندق بابا گرگر) میں منتقل ہوگئے۔ دریائے دجلہ کا ذکر ہوا تو ۳ اکتوبر ۲۰۱۲ء کا دن یاد آ گیا "خواب میں کیا دیکھتا ہوں حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ دریا کنارے ایک بیڑے کے عرشہ پر عصا کی طرح چپّو ہاتھ میں پکڑے شاہانہ انداز میں بادشاہوں کے مانند کھڑے ہیں"۔

ہوٹل پہنچتے پہنچتے چونکہ دوپہر کے تین بج چکے تھے اور مسلسل جاگ جاگ کر حالت بھی دگرگوں تھی آرام کرنے سے قبل سامنے ایک ہوٹل سے کھانا منگوا کر کھایا، رفیق بھٹی اور سعید صاحب سے عرض کی آپ لوگ "باب الشیخ" جاکر عرس کی تقریبات کا ٹائم ٹیبل لے آئیں آپ کے آنے تک ہم لوگ کچھ دیر سو لیتے ہیں۔ عشاء کے وقت عظمیٰ کے کہنے پر ڈنر کے لیے پچھلی مرتبہ والے مطعم الجنّۃ نامی ریسٹورنٹ کی طرف نکلے تو ایک پریشانی یہ تھی کہ ابھی تک رفیق صاحب اور سعید صاحب کا کچھ اتا پتہ معلوم نہ تھا، جبکہ میرا اندازہ صحیح نکلا جب سامنے سے آتی ٹیکسی میں بانکے حال، پریشان، حواس باختہ اور رنگ زرد رفیق بھٹی اور سعید صاحب ہم لوگوں کو سڑک پر جاتا دیکھ کر چیختے چلاتے ہاتھ ہلاتے، ٹیکسی ڈرائیور کو یہ کہتے سنائی دیئے روکو! روکو! یہی ہے ہماری منزل ہمارا ہوٹل اسی ایریا میں تھا اور لپکتے لٹکتے چھلانگیں لگاتے ہمارے سامنے آ ٹپکے، اور عرض کرنے لگے حضور! ہوٹل کا نام، پتہ اور راستہ بھولنے کی برکت سے ٹیکسی ڈرائیور ہمیں تمام بغداد شریف کی سیر کروالایا۔ خیر کھانا کھا کر ہوٹل واپس پہنچے دوستوں سے عرس مبارک کی تقریبات کا ٹائم ٹیبل پوچھا، چائے پی اور سو گئے کہ صبح دربار شریف پر حاضر ہوں گے۔

بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی!

۱۹ فروری بروز منگل سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پانچ ہزار مرتبہ درود شریف کا نذرانہ پیش کر کے جب باب الشیخ پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے دو سال پہلے روضۂ مبارک کے باہر جو سڑکیں خالی اور سنسان پڑی رہتیں تھیں آج بسوں، ٹھیلوں اور دکانوں سے سجی پڑی تھیں۔ دربار شریف کے صحن اور گردونواح میں عورتوں، مردوں، بوڑھوں اور بچوں کے بھیس میں درجنوں "فقراء" آنے والے مہمانوں سے اس طرح ہدیہ مانگتے دکھائی دیئے کہ کسی کی قمیض پکڑ لیتے، کسی کا بازو، کسی کی تھوڑھی کو ہاتھ لگاتے تو کسی کے سامنے ہاتھ جوڑتے، لوگ ان کو جھڑکتے ڈانٹتے اپنے سے دور ہٹاتے۔ بندۂ ناچیز اِس مرتبہ بھی عظمیٰ سے دورانِ سفر اس موضوع پر گفتگو کر چکا تھا کہ بغداد شریف میں کسی کا رویہ اچھا نہ لگے یا کوئی چیز خدانخواستہ خراب یا طبیعت کے برعکس محسوس ہو اُس کا ذکر زبان پہ نہ لانا، یہاں تک کہ انسان تو انسان وہاں کے کتوں کا بھی ادب کرنا کیونکہ اللہ کے بندوں سے نسبت رکھنے والا کتا بھی ایسا مقبول بارگاہ ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کے ولیوں کے ساتھ رہنے والا کتا کہ جس کا ذکر کلام الٰہی کی صورت میں قرآن

کا حصہ بن سکتا ہے تو تاجدار انبیا کی اُمت میں تاجدارِ اولیاء کے در کے کتے کا کیا مقام اور مرتبہ ہو گا۔ گھنگ شریف میں بابا جی صاحب کا بیان سن کر آپکی نگاہِ توجہ سے توبہ کرنے والا پھُلاڈا کو حالت جذب میں اکثر یہ شعر پڑھتا:۔

وِرلا کوئی جانے کی شان ولی دا کتاوی ولی ہندا اولیاں دی گلی دا

جاہ و جلال سے شیر پر سوار ہو کر بغداد شریف غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہونے والے ولی اللہ شیخ احمد زندہ نے جب بارگاہِ غوثیت سے شیر کے لیے گائے کی فرمائش کی تو آپ نے خدام سے فرمایا شیر کے لیے گائے دے دی جائے، مگر اس سے پہلے کہ شیر گائے کو چیر پھاڑ دیتا آپکے اصطبل پہ رہنے والے کتے نے شیر کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا جسکو دیکھ کر شیخ احمد زندہ شرمندہ ہوئے فوراً آگے بڑھے آپکے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور توبہ فرمائی۔ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ہفت اقلیم کے بادشاہ، غوث ہوں یا قطب، ابدال ہوں یا قلندر، ابو مدین مغربی ہوں، احمد کبیر رفاعی ہوں، علی بن ہیتی ہوں یا پھر بقا بن بطو رضی اللہ عنہم سب کپکپاتے دکھائی دیتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا:۔

سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قرب ربانی کہ بر شیر اں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

"خدا کا قرب چاہتا ہے تو غوث اعظم کے در کا کتا بن جا کیونکہ غوث اعظم کے در کا کتا شیروں پر فضیلت رکھتا ہے"

کہتے ہیں سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ارادت مندوں کے ساتھ جہاں کہیں جاتے اُن کی مجلس کے قریب ایک کتا بھی آکر بیٹھ جاتا، ایک مرتبہ آپکی نگاہِ توجہ اُس پر پڑ گئی پس نگاہ کا اُس پر پڑنا تھا ایسا رنگ چڑھا پھر اُس کتے کا حال یہ تھا کہ وہ جہاں کہیں بیٹھتا شہر کے تمام کتے اُس کے گرد جمع رہتے۔ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

مردے ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گُن کردا

کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

رحمانی صاحب اُن لوگوں میں سے تھے جن کو اپنی اعلیٰ تعلیم کی بدولت مختلف ممالک کی یونیورسٹیز اور کالجز، سنگاپور، ملائیشیا، امریکہ، لندن، ایران، اعراق وغیرہ بلکہ سعودیہ میں تو شہزادوں کے درس و تدریس کے فرائض سر انجام دینے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔ آج کے دور میں ایک عام انگلش میڈیم سکول کا پروفیسر مان نہیں ہوتا عالی شان بنگلہ، لیٹسٹ ماڈل گاڑی نوکر چاکر شان و شوکت وغیرہ وغیرہ۔۔ مگر رحمانی صاحب تھے کہ نوکر چاکر تو دور کی بات دو وقت کی روٹی میّسر نہ تھی۔ لیٹسٹ ماڈل کی کار تو کُجا بسوں ویگنوں یا پھر پیدل سفر کرتے دکھائی دیتے۔ پہلی بیوی مر گئی دوسری بیوی نے پہلی بیوی کی بیٹی کو مار مار کر پاگل کر دیا اور بازاروں میں برباد کر کے رکھ دیا۔ جب کبھی اپنی کہانی سناتے تو رو پڑتے، کہتے شہنشاہِ بغداد کی بارگاہ میں ایک ادنی سی بے ادبی نے زندگی تباہ و برباد کر کے رکھ دی۔ اعراق میں قیام کے دوران ایک مرتبہ حضور غوث اعظم کے مزار پُر انوار پر آپکی بارگاہ میں حاضر تھا کہ کسی درویش نے میرے ہاتھوں پر کچھ دینار رکھ دیئے اور کہا یہ رکھ لو، مجھے اُس درویش کی اس حرکت پر اتنا غصہ آیا کہ میں نے وہ دینار

اُس کے منہ پر مار دیئے اور کہا کیا تجھے میں شکل سے فقیر مانگنے والا دکھائی دیتا ہوں فرماتے ہیں جب رات کو میں گھر جا کر بستر پہ لیٹا تو نیم غنودگی کے عالم میں کیا دیکھتا ہوں کہ سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سخت غصہ اور جلال کی کیفیت میں تشریف لائے اور ایک زور دار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا۔ وہ دن اور آج کا دن لوگوں سے مانگتے مانگتے زندگی برباد ہو گئی۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

پہلی منزل ادب عشق دی، بِنا ادبوں مراد نہ پاوے

بے ادباں دی بستی اندر، کدی ٹھنڈی ہوا نہ آوے

خیر عظمیٰ بھی آدابِ طریقت کی رمز شناسی میں کسی سے کم نہ رہی، باب الشیخ کے باہر ایک دوکان سے کچھ سامان خرید کر دوکاندار کو تمام رقم ادا کرنے کے بعد جب کچھ چیزیں اور خریدنا چاہیں تو دوکاندار نے یہ الزام لگا دیا کہ پہلے اُن چیزوں کی قیمت ادا کرو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں، حالانکہ وہ اُن چیزوں کی قیمت ادا کر چکی تھیں۔ نہایت ادب سے اُس کو سمجھانے کی کوشش کہ بھائی تم اپنی رقم وصول کر چکے ہو مگر وہ نہ مانا بلکہ بد تمیزی پر اُتر آیا یہاں تک کہ اُسکی دوکان پر موجود دوسرے گاہکوں نے جب اُس کو برا بھلا کہا کہ تم زیادتی کر رہے ہو تو اور غصہ میں آ کر پہلے والا فروخت شدہ سامان بھی واپس لے لیا اور رقم بھی لوٹا دی یہ تب بھی خاموش رہیں۔ دوسرا یہ کہ بغداد شریف پہنچتے ساتھ ہی وائرل انفیکشن (Viral Infection) کی وجہ سے عظمیٰ ہرپیز زوسٹر (Herpes Zoster) کی سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئیں۔ بیماری بھی ایسی کہ برداشت سے باہر شدید نقاہت اور تکلیف کی حالت میں ہمارے لاکھ سمجھانے پر بھی ہوٹل میں آرام کرنے کی بجائے بلاناغہ صبح شام حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہمارے ساتھ حاضری دیتی رہیں، یہاں تک کہ ایک دن خانوادۂ قادریہ سے تعلق رکھنے والی ایک گیلانی سیّدہ جن کو وہاں خاص عزت اور پروٹوکول دیا جاتا تھا جب اُنہوں نے عظمیٰ کو اس حالت میں بھی بلاناغہ حاضری دیتے دیکھا تو اِن پر کچھ ایسا پیار آیا کہ ایک دن اِن کے منع کرنے کے باوجود حضور غوث اعظم کی جالی مبارک کے سامنے زبردستی کافی دیر تک اِن کو دباتی رہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضور غوث پاک کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی انکی یہ ادا کچھ ایسی مقبول ہوئی کہ پاکستان آنے کے بعد خواب میں کیا دیکھتی ہیں؛ "حضور غوث اعظم ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں سامنے تین کرسیاں اور موجود ہیں پہلی کرسی پر مزار شریف کی خادمہ اُس سے اونچی کرسی پر وہی گیلانی سیّدہ اور سب سے اُونچی کرسی پر آپ سرکار عظمیٰ کو بیٹھنے کا اشارہ فرماتے ہیں"۔

بغداد شریف حاضری کی قبل از وقت بشارت

مذکورہ بالا واقعہ کے ضمن میں حضور غوث پاک کی ایک اور کرامت عرض کرتا چلوں ؛ بغداد شریف روانگی سے ٹھیک ایک ماہ قبل ۱۸ جنوری بروز جمعہ صبح کے وقت عظمیٰ نے خواب دیکھا جو انہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے فرماتی ہیں۔ "صبح کا وقت ہے میں محسن کے ساتھ حضور غوث اعظم کے مزار مبارک میں داخل ہوتی ہوں تو سامنے دو مجاور سخت سردی میں چادریں اوڑھے آپس میں باتیں کر رہے ہیں ہم دونوں کا وضو نہیں جبکہ سامنے دروازے کے پاس نیم گرم پانی سے بھرے دو سرخ رنگ کے بڑے بڑے مٹکے موجود ہیں مگر کوئی برتن یا پیالہ موجود نہیں جسکی مدد سے پانی نکال کر وضو کیا جا سکے۔ سوچتی ہوں کہ آج تو بغیر وضو اندر داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ اس اثناء میں محسن مواجہہ شریف والی جالی مبارک کے راستے اندر داخل ہو جاتے ہیں تو اُن کے پیچھے پیچھے میں بھی اندر داخل ہو جاتی ہوں۔ وہاں تعویذ والے مقام پر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سبز رنگ کی چادر اوڑھے بستر پر آرام فرما ہیں اور محسن اُن کے قریب بیٹھے ہیں میں دل میں سوچتی ہوں کہ آپ تو قبر شریف کے باہر موجود ہیں۔ اچانک چہرۂ مبارک سے چادر سرکتی ہے تو دیکھتی ہوں اس قدر حسین نورانی اور خوبصورت چہرہ مبارک جو تقریباً نو سو سال گزرنے کے بعد بھی ایسا تر و تازہ جیسے ابھی ابھی سوئے ہوں"۔

یہاں خواب تو ختم ہو جاتا ہے مگر حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نہ ختم ہونے والی کرامتوں میں سے ایک ایسی کرامت ظاہر ہوتی ہے جو اپنے اندر کئی اور کرامتیں پوشیدہ رکھے تھی۔ غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے شہزادے نے اپنے پاس بلانے سے ایک ماہ قبل ہی اُن چیزوں کی نشاندہی فرما دی تھی جن کا ظہور ابھی ایک ماہ بعد عمل میں آنے والا تھا مثلاً ؛ ◈ آئندہ جب ہمارے مزار پر آؤ گی محسن کے ساتھ آؤ گی ◈ وہ سردیوں کے دن ہوں گے ◈ صبح کا وقت ہو گا ◈ روزانہ جب حاضر ہو گی تو سامنے چادر اوڑھے دو مجاور بیٹھے ہوں گے ایک عورتوں کی جانب ایک مردوں کی جانب ◈ ہرپیز زوسٹر میں مبتلا ہونے اور جلد کے زخموں سے خون، پانی رسنے کی وجہ سے تمہارا وضو نہیں ہو گا ◈ آداب محبت کی بدولت ہم تم دونوں کی حاضری کو نہ صرف قبول فرمائیں گے بلکہ بغیر وضو کے بھی اندر داخلہ کی اجازت مرحمت فرمائیں گے ◈ خواب میں جو سبز چادر ہمیں اوڑھے دیکھ رہی ہو پاکستان روانگی سے قبل مجاور محسن کو عطا فرمائیں گے ◈ حاضری کی قبولیت کے ضمن میں سفر نامہ کے اندر جب اس خواب کا ذکر کرو گے تو اس کی سند میں مغرب و عشاء کے وہ دو واقعات مصدر و ماخذ کی حیثیت اختیار کر جائیں گے جن کا حقدار یہ سفر نامہ بنے گا (تفصیل صفحہ نمبر 81 پر ملاحظہ کریں) ◈ خواب میں جو وقت ملاحظہ کر رہی ہو جاگنے پر بھی وہی وقت ہو گا ◈ جیسا موسم خواب میں تھا، نا صرف جاگنے کے بعد وہاں ویسا ہو گا بلکہ جب یہاں آؤ گی تو یہاں بھی ویسا ہو گا ◈ جیسے یہاں زیارت کر رہی ہو ایسے ہی بغداد شریف میں بھی زیارت سے نوازا جائے گا۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا   کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

"میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف نظر دوڑائی وہ میری آنکھوں میں رائی کے دانہ کے برابر سما گئے"

خیر ذکر چل رہا تھا ۱۸ فروری پہلے دن بروز منگل مزار شریف پر حاضر ہونے کا، وہاں چاروں جانب سکیورٹی کے انتظامات بھی کیے گئے تھے نہ صرف جدید اسلحہ سے لیس سکیورٹی اہلکار بکتر بند گاڑیوں میں گشت کرتے دکھائی دیتے بلکہ فرداً فرداً ہر داخل ہونے والے شخص کی سکیننگ کرتے ہوئے مکمل تلاشی بھی لیتے، مگر پھر بھی یہ سرکاری انتظامات اتنے تسلی بخش نہیں تھے جتنے کاظمیہ میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر دیکھنے میں آئے جہاں نہایت جدید بنیادوں پر سکیورٹی کا اعلیٰ انتظام تھا کئی مرحلوں سے سکین ہونے کے بعد مزار کی حدود میں داخل ہونے کیلئے کلیرنس حاصل ہوتی جسکا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ چیکنگ کا عمل تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر پہلے ہی شروع ہو جاتا تھا۔

مبارک چہرے

مزار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ملحقہ مسجد اور مدرسہ نظامیہ کے درمیان صدر دروازے سے جیسے ہی اندر صحن میں داخل ہوئے تو کم وبیش دنیا کے ہر علاقے ہر زبان ہر نسل اور رنگ کے لوگ دیکھنے کو ملے جن میں علماء اور مشائخ اپنے اپنے سلسلے اور خانوادے کے انداز پر مختلف رنگوں کی ٹوپیاں، پگڑیاں، لباس اور خرقے زیب تن کیے اپنی انفرادی حیثیت سے جلوہ افروز تھے۔ مثلاً نارنجی رنگ کی پگڑی پہنے ستر، اسّی سالہ ایک بزرگ دکھائی دیئے جن کے کم وبیش دو ڈھائی سو مریدین بھی اُسی رنگ کی ٹوپیاں اور پگڑیاں پہنے ہمراہ تھے، باہر صحن میں بیٹھے دور سے مزار شریف کو دیکھتے رہتے یا پھر مراقبہ میں رہتے۔ ایک اور چہرہ جو یاد رہ گیا وہ افغانی حلیہ کے بزرگ تھے معلوم نہیں افغانی ہی تھے اُزبک یا تُرک کیونکہ یہ تقریباً ہم شکل اور ہم رنگ ہی ہوتے ہیں وجود پر اتنا رعب، دبدبہ اور جلال جو بیان سے باہر مگر اُنکا سرخی مائل دودھیا رنگ ایسا نورانی وجیہہ چہرہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔

نوادرالاصول میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حدیث کی شرح میں جس میں اُن چہروں کا ذکر ہے جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، فرماتے ہیں: "یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر اور باہر ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں۔ اُنکے وجود سے قربِ خداوندی کی رونق، عظمت ایزدی کا نور، کبریائی کا رعب و دبدبہ نا صرف دکھائی دیتا ہے بلکہ فرشتوں جیسی صفات اور آثار کے ظہور کی بدولت اُنکو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد ستاتی ہے۔ لہٰذا یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہروں کو دیکھ کر دلوں میں خدا کی یاد پیدا ہوتی ہے اور یہی تو ولایت کی علامت ہے۔ سلف صالحین و اکابر (پہلے بزرگوں) میں یہ وصف بہت زیادہ تھا، لوگ محض ان کی زیارت سے استفادہ کے لیے حاضر ہوا کرتے، کیوں کہ فقط

ان کی زیارت نے دلوں کو جگمگا دیا اور دل میں عشق کا داعیہ پیدا کر دیا، دین کو محبوب بنا کر اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دی تھی۔ شاید اسی مقام پر مولانا روم فرماتے ہیں:

پیر کامل صورتِ ظلِ الٰہ — یعنی دید پیر دید کبریا

"پیر کامل ظلِ الٰہی کی صورت ہے یعنی مرشد کا دیدار اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے"

فیضِ حق اندر کمالِ اولیاء — نورِ حق اندر جمالِ اولیاء

"اللہ کا فیض ولیوں کے کمال میں اور اللہ کا نور ولیوں کے جمال میں ہے"

ہمہ تن چہروں کو دیکھ کر خدا یاد آئے ان کی صحبت کو لازم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

"ایک لمحہ ولیوں کی صحبت میں بیٹھنا سو سال بے ریا عبادت سے بہتر ہے"

شاید اسی لیے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ ذکر الٰہی کرنے سے بھی زیادہ نفع بخش ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نماز کی حالت میں بھی تصورِ شیخ کے پائے جانے کو مستحسن قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ دولت تو لاکھوں میں کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں خواجہ محمد اشرف نے نسبت رابطہ (تصورِ شیخ) کے متعلق لکھا کہ (اُن کا تصورِ شیخ) اس حد تک غالب آچکا ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے شیخ کے تصور کو اپنا مسجود دیکھتے اور جانتے ہیں اور اگر اُسکی نفی کرنا چاہیں تب بھی ذہن سے نفی نہیں ہوتی۔ آپ خواجہ محمد اشرف کو لکھتے ہیں اے محبت کے اطوار والے ! یہ دولت طالبانِ حق کی تمنا اور آرزو ہے۔ ہزاروں میں شاید کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے اس کیفیت اور معاملے والا مرید شیخ سے مکمل نسبت رکھنے والا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ شیخ کامل کی تھوڑی سی صحبت سے شیخ کے تمام کمالات اپنے اندر جذب کر لے، آگے فرماتے ہیں رابطے (یعنی تصورِ شیخ) کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ (شیخ) مسجود الیہ ہے، مسجود لہٗ نہیں (یعنی جس کی طرف سجدہ کیا جائے نہ کہ وہ جس کو سجدہ کیا جائے)۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (نماز کی حالت میں محراب ، دیواریں یا دیگر بہت سی چیزیں سامنے ہوں تو بھی نماز میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں ہوتی) بہرحال یہ کیفیت سعادت مندوں کو ہی میسر آتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

آدمی چوں نور گیرد از خدا — ہست مسجودِ ملائک زاجتبا

"انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے تو وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے"

پیر عبداللطیف خان نقشبندی رابطہ شیخ میں مولانا روم کا نظریہ بیان فرماتے ہیں کہ مرید کو اپنی روحانی صورت کا معائنہ کرنے کے لیے اپنے پیر و مرشد کا آئینہ (چہرہ) درکار ہے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی آئینہ ممکن نہیں، فرماتے ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ جب مرید کو مرشد کا خیال آجائے تو مرید کو اپنا خیال نہیں رہتا بلکہ تصور شیخ قائم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچ جاتا ہے۔ اپنی اس بات کو واضح کرنے کے لیے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کی تلاش میں نکلے تو پہلے پہل اُنہوں نے ستارے کو دیکھ کر کہا: ھٰذَا رَبِّیْ یعنی یہ میرا رب ہے، یہ ایک ایسا دعویٰ تھا جو بظاہر بت پرستی پر مبنی تھا لیکن ستارے کو ماننا حقیقتاً ستارے کے انکار کا باعث بنا اور یہ خیال آپ کو وجود باری تعالیٰ کے اثبات کی طرف لے گیا۔ لہٰذا اُنکی بت پرستی حقیقت میں بت شکنی تھی۔ بعض لوگوں کو تصورِ شیخ بظاہر بت پرستی نظر آتی ہے، لیکن تصور شیخ سے ہمیں اپنے نفس کی حقیقت اور معرفت خداوندی کا راستہ دکھائی دیتا ہے۔ اپنے شیخ سے والہانہ محبت کی ایک خوبصورت مثال حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی ہے جسے وہ خود اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ "خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند" (مخلوق کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے) اور وہ اپنے شیخ سے بت پرستی کی حد تک محبت کرتا ہے۔ لوگوں کے اس اعتراض پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے اپنی صفائی پیش کرنے کے نہایت بے باکی سے فرمایا: "آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست" (ہاں ہاں میں بت پرستی کرتا ہوں لیکن مخلوق کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے)۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستارے کو خدا ماننے کے عمل کا یوں ذکر فرماتے ہیں۔

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من — صورتش بت گرد معنی بت شکن

"میرے یار کا خیال خلیل اللہ کی طرح ثابت ہوا اس کا ظاہر بت پرستی اور اس کی حقیقت بت شکنی ہے"

شکر یزداں را کہ چوں اُو شد پدید — در خیال او خیالِ حق رسید

"خدا کا شکر ہے کہ وہ (مرشد) جب ظاہر ہوا، تو اس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا"

فنافی اللہ کی منازل کے بعد اہل حق معرفت کے آئینے میں ہر جگہ اور ہر چیز میں خالق کائنات کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں مثلاً؛ لوہار کا کام کرنے والے حضرت موسیٰ آہنگر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہندو عورت اپنا تکلا (چرخے کی آہنی سلاخ جس پر کاتتے وقت ککڑی بنتی جاتی ہے) سیدھا کروانے آئی حضرت نے تکلا تو آگ میں رکھ دیا اور خود اس عورت کے حُسن میں گم ہو گئے اور بچشم دل نظر جما کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگے جب اس حالت میں کافی وقت گزر گیا تو وہ عورت کہنے لگی حضرت آپ تکلا سیدھا کر رہے ہیں یا ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھے جا رہے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا میں تجھے نہیں دیکھتا تیرے صانع کو دیکھتا ہوں کہ جس نے تجھے ایسا خوبصورت پیدا کیا اور اگر تجھے اس بات

پر یقین نہیں تو میری طرف دیکھ یہ کہہ کر آگ سے تکلا نکالا اور آنکھوں میں پھیر لیا اور کہا کہ اگر میں نے تجھے بد نظر سے دیکھا ہو تو میری آنکھیں جل جائیں۔ خدا کی قدرت اُنکی آنکھوں کو کچھ تکلیف نہ ہوئی اور تکلا جو لوہے کا تھا سونے کا ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام خلقت حضرت کی آرزومند ہوئی اور وہ کھترانی بھی اُسی وقت صدق دل سے مشرف باسلام ہوئی۔

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ قرآن مجید میں پاک عورتوں کو ہی پاک مردوں کے لیے اور پاک مردوں کو ہی پاک عورتوں کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا ایسے ہی گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہی کیوں مخصوص کیے گئے۔ اصل میں ہر چیز اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی چل رہی ہے گمراہ لوگ گمراہ لوگوں کو اور ہدایت یافتہ ہدایت یافتہ لوگوں کو ہی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ صوفی کو صوفیاء سے، خطیب کو خُطباء سے، قاری کو قُرّاء سے، تاجر کو تاجر اور شرابی کو شرابی ہی سے کشش محسوس ہوتی ہے۔

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند　　　نوریاں مر نوریاں را طالب اند

"اہل آتش! اہل آتش کو اپنی طرف بلاتے ہیں اور نوری لوگ نوریوں کے طالب ہیں"

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیاہ فام لوگ سیاہ فام لوگوں کے رفیق ہوتے ہیں اور رومیوں کو رومیوں کے ساتھ ہی کام پڑتا ہے۔ ذکر تھا مبارک چہروں کی نورانیت کا تو قاری ظہور احمد فیضی لطافت جسد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:۔ (جس طرح ہر کثیف اور غلیظ چیز محنت کے بعد لطیف اور نفیس ہو جاتی ہے اس طرح اگر انسان محنت کرے تو نہ صرف یہ کہ اس کی کثافت لطافت سے بدل سکتی ہے بلکہ پہلے سے موجود لطافت میں بھی اضافہ ہو سکتا ہے، حتی کہ یہ جسد خاکی پیکرِ نور ہو جاتا ہے۔ کثافت سے لطافت میں تبدیلی کے لیے رزق حلال یعنی کھانا پینا، رہائش اور لباس وغیرہ میں حرام سے قطعاً بچنا اور مشکوک و مشتبہ اشیاء سے بھی اجتناب کرنا۔ کامل ایمان کے ساتھ قرآن و سنت کے نور کو دل میں اتارنا بہت ضروری ہے۔ صوفیہ کرام کا تجربہ ہے کہ قرآن و سنت کے نور کو قبول کرنے کے بعد اس نور کو بڑھانے کے لیے مسلسل تقویٰ پر گامزن رہا جائے تو یقیناً انسان کی باطنی کثافت لطافت سے ہی نہیں بلکہ نورانیت میں بدل جاتی ہے پھر اُس کا اثر انسان کے ظاہر پر آنے لگتا ہے، یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ انسان سراپا نور بن جاتا ہے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "نفس کا نور جب مکمل ہو جائے تو بدن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے"۔ ایسے ہی ابن قیم فرماتے ہیں:۔ وحی اور ایمان کا نور جب انسان کے قلب میں اتر جائے اور پھر انسان تقویٰ اور عمل پر مستقیم ہو جائے تو وہ نور بڑھنے لگتا ہے حتی کہ آہستہ آہستہ اُس کے چہرے اور تمام اعضاء کو منور کر دیتا ہے)۔ قرآن مجید بھی اِسی نور کی جابجا تصدیق کرتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ

"جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، وہ اللہ کے ہاں صدیقین اور شہداء کا رتبہ پاتے ہیں، انہیں انکا اجر بھی ملتا ہے اور نور بھی"

جو لوگ ذکر اور مراقبہ پر مہارت رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے صرف پانچ منٹ ذکرِ خفی یا مراقبہ سے کیفیاتِ قلبی میں کس قدر طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ راتوں کو بیداری اور عبادت میں وقت صرف کرنے والے صوفیا یہ جانتے ہیں اُن کے وجود اور ان کے چہروں پر کس قدر جگمگاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ بغداد شریف میں شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو نوری اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب آپ اندھیری رات میں گفتگو فرماتے تو آپ کے منہ سے ایسا نور نکلتا جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا۔ بلکہ آپکی زیارت کے لیے آنے والے لوگ رات کو آپ کے گھر پر ایک نور چمکتا دیکھتے جو آپکے گھر پر اَبر کی طرح چھایا ہوتا۔ ایسے ہی قبلہ پیر و مرشد باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے چہرے، لباس، حتیٰ کہ چارپائی عجیب نورانی منظر پیش کرتے تھے بندۂ ناچیز نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گرد نورانی دودھیا روشنیوں کے عجیب نظارے کیے۔ حتی کہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء آپکے وصال شریف کی سخت اندھیری سردیوں کی رات آپکے آستانہ پر کئی لوگوں نے جس میں بندۂ ناچیز بھی شامل ہے نور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر زمین سے آسمان تک چلا جاتا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

مذکورہ بالا گفتگو کے ضمن میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ آج کے مادیت پسند، ترقی یافتہ، پُرفتن دور میں ایسے چہرے موجود نہیں، زندگی کی رہگزر میں ہزاروں نورانی چہروں سے آشنائی ہوئی جن کی آشنائی سے خدا کی شناسائی ہوئی۔ کسی نے کیا خوب کہا:۔

عجب چیز ہے لذت آشنائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

سینٹ کوٹ ٹائی میں رہنے والے کیتھڈرل سے میٹرک اور ہیلے کالج پنجاب یونیورسٹی سے بی کام کرنے والے اس فقیر راقم اثیم کی نگاہ جب اُس ولی کامل (قطب جلی حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ) کے چہرے اور نگاہوں سے چار ہوئی تو ایسی زندگی کا آغاز ہوا جس میں حمد تھی خدا کی اور نعت فقط مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء عظام، نے اپنے چہروں سے اسلام منوایا، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو اُس وقت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میری نگاہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر اور آپکی آواز کا میرے کانوں میں پڑنا تھا میرے دل کی دنیا بدل گئی میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

پیر کرم شاہ صاحب ضیا النبی میں فرماتے ہیں:۔ ”جو کام سلطان محمود غزنوی کے حملوں اور شہاب الدین کی فتوحات سے بھی نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیاء اور اولیاء نے اس شان سے سرانجام دیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اُن کی روحانی تسخیرات کی ضیاپاشیوں میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ لاہور، اجمیر، دہلی،

اورنگ آباد، گجرات، سلہٹ چٹاگانگ، گنگوہ، پاکپتن میں کس نے بر سر اقتدار باطل کو شکست فاش دی اور اسلام کا پرچم لہرایا اور اس طرح لہرایا کہ آج بھی لہرا رہا ہے اور قیامت تک لہراتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ہستیاں کیا اپنے ساتھ لشکر جرار یا دولت کے انبار لائی تھیں یا پھر فن مناظرہ میں مہارت کا انہیں کوئی دعویٰ تھا؟ اُن کی صداقت کی دلیل بس ان کے نورانی چہرے تھے جو مہر درخشاں کو شرمسار کر رہے تھے۔ لہٰذا جو اُن کو یا اُن کی زندگی کو دیکھتا دامن اسلام سے وابستہ ہو جاتا"۔ لہٰذا اولی اللہ اور اہل صفاء کے چہروں کی چمک ایسی ہوتی ہے جو مرتے دم تک بڑھتی ہی جاتی ہے کم نہیں ہوتی بلکہ ان کی قبروں پر بھی نور برستا نظر آتا ہے۔ عبادت سے جو کیفیات عارفین کی صورتوں سے نمودار ہوتی ہیں، ان کو اہل نظر ہی پہچان سکتے ہیں۔ (حسنِ نماز)

معلوم ہوا جہاں بعض چہرے مبارک ہوتے ہیں یقیناً وہاں بعض چہرے منحوس بھی ہوتے ہوں گے۔ مبارک چہروں کو دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہوتی ہے تو کچھ بعید نہیں کہ منحوس چہروں کو دیکھ کر شیطان کی یاد تازہ ہو جائے۔ صاحب بصیرت اگر مبارک چہرے کی پہچان رکھتے ہیں تو یقیناً منحوس چہروں کو بھی پہچان لیتے ہوں گے بلکہ اکثر عوام الناس بھی اس حقیقت کو پہلی ہی نظر میں پا لیتے ہیں آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کوئی سامنے سے گزرا تو دل نے فوراً کہا کیسا پیارا چہرہ تھا یہ تو پری چہرہ تھا یا کس قدر نورانی اور مبارک چہرہ تھا اور بعض اوقات جب کوئی سامنے سے گزرا تو دل نے کہا توبہ توبہ کیسا منحوس یا مکروہ چہرہ تھا یہ تو شیطان چہرہ تھا حالانکہ وہ انسان تھا شیطان نہیں اور جس کو دیکھ کر خدا یاد آیا وہ بھی انسان ہی تھا رحمٰن نہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے کسی کو دیکھ کر خدا یاد آئے تو کسی کو دیکھ کر شیطان۔؟ اصل میں بعض لوگوں کے چہرے اپنے اعمال اور چال چلن کا آئینہ ہوتے ہیں شراب، رشوت، بدقماشی اور بدکاری کے گناہ اُن چہروں سے صاف عیاں ہوتے ہیں منہ پر نحوست، معصیت اور کراہت صاف ٹپکتی دکھائی دیتی ہے۔ جو لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب رہتے ہیں اور توبہ بھی نہیں کرتے ان کی شکلوں پر بدحواسی، ظلمت اور راندۂ درگاہ ہونے کے آثار جھلکتے نظر آتے ہیں خواہ وہ خوش شکل ہی کیوں نہ ہوں۔ لوگوں کی بدکاریاں بزرگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید عزالدین عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم صاحبِ تصنیف صاحب کرامت اور شمس العلماء کا خطاب پانے والے بزرگ آپ فرماتے ہیں اولیاء کی کرامات کے منکر اور اولیاء پر اعتراض کرنے والوں کے چہرے بے رونق اور ان پر غضب خداوندی اور راندۂ درگاہ ہونے کی ایسی علامات پائی جاتی ہیں جو اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی روشن اور تاریک چہروں کا ذکر فرمایا؛

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

اپنے کفر کا بدلہ، اور وہ جن کے منہ روشن ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (ال عمران ۱۰۷،۱۰۶)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔"اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر کافر اور مومن کی پہچان صرف چہرے ہی سے ہو جائے گی کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی"۔ یہاں مجھے مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے چھتریوں والے صحن میں گنبد خضریٰ کے سامنے بیٹھے دو حبشی یاد آگئے۔ جن کا رنگ توے کی مانند کالا مگر اللہ کا نور نہ صرف اُن کے چہروں بلکہ اُن کے سفید لباس سے بھی عجیب نورانی منظر پیش کر رہا تھا۔ ربن نما ڈوری میں بندھا سفید کاغذوں کا بنڈل اُن کے سامنے موجود تھا ایک صفحہ اٹھاتے پڑھ کر دوسری جانب رکھ دیتے، کشش اور تجسس کی ملی جلی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے جب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ دلائل الخیرات شریف کا قلمی نسخہ تھا۔

کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

خیر آپ کے عرس مبارک پر مختلف ممالک سے آئے لوگ مسجد اور مدرسہ نظامیہ کے صحن میں جگہ جگہ ٹولیوں کی صورت میں موجود تھے نہ صرف مسجد کے ہال اور باہر صحن میں انتظامیہ کی جانب سے "اھلاً وسھلاً مرحبا بضیف سلطان اولیاء شیخ عبد القادر جیلانی" کے بینرز لگے تھے بلکہ ہر گروپ نے بھی اپنے اپنے بینر اور جھنڈے مختلف جگہوں پر آویزاں کر رکھے تھے اجمیری گروپ نے تو ہر جگہ اپنے نام سے خوش آمدید کے بینرز بھی لگا رکھے تھے، اُن کو دیکھ کر حیران ہوتا اور سوچتا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت اور عقیدت رکھنے والے لوگ دنیا میں کہاں موجود نہیں۔

بحر و بر، شہر و قُرٰی، سہل و حُزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

یہی سوچتے سوچتے ۱۹۹۷ء میں مدینہ منورہ میں ملنے والے فرانس کے شہر پیرس کے وہ چند کلین شیو نوجوان یاد آگئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مدینہ طیبہ کی گلیوں میں ننگے پاؤں پھرتے رہتے، یا مسجد نبوی شریف کے صحن میں بیٹھ کر گنبد خضریٰ کو تکتے رہتے یا پھر اکثر میرے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رہتے۔ ایک روز مجھے کہنے لگے آج ہماری قیام گاہ میں بعد از نماز عشاء محفل میلاد میں اگر آپ تشریف لائیں تو ہمیں بہت خوشی ہو گی۔ اُن کی محبت بھری دعوت قبول کرتے ہوئے مسجد نبوی میں عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد بندۂ ناچیز احسان کے ساتھ بنگالی محلے جب اُن کے ہوٹل پہنچا تو وہاں ایک بڑے ہال نما کمرے میں انہوں نے محفل میلاد کا اہتمام کر رکھا تھا، نعتوں میں بابا جی سرکار کا کلام "ایہہ دھرتی نہ ہندی نہ اسمان ہندا۔۔۔۔ جے پیدا نہ عرشاں دا مہمان ہندا" بھی پڑھا

گیا۔ پھر ہال کی تمام لائٹس بند کرنے کے بعد ایک نوجوان نے قصیدہ بردہ شریف اس قدر خوبصورت آواز میں پڑھا کہ کم و بیش ہر آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور دل و دماغ اُس آواز کے سحر میں دردِ دل لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں میں گم ہو گئے۔ محفل کے اختتام پر دُعا کے بعد نجانے مجھے کیا ہوا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اچانک اٹھا اور اُن کی لاکھ منت سماجت کے باوجود کہ آپ لنگر شریف کھائے بغیر نہ جائیں اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بھوک چونکہ زوروں پر تھی راستے میں ایک ریسٹورنٹ سے کھانا خرید کرتے گہری سوچوں میں گم تھا کہ وہ کونسی غیبی طاقت تھی؟ جس نے ختم شریف دُعا کے فوراً بعد نہ صرف مجھے وہاں سے اُٹھنے پر مجبور کر دیا بلکہ دو چار منٹ کے اندر اندر اُس ہوٹل نما بلڈنگ سے دور نکال دیا اب ریسٹورنٹ سے کھانا خرید کر جو کھا رہے ہو وہاں تو لنگر شریف کا وسیع انتظام تھا وہاں کیوں نہ کھایا پھر سوچا مدینہ طیبہ میں آنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ہیں اور جب میزبان کامل، اکمل اور مکمل ہو تو مجھ جیسے ناقص و ناکارہ نامکمل کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی بہتری ہو گی۔ غالباً اگلے دن جب مسجد نبوی میں اُن نوجوانوں سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے حضور اچھا ہوا آپ کل ہمارے لاکھ روکنے کے باوجود بھی وہاں سے چلے آئے کیونکہ آپ کے نکلنے کی دیر تھی سعودی پولیس نے چھاپہ مار کر ہم سب کو میلاد منانے کی وجہ سے گرفتار کر لیا اور بطور سزا پوری رات اُسی ہال میں قید کیے رکھا۔ خیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن نوجوانوں کی محبت دیکھ کر میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ آدابِ محبت اور طریقت تو فقط اللہ والوں کی بارگاہ اور آستانوں پر سکھائے جاتے ہیں یقیناً یہ لوگ کسی مردِ کامل سے بیعت رکھتے ہوں گے ایک دن میں نے اُن سے پوچھ ہی لیا کیا تم لوگ کہیں بیعت بھی ہو؟ کہنے لگے ہم حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں میں نے کہا بھئی مرید تو ہم سب اُنہی کے ہیں مگر روحانی بیعت کے ساتھ ساتھ جسمانی یعنی ظاہری بیعت کی بھی ضرورت ہے، وہ نوجوان کہنے لگے ہمیں نہیں معلوم بس ہم حضور غوث الاعظم ہی کے مرید ہیں۔

اُن نوجوانوں کا اپنی نسبت حضور غوث الاعظم سے منسوب کرنا کچھ عجیب نہ تھا آپ سرکار رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک ہے: ''جس شخص نے اپنے آپ کو میری طرف منسوب کیا وہ میرے ارادت مندوں کے حلقے میں شامل ہو گیا، ایسا شخص میرے اصحاب اور مریدین میں سے ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہوئے اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے''۔ ویسے بھی احادیث مبارکہ کے مفہوم سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ جس کو جس سے محبت اور عقیدت ہو گی وہ قیامت والے دن اُسی کے ساتھ ہو گا بھلے اُس جیسے اعمال نہ بھی رکھتا ہو۔ لہٰذا سلسلہ قادریہ سے نسبت رکھنے والے اگر بلاواسطہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں تو بالواسطہ سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ بھی حضور غوث الاعظم ہی کے مرید اور فیض یافتہ ہیں۔

مثلاً شہنشاہِ چشت اہلِ بہشت سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کئی سو میل دور خراسان کے ریگستان میں حضور غوث اعظم کا فرمان عالی شان "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" سنا تو فوراً اپنی گردن جھکاتے ہوئے فرمایا "بل علی حدقۃ عینی" اور پھر جب بغداد شریف میں حضور غوث اعظم کی خدمت اور صحبت میں ستاون ۵۷ دن گزارنے کے بعد اعراق کی ولایت کے طالب ہوئے تو حضور غوث الاعظم نے فرمایا معین الدین ہم عراق شہاب الدین سہروردی کو دے چکے آپکو ہندوستان عطا کرتے ہیں۔

شہنشاہِ نقشبند خواجہ بہاؤالدین بخاری رضی اللہ عنہ کے متعلق صفحہ نمبر 19 پر یہ ذکر پہلے گزر چکا کہ نہ صرف وہ حضور غوث اعظم کی توجہ سے فیضاب ہوئے بلکہ اپنے قلب اطہر پر آپ کی بارگاہ سے اسم ذات ثبت کروانے کے ساتھ ساتھ نقشبند کالقب بھی پایا۔

اب رہ گیا سلسلہ سہروردیہ تو شیخ الشیوخ خواجہ محمد عمر شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نہ صرف حضور غوث اعظم کی دُعا کا نتیجہ ہیں بلکہ آپ کا فرمان ہے کہ:۔ "آغاز جوانی میں علم الکلام، فلسفہ یونانی، اور علوم مناظرہ مجادلہ وغیرہ پر مجھے بڑا عبور حاصل تھا۔ ایک روز شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور فرمایا ہم نے تمہارے سینے سے علم الکلام محو کر کے اُس کو معرفت حق سے بھر دیا۔ خدا کی قسم! ابھی آپ کا ہاتھ میرے سینے سے جدا نہ ہوا تھا کہ اُن کتابوں کا ایک لفظ بھی مجھے یاد نہ رہا، اور جب آپکی بارگاہ سے واپس ہوا علم و حکمت اور علم لدنّی میری زبان پر جاری ہو چکے تھے"۔

اب جب اصل چاروں بڑے سلاسل میں غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کا فیض گردش کر رہا ہے تو ضمنی سلسلوں کا کیا کہنا۔ معلوم ہوا سلسلہ کوئی بھی ہو وہ لوگ مرید اور فیض یافتہ غوث اعظم ہی کے ہیں، شاید اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار میں گیارہویں امام حسن عسکری کے بعد سے امام مہدی تک ہر ولی غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا محتاج ہے۔

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ وَلَانِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

"میرے مست ہونے کے بعد تم نے میرے پیمانے میں بچی شراب پی لی لیکن میرے بلند مرتبہ اور قرب کو نہ پاسکے"

اندازِ اویسیہ

حضور غوث اعظم کی محبت میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے حالانکہ ذکر چل رہا تھا فرانس کے نوجوانوں کا لہٰذا اُن کا جواب سن کر میں سمجھ گیا کہ یہ نوجوان اندازِ اُویسیہ[1] سے وابستہ ہیں جس میں ظاہری بیعت کی بجائے مراقبہ، توجہ یا

[1] انداز اویسیہ کی تفصیل صفحہ 52 پر ملاحظہ کریں

نسبت باطنی سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اور یہ انداز زمان و مکان کی قید سے ماورا ہے لہٰذا جو بغیر کسی ظاہری ملاقات کے کسی سے فیض یافتہ ہوں وہ اُویسی نسبت کے حامل کہلاتے ہیں۔ مثلاً حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یمن میں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنا یا پھر سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اور خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کے وصال شریف کے کئی سال بعد اندازِ اویسیہ کی نسبت پر فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔

اِسی طرح ظاہری بیعت میں اگر سلسلہ بیعت متصل ہو تو بزرگان دین کے ہاتھوں میں دیا گیا ہاتھ بھی کڑی در کڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی پہنچتا ہے۔ لہٰذا اُن نوجوانوں کا اپنی نسبت حضور غوث اعظم سے منسوب کرنا کچھ عجیب اس لیے بھی نہیں تھا جیسے کوئی انسان ڈائریکٹ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت تو نہیں مگر یہ بات مسلّمہ ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اُس نے خدا ہی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ مثلاً بیعت رضوان والے چودہ سو ۱۴۰۰ اصحابہ کرام جن کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اِن کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہے جبکہ اُن کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا معلوم ہوا حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور حضور کی بیعت اللہ ہی کی بیعت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔

"(محبوب) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"

یہاں مجھے اپنی حقارت کے باوجود اپنی جسارت اور پھر اُن کی بشارت سے مجبور ہو کر ۲۷ اگست ۲۰۱۳ء محمد احسن ولد حاجی اشرف کا فجر کے وقت دیکھا خواب یاد آ گیا جو انہیں کی زبانی لکھ رہا ہوں فرماتے ہیں:۔ بزم شاہ جیلاں والے ہال (جہاں ماہانہ گیارہویں شریف کی محفل منعقد ہوتی ہے) میں حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سٹیج پر تشریف فرما ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِشارے سے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں تو حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مجھے فرماتے ہیں: "اپنے پیر و مرشد کو ہمارا پیغام دینا اُن کا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے جسکا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں ہے اُسکا ہاتھ ہمارے ہی ہاتھ میں ہے"۔

عرس مبارک پر جہاں جسمانی نگاہوں سے آپ کی بارگاہ میں بزرگان دین کو سر جھکائے ہمہ تن گوش فیض لیتے دیکھا تو دل کی نگاہوں سے ۳۰ مئی ۲۰۱۳ء کو حضور غوث اعظم سرکار رضی اللہ عنہ نے اُن تمام غوث، قطب، ابدال، قلندر اور اولیاء کی زیارت عالم رویا میں کروائی جو آپ سرکار کے ظاہری زمانہ حیات میں آپ سے کسب فیض اور اپنی مرادوں سے جھولیاں بھرتے، آپ کے دربار سے خیرات پاتے تھے۔

سنتے آئے ہیں جو اللہ کا ولی بغداد آئے اور آپکی چوکھٹ نہ چومے اس کی ولائیت سلب کر لی جاتی ہے۔ خلاصتہ المفاخر میں شیخ احمد بن ابو الحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی زندگی میں یا وصال کے بعد جب کبھی تم بغداد میں داخل ہو تو اُن کی زیارت سے کسی بھی اور چیز کو فوقیت یا اَوّلیّت نہ دو کیونکہ جو شخص بغداد شریف میں داخل ہونے کے بعد آپکی زیارت کے لیے نہ آیا اور اُس نے کسی دوسرے کام کو ترجیح دی اگر وہ صاحب حال ہے تو اُسکا حال سلب کر لیا جاتا ہے، کہتے ہیں ایک ابدال نے ہوا میں پرواز کرتے بغداد کی فضاؤں سے جب یہ سوچتے ہوئے گزرنا چاہا کہ یہاں کوئی مردِ خدا نہیں تو حال سلب کروا کر آپ کی دہلیز پر آپڑے جن کو تائب ہونے کے بعد علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر حضور غوث اعظم نے اُنکے حال پر لوٹاتے ہوئے اُنکے مرتبے پر بحال فرمایا۔

شہنشاہ کا لنگر شریف

۱۹ فروری کا دن آدھا گزر چکا تھا، آپ سرکار کی بارگاہ میں ختم شریف پڑھ کر حاضری سے فارغ ہوئے تو دوستوں کے اصرار پر لنگر خانہ میں لنگر شریف کھانے چلے گئے۔ لنگر شریف کا اس قدر وسیع انتظام دیکھ کر سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ آج تک جتنے بزرگوں کے عرائس پر لنگر شریف کا انتظام دیکھا دستر خوانوں، زمین پر بچھی دریوں یا پرالی پر مہمانوں کو دال روٹی والا بھنڈارا تقسیم ہوتے دیکھا مگر شہنشاہ اولیاء کی بارگاہ میں تو منظر ہی عجیب تھا بلا روک ٹوک وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ آنے والے زائرین کے لیے شاہانہ لنگر شریف جو کسی فائیو سٹار سے کم نہ تھا، لمبی لمبی ڈائینگ ٹیبلز پر ہر دن مینیو مختلف، کسی دن پلاؤ بریانی، مرغ قورمہ، تو کسی دن پکوڑے، کنٹکی فرائیڈ چکن، فرائیڈ فش، پلاؤ، رایتہ، چٹنی، کیچپ، جوسز، سیون اپ، کولڈ ڈرنکس، چائے، کافی بسکٹ، کیک، فروٹ کے ساتھ جتنا کھانا ہے کھاؤ بھلے ساتھ لے جاؤ کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ واقعی میں باشاہوں کا لنگر بادشاہوں جیسا ہی ہوتا ہے۔ قلندر پاک بابا سائیں معراج دین قادری رحمۃ اللہ علیہ ماہانہ اور سالانہ گیارہویں شریف کی نیاز تقسیم کرتے وقت اکثر غلاموں کو فرماتے فلاں کے برتن یا فلاں کی جھولی میں "سَبَّرکتّا" عطا کر دو۔ بندۂ ناچیز نے ایک مرتبہ اپنے ماموں شبیر احمد ولد احمد دین سے پوچھا "سَبَّرکتّے" کا مطلب کیا ہے؟ تو فرمانے لگے یعنی اس کو اتنا دے دو کہ مانگنے کی خواہش نہ رہے اور دل میں کوئی حرص باقی نہ رہے۔

خیر یہ شاندار انتظامات دیکھ کر ہم سمجھے یہ تمام انتظام مقامی لوگوں کا ہے مگر حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی جب پتہ چلا کہ حضور غوث اعظم نے اپنے عرس پر آئے مہمانوں کی خدمت کے لیے پاکستان کا انتخاب فرماتے ہوئے یہ سعادت فیصل آباد کے حاجی حنیف کسان گھی مِل والوں کو عطا فرمائی ہے۔ لنگر شریف سے فراغت کے بعد

واپسی پر رفیق بھٹی اور محمد سعید (جو گلے میں بیگ لٹکائے محسن اعظم فی مناقب غوث اعظم پوری دنیا سے بغداد شریف عرس مبارک میں آئے مہمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے) کو اشارہ کیا کہ ہم واپس ہوٹل جا رہے ہیں۔

عرس پر دُعا کی سعادت

ہوٹل پہنچ کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شام کو جب دوبارہ عرس مبارک میں جانے کی تیاری کر رہے تھے تو ایک عجیب واقع پیش آیا۔ ہمارے سامان میں ایک زائد اٹیچی کیس نجانے کہاں سے شامل ہو گیا تھا حیران بھی تھے اور پریشان بھی کہ یہ اٹیچی کیس کس کا ہے اور اِسے یہاں کون اٹھالایا؟ رفیق صاحب کے کمرے میں سر جوڑے سب اس سوچ میں گم تھے کہ شاید کل جب ایئر پورٹ سے سامان اٹھا رہے تھے یا ٹرانسفر بس سے ٹیکسی سٹینڈ پر اُترتے وقت بس میں سے کسی اور کا اٹیچی کیس نہ اٹھالائے ہوں، پھر سوچا آج صبح "فندق ناز نین" سے "فندق بابا کر کر" میں منتقل ہوتے وقت ہوٹل کی لابی سے کسی اور کا بیگ اپنا سمجھ کر نہ اٹھالائے ہوں۔ پھر خیال آیا ایئر پورٹ پر خدمت کے جذبے سے سرشار رفیق بھٹی یا سعید صاحب کی محبت کسی مسافر کا بیگ اٹھالائی ہے کیونکہ کہ بغداد شریف پہنچنے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جلد از جلد حاضری کی خوشی میں Arrival loung میں محمد رفیق بھٹی فرما رہے تھے دوستو یہ بیگ بھی اپنا ہے! وہ بیگ بھی اپنا ہے! اِسے بھی اٹھالو! اُسے بھی پکڑ لو!۔ لہٰذا اپنے بیگانے کی پہچان ختم کرتے ہوئے اپنے مال کے ساتھ ساتھ کسی اور کا مال بھی اپنا ہی مال سمجھتے ہوئے ایئر پورٹ سے اٹھالائے۔

عراق کے حالات کی وجہ سے وہ بیگ نہ تو ہوٹل والوں کو دے سکتے تھے نہ ہی اپنے پاس رکھ سکتے تھے اس خوف سے کہ کہیں اس کے اندر کوئی مضر (نشہ، بارود، اسلحہ یا غیر قانونی) چیز پائی گئی تو ہم سب مارے گئے، سب کے رنگ اڑے پڑے تھے کہ کیا کیا جائے اُدھر عظمیٰ کی طبیعت Herpes zoster کی وجہ سے بہت خراب تھی جسم درد، بخار، اور جلد پر زخموں کی تکلیف سے نڈھال وہ کہنے لگی آپ لوگوں نے اس بیگ کا جو بھی کرنا ہے کر لیں میں تو کچھ دیر آرام کیلئے اپنے بیڈ روم میں جا رہی ہوں۔

آخر رفیق صاحب کے کمرے میں فیصلہ یہ ہوا کہ اس بیگ کو کھولا جائے اگر اس میں کوئی غلط چیز ہو تو اس سے نجات حاصل کی جائے وگرنہ اصل مالک تک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے، خیر جب اٹیچی کیس کھولا گیا تب پتہ چلا کہ یہ تو کراچی سے عرس مبارک پر ہماری ہی فلائیٹ سے آئے مختلف بیماریوں میں مبتلا کسی بوڑھے آدمی کا بیگ ہے جو مختلف ڈاکٹروں کے نسخہ جات اور دوائیوں سے لبالب بھرا پڑا ہے البتہ اس وقت سکون کا سانس حاصل ہوا جب ایک نسخے سے اس ڈاکٹر کے کلینک کا فون نمبر لیا اور کراچی فون کیا تو وہ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ہاں میں اُس شخص کو جانتا ہوں وہ سخت بیمار ہے میں انکے گھر والوں کو آپکا فون نمبر دے دیتا ہوں۔ خیر کچھ ہی دیر میں بغداد شریف سے اُس مریض کا ہم "مریضوں" کو فون آگیا سلام و دعا کے بعد پتہ چلا کہ وہ مریض مزارِ غوث اعظم ہی کے مہمان خانے

میں قیام پذیر ہیں بہر حال اُس بیگ نما شفاخانے میں نہ صرف اُنکی شفا چھپی تھی بلکہ اُس سے نجات پاکر ہم بھی شفاء عاجلہ، کاملہ اور فاضلہ سے ہمکنار ہوئے۔

چونکہ اب عشاء کا وقت قریب تھا سب سے کہا کہ جلدی سے تیار ہو جائیں میں بھی غسل کر لوں جب اپنے کمرے میں پہنچا تو عظمیٰ دروازہ کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں محسن میں جب آپ لوگوں کو بیگ میں مصروف چھوڑ کر کمرے میں آئی تو لیٹتے ساتھ ہی میری آنکھ لگ گئی نیم غنودگی میں خواب یا مراقبہ کی کیفیت میں کیا دیکھتی ہوں کہ: "مزار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مواجہہ شریف کی طرف جس دکان سے ہم لوگ زیتون اور پنیر خریدتے ہیں اُس جگہ کرسی پر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے لمبی قطاروں میں بے شمار اولیاء کرام اِستادَہ (کھڑے) ہیں جو اپنی اپنی باری پر آگے بڑھ کر نہایت ادب سے جھک کر آپکے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں، اس دوران ایک بارعب اور ہیبت و جلال والے بزرگ ایسے پر وقار انداز میں تشریف لاتے ہیں جن کو دیکھ کر قطاروں میں کھڑے اولیاء نہ صرف اُنکی تکریم بجالاتے ہیں بلکہ ادب سے اُن کے لیے راستہ بھی چھوڑ دیتے ہیں جیسے ہی وہ بزرگ آگے بڑھ کر حضور غوث اعظم کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لیے جھکتے ہیں تو غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ اُن بزرگوں کے پیچھے کھڑے آپ (یعنی راقم الحروف محمد محسن منور یوسفی) پر پڑتی ہے تو حضور غوث اعظم آپکی طرف اشارہ کرتے ہوئے غصّہ اور جلال کی کیفیت میں اُونچی آواز سے اُن بزرگ کو فرماتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے یہ کون ہیں؟ یہ محسن ہیں اور ہمارے خلیفہ ہیں، شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اِس کیفیت میں دیکھ کر وہ بزرگ خوف زدہ لوگوں کی طرح اپنے دانتوں اور مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے فوراً اپنی پیٹھ کے رخ کو آپ سے تبدیل کر دیتے ہیں اور یہ منظر تمام اولیاء دیکھتے ہیں"۔

عظمیٰ کا یہ خواب شاید ایک تعبیر تھا غلام مصطفٰی کے اُس خواب کی جس میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء کو غلام مصطفٰی کو نہ صرف اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں بلکہ بندۂ ناچیز کے متعلق بشارت سے بھی نوازتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "محسن کو اولیاء کے میدان میں ایک خاص مقام پر فائز کیا جائے گا اور اُس کا نام تاقیامت لکھا اور پکارا جائے گا" تحدیث نعمت کے ضمن میں یہاں ۱۱ جنوری ۲۰۰۷ء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ ایک بشارت مبارکہ کا ذکر بھی کرتا چلوں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جس کمرے میں اپنے اوراد و وظائف پڑھتا ہوں وہاں آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں میرا بیٹا احمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دائیں جانب جبکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں جانب کھڑا ہوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے احمد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے فرماتے ہیں اِس آستانے کا فیض اور خوشبو قیامت تک رہے گا[1]۔ لہٰذا جو بشارت ۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء کو حضور غوث اعظم

---

[1] اس واقعہ کی مکمل تفصیل آئندہ ایڈیشن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ

نے غلام مصطفٰی کو عطا فرمائی کیا وہ تصدیق تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۱ جنوری ۲۰۰۷ء والی بشارت کی یا پھر ۱۱ جنوری ۲۰۰۷ء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پیشگی تصدیق تھی حضور غوث اعظم کی ۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء والی بشارت کی؟۔ یہ سلطان الانبیاء جانیں یا سلطان الاولیاء۔

بات کہاں سے کہاں چلی گئی خیر میں نے عظمٰی کو کہا ہم لوگ لیٹ ہو رہے ہیں جلدی چلو عرس مبارک پر پہنچنا ہے۔ مزار شریف پر حاضر ہوئے تو دوپہر کی نسبت منظر ہی مختلف تھا ہر طرف رنگ برنگی روشنیاں ہی روشنیاں، درجنوں مشائخ اور علماء آجا رہے تھے بے شمار مشائخ اپنی اپنی نشتوں پر اپنے اپنے ارادت مندوں کے ساتھ کسی نہ کسی کونے میں خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے دکھائی دیئے کچھ ایسے بزرگ بھی نظر آئے جو کم و بیش سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو مریدین کے ساتھ دور دراز کے ممالک سے تشریف لائے ہوئے تھے، جگہ جگہ اہلاً و سہلاً مرحبا اور "عیدِ غوثیہ" کے بینرز لگے تھے مسجد میں داخل ہوئے تو محراب کے دائیں جانب لگے بینر کو دیکھ کر طبیعت شاد ہو گئی جس پر لکھا تھا۔ اَهْلًا وَّسَهْلًا مَرْحَبًا بِضَيْفِ سُلْطَانِ اَوْلِيَاءَ شَيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيْلَانِيْ (یعنی سلطان الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی کے مہمانوں کو خوش آمدید)۔ ہر طرف بہت شور تھا کہیں ذکر اسم ذات (جلی کیفیت میں) ، درود شریف ، نعت خوانی، ختم شریف، کی محافل تو کہیں دف کی تھاپ پر قصیدہ غوثیہ کے اشعار پر مختلف علاقوں سے آئے مہمان محو رقص تھے۔

دس گیارہ کا وقت ہو گا جب مواجہہ شریف میں ختم شریف کے بعد مراقبہ کی دنیا میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حسن کے جلوؤں میں گم ہو گیا، کتنا وقت گزرا کچھ معلوم نہیں اچانک کسی نے کاندھے کو ہلایا آنکھیں نہ کھولیں تو پھر ہلایا، طبیعت بوجھل ہوئی اور غصہ بھی آیا، چاروناچار آنکھیں کھولیں تو عظمٰی اور محمد رفیق بھٹی درگاہ کے مجاور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے یہ بزرگ کافی دیر سے بحالت مراقبہ آپکے چہرے کو غور سے دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کیا پاکستان میں بھی ایسے بزرگ موجود ہیں، لہٰذا عرس پر خصوصی دعا یہی فرمائیں گے۔ حضور غوث اعظم کے عرس مبارک کی خصوصی دُعاء اور وہ بھی میں فرماؤں گا؟ اندھیری رات میں بادلوں کی گرج اور بجلی کے کوندنے پر آنکھیں چکاچوند ہونے کے بعد پھر اندھیرے سے مانوس ہو جاتی ہیں مگر یہاں نہ تو اندھیری رات تھی نہ بادلوں کی گرج نہ بجلی کی چمک، یہ تو اُس بارگاہ سے حکم ہو رہا تھا جنکا فرمان عالی شان ہے میں اللہ کی روشن کی ہوئی آگ ہوں میں احوال کو سلب کر سکتا ہوں متقدمین کے سورج غروب ہو گئے مگر میرا سورج بلندی اور عظمت کے آسمان پر ہمیشہ جلوہ افروز رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا۔

ایک طرف مجھ حقیر کی حیثیت تھی دوسری طرف اُس عظیم کی طبیعت تھی سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے، وہ جیسا چاہیں جس کے لیے چاہیں، چاہیں تو چور کو قطب بنا دیں، اور قطب کو بوجہ گستاخی و نافرمانی اپنے عہدے سے

معزول فرمادیں کیونکہ آپ ایسے صاحبِ تصرف اور قطب بااختیار ہیں چاہیں تو کسی بھی ولی کے حال کو سلب کر لیں یہ الگ بات ہے کہ آپنے کبھی کسی شیخ کے حال کو بے وجہ سلب نہیں کیا۔ آپکا فرمان ہے:۔

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْھَبُ کُلِّ شَیْخٍ وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِیْ

"جیسے شہباز تمام پرندوں پر غالب ہے ویسے میں تمام مشائخ پر غالب ہوں، کون ہے جس کو میرے جتنا مرتبہ عطا کیا گیا؟"

اسی لیے آپکے کے اس فرمان قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ "میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے" کوسنتے ہی روئے زمین کے تمام اولیاء اور رجال الغیب جو زمین پر آباد تھے یا ہوا میں پرواز کرتے تھے سب نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا، ایک بزرگ نہ جانے کس گمان میں تھے کہ آپ کے فرمان کو جھٹلاتے ہوئے کہنے لگے "عبدالقادر کا قدم دوسرے ولیوں کی گردن پر ہو گا میری گردن پر ہرگز نہیں"۔ جب یہ معاملہ آپکی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا" اگر اُس کی گردن پر عبدالقادر کا قدم نہیں تو پھر کسی سوّر کا قدم ہو گا"۔ بظاہر تو بات ختم ہوگئی اور لوگ اس واقعہ کو بھول بھی گئے مگر کچھ ہی دن بعد ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا، وہی بزرگ کسی دیہاتی عیسائی دوشیزہ جس نے سوّر پال رکھے تھے کے عشق میں گرفتار ہو بیٹھے اور عشق کی پہلی شرط یہ ٹھہری کہ وہ اُسکے جانوروں کی دیکھ بھال کریں گے۔ لہٰذا نہ صرف وہ اُسکے جانوروں کی نگہبانی کرتے بلکہ اُنکے نوزائیدہ بچوں کو نہلاتے، کھلاتے، پلاتے وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ ایک دن سوّر کے کچھ بچے کھیلتے کھیلتے ان کی گردن اور سینہ پر چڑھ گئے۔ دل دہلا دینے والا یہ منظر دیکھ کر اُن کے مریدین لرزتے اور کانپتے ہوئے حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کرنے لگے، تمام واقعہ سننے کے بعد آپ نے فرمایا میرے دل میں اُس کے لئے کوئی غبار نہیں یہ سب اللہ کی طرف سے ہے پھر بھی دعاء کرتا ہوں کہ اللہ اُن کو معاف کردے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ اُن بزرگ کے دل و دماغ پر پڑا پردہ ہٹ گیا زنگ آلود قلب پہلے کی طرح منوّر اور قرآن دوبارہ سے حفظ ہو گیا اور ولایت کو بحال کر دیا گیا۔ وہ عشقِ دوشیزۂ فرنگ پر لعنت بھیج کر اپنی منزل کی طرف لوٹ آئے۔

دوسری طرف اگر چاہیں تو ڈاکوں کو ولی بنادیں جس کو جس نگاہ سے دیکھیں وہی بنادیں، قلم ساکن اور زبانیں خاموش ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:"قیامت تک میرے مریدوں میں اگر کوئی اپنے گھوڑے سے پھسل پڑے میں اُس کی مدد کرتا ہوں ہر زمانہ میں میرا ایک زبردست مرید ہے جسکا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، ہر لشکر میں میرا ایک سلطان ہے جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اور ہر مرتبہ میں میرا ایک خلیفہ ہے جس کو معزول نہیں کیا جاسکتا"۔

کہتے ہیں ایک چور آپکے دولت کدہ پر چوری کی نیت سے آیا آپکے آستانۂ مقدس پر قدم رکھتے ہی دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا جب کچھ ہاتھ نہ آیا خوف زدہ ہو کر مجبوراً ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا، صبح جب آپکی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے خضر علیہ السلام سے فرمایا ہمارے گھر سے چور خالی ہاتھ جائے اس میں ہمارے دروازے کی بدنامی ہے کہیں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں یہ نہ کہہ دے میں عبدالقادر کے آستانہ پر گیا اور خالی ہاتھ واپس لوٹ آیا۔ خضر علیہ السلام نے عرض کیا اس کو کیا دیا جائے ؟ آپ نے فرمایا جی چاہتا ہے کچھ ایسا دے دیا جائے جو دونوں جہانوں میں اس کے کام آئے فلاں جگہ کے قطب کا انتقال ہو گیا ہے اسے وہاں کا قطب بنا کر بھیج دو اور آنکھوں پر دستِ کرامت پھیرا تو بینائی لوٹ آئی۔ شاید اسی لیے مولانا روم نے فرمایا:۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از

صد سالہ طاعت بے ریا

"ایک لمحہ اولیاء کی صحبت میں بیٹھنا سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے"

فیضِ حق اندر کمالِ اولیاء

نورِ حق اندر جمالِ اولیاء

"اللہ کا فیض اولیاء کے کمال میں اور اللہ کا نور اولیاء کے جمال میں ہے"

گذشتہ گفتگو کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ کے ولی کی مرضی میں اللہ ہی کی مرضی ہے اور پھر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تو ولیوں کے ولی ٹھہرے، لہٰذا جس کو محبت کی نگاہ سے دیکھا محبوب الٰہی بنا دیا، جسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھا غضب الٰہی کا شکار ہوا۔ جبکہ حدیث اپنی جگہ موجود ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ (فرض ادا کرنے کے بعد) نفلی عبادات کے ذریعے میرے اتنا قریب آجاتا ہے کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اُسکا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اُسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اُسکا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اُسکا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے، اُسکی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے لہٰذا وہ مجھ سے جو مانگتا ہے میں اُسکو عطا فرماتا ہوں۔

چنانچہ حضور غوث اعظم کی مرضی مبارک ہے غلاموں سے جس کو چاہیں چن لیں، اگرچہ عقل حیران تھی سوچنا تو درکنار کبھی تصوّر بھی نہ کیا تھا کہ عرس غوث الوراء رضی اللہ عنہ پر اِختتامی خصوصی دُعا کی سعادت بندۂ ناچیز کے حصہ میں آئے گی حالانکہ تمام دنیا سے عرس پر تشریف لائے ہوئے جیّد علماء اور اکابر مشائخ کی وہاں کچھ کمی نہ تھی ہر پانچ دس منٹ کے بعد مختلف علما اور مشائخ آتے، انفرادی دعا مانگی جاتی چند لوگ آمین فرماتے اور چلے جاتے۔ مثلاً ایک رات

مواجہہ شریف میں محو مراقبہ تھا مجاور کی آواز کان میں پڑی "دروازہ بند ہو رہا ہے سب لوگ باہر آجائیں"۔ بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ صاحب مزار اور گدی نشین یا مجاور کا آپس میں رابطہ ہوتا ہے [1]

اِس لیے اُس مجاور کی آواز سنتے ساتھ فوراً آنکھیں کھول دیں اُٹھ کر باہر چلنے لگا تو چند علما پر نظر پڑی جن میں سے ایک اُس مجاور سے اپنے ساتھی کا تعارف کرواتے ہوئے بحث رہا تھا یہ مفتی اعظم ہند ہیں پہلے ان کو دعا تو مانگ لینے دو پھر یہ باہر چلے جائیں گے، شاید کہنے والوں کا انداز درست نہ تھا یا جو بھی وجہ تھی وَاللہُ اَعْلَمُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ وہ مجاور جلال میں آ گئے غصے سے بلند آواز میں جالی مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے اگر تمہارے ساتھ مفتی اعظم ہیں تو پھر یہ کون ہیں یہ غوث اعظم ہیں فوراً یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ سوچتا تھا کہاں مفتی اعظم کہاں بندۂ ناچیز۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشندہ

"جو نعمت مجھے عطا ہوئی میرے زور بازو سے نہیں، تب تک عطا نہ ہوتی جب تک خدا نہ بخشتا"

خیر اُن مجاور کے کہنے پر جب دعا مانگنا شروع کی تو لوگوں کا ایک جم غفیر اندر باہر کے تمام بر آمدوں اور کمروں سے آمین کی صداؤں کے ساتھ شامل دعا ہو چکا تھا، بتانے والے بتاتے ہیں مائیک کے بغیر بھی دعا کی آواز باہر کے بر آمدوں تک سنی جا رہی تھی، یقیناً حضور غوث اعظم ہی کی کرامت تھی اور اُنکی اُس نورانی مجلس کا عکس تھا جس جلسہ گاہ میں ستّر ستّر ہزار لوگوں کا مجمع کثیر دور و نزدیک کے ہر گوشہ سے آپکی آواز کو یکساں سنا کرتا تھا۔ لہٰذا اب جا کر شام کو دیکھے ہوئے عظمٰی کے خواب کی کچھ کچھ تعبیر سمجھ آنا شروع ہو چکی تھی بظاہر اُس بیگ کے چکر میں ہمیں ہوٹل میں روک کر کس لیے لیٹ کیا گیا اُسکا مفہوم روزِ روشن کی طرح عیاں تھا اگر ہم مزار غوث اعظم پر جلدی آجاتے تو وہاں کے حالات کی وجہ سے عین ممکن تھا کہ واپس بھی جلدی چلے جاتے لہٰذا ہمیں پہنچایا ہی اُس وقت گیا جب خصوصی دُعا میں شرکت ناگزیر ہو چکی تھی۔

نوازشات، بشارات، مہربانیوں، بندہ پروریوں کی انتہا ہوئی چاہتی ہے بس اتنا جانتا ہوں ایک دوست کو ۳ مارچ ۲۰۱۳ء کو غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی زیارت سے نوازتے ہوئے فرماتے ہیں: "آپ کے پیر و مرشد پہلے سے بھی زیادہ ہمارے دل کے قریب آچکے ہیں"۔

یہاں مجھے سید مستجاب شاہ محسنی کا ۸ فروری ۲۰۱۴ء کو دیکھا ہوا خواب یاد آیا وہ فرماتے ہیں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بغداد شریف پہنچ گئے ہیں حضور غوث پاک سرکار کے مزار پر آپکو بہت ہی خوبصورت پالکی سے اتار کر ایک خوبصورت ممبر پر بٹھایا جا رہا ہے لوگوں کا ہجوم ہے، پیرانِ پیر شیخ سید عبد القادر جیلانی آپکی سفید پگڑی اتار کر سرخ رنگ کی نوری موتیوں سے منقش گلاب کے پھولوں سے بھی پیاری دستار شریف آپ

---

[1] اس کی مثال راقم کی تصانیف سیرت نگینہ رسول صفحہ 147 اور مجرباتِ محسن صفحہ 475 پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کو پہنا رہے ہیں اور ایک چادر بھی پہنا رہے ہیں۔ آپکی سیاہ زلفیں ہیں ایسا خوبصورت منظر جیسے نور کی سفید چادر تنی ہو آپ "محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم" اور بغداد شریف کے دلہا محسوس ہوتے ہیں۔ اور اگر چھوٹا منہ بڑی بات نہ ہو جائے تو آپ حضور غوث الاعظم کے داماد لگ رہے ہیں اور کہنے والیاں کہہ رہی ہیں "لاوَ نی لاوَ ایہناں نوں سجناں دی مہندی۔۔۔مہندی کرئے ہتھ لال میرے ساجن دے" حق نواز محسنی آپ کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سنوار رہے ہیں اور باقی لوگ آپ کو دیکھ کر سبحان اللہ کہہ رہے ہیں۔ میں اور عتیق صوفے پر بیٹھے کبھی اُٹھ کر دیکھتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں تو اِسی اثنا میں ایک پھولوں کی بنی ٹوکری کوئی میرے سر پر لا کر رکھ دیتا ہے اور میں بڑا خوش ہوں اور ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ سب میرے مرشد کا صدقہ ہے ورنہ مجھ جیسا گہنگار کہاں۔اور ساتھ ساتھ پگڑی نما ٹوکری کو دھاگے کے ساتھ اپنے گلے میں باندھ رہا ہوں کہ کہیں گر نہ جائے دیوار جس کے ساتھ ہم بیٹھے ہیں آستانہ عالیہ کی باہر والی دیوار جیسی مگر اس کا نقشہ اور طرح کا بنا ہوا ہے"۔خیر دن میں کئی کئی بار اپنی اوقات دیکھتا ہوں یا پھر چھوٹا منہ اور بڑی بات سے بچتے ہوئے خواجہ غلام فرید کے اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں:۔

جے یار فریدؔ قبول کرے
سرکار وی توں سلطان وی توں

''محسنِ اعظم'' کی قبولیت

الحمدللہ ''محسنِ اعظم فی مناقب غوث الاعظم'' کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازا بلکہ بطور سند کچھ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جو اِس قبولیت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ مثلاً ۱۸ فروری ۲۰۱۳ء بغداد شریف روانگی سے دو تین دن قبل اچانک نہ صرف کتابوں کی پرنٹنگ اور عرس پر تقسیم کا فیصلہ ہونا بلکہ حیرت انگیز طور پر اُن کا بروقت چھپ کر بھی آ جانا، اور پھر ایئرپورٹ پر کسٹم والوں کا صرف کتابوں والے بیگز کو سکینگ کے بعد کھلوا کر وہابی شکل والے ڈیوٹی افسر کے سامنے پیش کرنا، جسکا رش اور شور میں کتاب اُلٹ پلٹ کر دیکھنے کے باوجود کچھ سمجھ نہ آنے پر اُن بیگز کو گرین سگنل دینا، پھر عرس مبارک پر تین چار دن کے اندر اندر رفیق بھٹی اور سعید صاحب کا مبارک چہروں میں گیارہ سو کتابوں کا تقسیم فرمانا، مختلف ممالک سے آئے لوگوں کا وہاں کی مسلم کمیونٹی کے لیے مزید کتابوں کی فرمائش کرنا، علماء اور مشائخ کا اس کتاب کو ادب سے چومتے ہوئے سر آنکھوں پر لگانا اور مطالعہ کے بعد صاحبِ کتاب کی بغداد میں موجودگی پر استفسار اور ملاقات پر اصرار کرنا، ایک بزرگ کا کتاب لکھنے اور تقسیم کرنے والوں کو مبارکباد کا مستحق ٹھہراتے ہوئے کتاب کی باب الشیخ میں تقسیم کو حضور غوث پاک کی مرضی اور قبولیت کی نشانی قرار دینا، حتیٰ کہ پاک پتن شریف عرس ۲۰۱۳ء میں ایک بزرگ کا کتاب دیکھتے ہی فرمانا میں حلفاً گواہی دیتا ہوں کہ اس کتاب کا ہر حرف حق اور سچ ہے (کتاب پڑھے بغیر حلفاً گواہی دینے والا کیا رجال الغیب میں سے تھا یہ ایک الگ موضوع ہے)۔ پاکستان کی معروف کاروباری شخصیت کے ساتھ کام کرنے والے آفتاب احمد خان جن کو تصوف سے شغف کی بنا پر قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، اشفاق احمد، بانو قدسیہ جیسے بڑے ادیبوں سے نشست و برخاست کا اعزاز حاصل رہا کو جب یہ کتاب منصور احمد سے موصول ہوئی تو اِس کا ایک ہی نشست میں مطالعہ کرنے کے بعد اُن سے صاحبِ کتاب کو ملنے کی درخواست کرنا۔

اشفاق احمد، بانو قدسیہ کا ذکر چھڑا تو عرض کرتا چلوں ۴ اگست ۲۰۱۳ء کو خواب دیکھتا ہوں میں معروف ادیب اشفاق احمد مرحوم اور بانو قدسیہ کے گھر پر ہوں۔ دونوں میاں بیوی مجھے اپنے اونچے سے بیڈ پر بٹھا کر خود سامنے موجود کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں، میں اُن سے پوچھتا ہوں کیا آپ کے پاس 'مجربات محسن' ہے؟ وہ کہتے ہیں ہمارے پاس آپکی تمام تصنیفات موجود ہیں اس اثنا میں کیا دیکھتا ہوں اُن کے ہاتھوں میں ''محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم'' موجود ہے جو اس شوق، رغبت اور تواتر سے بار بار پڑھی گئی ہے کہ کتاب پر جابجا حاشیے اور پڑھنے کے نشانات موجود ہیں، وہ دونوں بڑے انہماک سے اِن کتابوں میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بندۂ ناچیز کی نسبت کے تعلق پر میری گفتگو سن رہے ہیں جبکہ دورانِ گفتگو جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا نام بندۂ ناچیز کی زبان پر آتا آنکھیں اشکبار، دِل فگار، آہ وزاری اور وجود پر رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

جب بھی تیری بات چھڑی جب بھی تیرا نام آیا
دل کو تسکین ملی روح کو آرام آیا

بالکل ایسے ہی ۲۴ دسمبر ۲۰۱۳ء قطب جلی قبلہ وکعبہ باباجی محمد یوسف علی نگینہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوتی ہے تو آپ بھی مجھ سے محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سماعت فرمارہے ہیں اور دوران گفتگو جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام مبارک بندۂ ناچیز کی زبان پر آتا ہے نوک مژگان پر محبت کے قطرے سجائے جسم تڑپنے اور لرزنے لگتا ہے اور باباجی صاحب بھی بڑے انہماک اور توجہ سے حضور غوث اعظم کی بندۂ ناچیز پر نوازشات (مثلاً خلافت ونیابت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ) کا ذکر سنتے ہوئے فرمارہے ہیں اچھا کیا ایسے بھی ہوا؟ اچھا کیا یہ بھی ہو چکا؟ شاید اِسی لیے پیر طریقت سید ذوالفقار حسین شاہ یوسفی صاحب کا محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمانا ہم ماننے والوں میں سے ہیں بوجہ حسد انکار کرنے والوں سے نہیں اور یہ ہر کسی کے سمجھنے کی بات بھی نہیں، سائیوں کی مرضی وہ جس کو جس طرح سے نوازیں اور منزل تکمیل تک پہنچادیں۔

ساؤتھ افریقہ سے قریشیہ مصطفیٰ نامی محترمہ کی ای میل موصول ہوئی فرماتی ہیں جب بغداد شریف سے "محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم" لے کر ساؤتھ افریقہ اپنے گھر پہنچی اور اُسکا مطالعہ شروع کیا تو بے ساختہ زبان سے نکلا کیا خوبصورت کتاب ہے، بلکہ جتنی مرتبہ بھی اس کو پڑھا فرطِ محبت میں اپنے آنسو نہ روک پائی کیونکہ اس میں کمال عمدہ منظر کشی اور عجیب روحانی کشش تھی جس کو پڑھنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں بغداد شریف منتقل ہو گئی ہوں۔

ایسے ہی ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۳ء ڈھولکہ شریف نزد احمد آباد انڈیا کے پٹھان محمد شکیل احمد خان کی ایک عجیب وغریب ای میل "محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم" سے متعلق موصول ہوتی ہے فرماتے ہیں:۔"اس کتاب میں حضور غوث اعظم سے متعلق حیرت انگیز واقعات اور کرامات کو پڑھ کر خصوصاً اسی کتاب کے حوالہ سے میں بھی اُنکی ایک کرامت عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انڈیا میں اس کتاب کی عدم دستیابی کی وجہ سے مجھے اس کی فوٹو کاپی بزم قادریہ تارطوسیہ کی ایک نامور ہستی جناب نظام الدین بابا صاحب انکلیشور (Ankleshwar) گجرات انڈیا والوں نے اردو سے گجراتی زبان میں ترجمہ کرنے کو دی تاکہ ہندوستان میں بھی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑ ہا لوگ اس کے فیوض وبرکات حاصل کر سکیں۔ مجھے پچھلے دس سال سے ہر رات ایک خبیث شیطان (جن) کے اپنے جسم میں حلول کرنے کی وجہ سے ناپاکی میں گزارنا پڑتی ہے اُسکی ناپاک حرکات کی کہانی پریشان کن اور دردناک ہے۔ اگرچہ شادی کو تقریباً دو سال

گزر چکے لیکن خوشخبری کے کوئی آثار نہیں، ۲۷ ستمبر ۲۰۱۳ء کی رات جب بعد نماز عشاء وضو کر کے اس کتاب کا ترجمہ شروع کرنے بیٹھا تو رات 11:45 تک اس پر کام کرتا رہا پھر جب نیند آئی تو سونے کے لیے اوپر کمرے میں گیا چونکہ میری بیوی اُن دنوں اپنے میکے میں تھی لہٰذا مجھے اکیلے ہی سونا تھا۔ حسبِ معمول ہر رات کی طرح وہ پھر آ دھمکا تو میں نے فوراً حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور آپ حضرت محسن بابا کا نام لیا۔ اور اُسکو کہا میں اُنکی کتاب "محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم" کا ترجمہ کر رہا ہوں تو یہاں سے چلا جا۔ چنانچہ دس سالوں کے بعد وہ پہلی سکون کی رات تھی جس میں وہ شیطان مردود مجھے پریشان اور ناپاک کیے بغیر واپس چلا گیا اور میں آرام کی نیند سویا۔ سرکار کچھ کیجئے اور مجھے اس سے نجات دلایئے میں ہند میں ہوں اور آپ پاکستان میں اور میرا پاکستان آنا ممکن نہیں لہٰذا میری مدد کے لیے اپنا روحانی لشکر روانہ فرمایئے کیونکہ آپ تو صاحب کرامت پیران پیر سیّدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے جان و جگر ہیں اور آپ کی رسائی سپریم کورٹ آف روحانیت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے" بندۂ ناچیز محمد محسن منور یوسفی کے نزدیک یہ باب چونکہ غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات کا نایاب مجموعہ ہے لہٰذا تحدیث نعمت کے طور پر من و عن متن میں اُس شخص کے الفاظ کا لحاظ رکھا گیا و گرنہ بندۂ ناچیز اپنی حیثیت اور اوقات سے واقف ہے۔

مجھ سے میرا نام نہ پوچھ کہ بے نام ہوں میں
مجھ سے میرا کام نہ پوچھ کہ ناکام ہوں میں

من آنم کہ من دانم چھوٹا منہ اور بڑی بات و گرنہ ایسے لگتا ہے جس طرح امام یافعی کو روضۃ الریاحین اور امام شرف الدین بوصیری کو قصیدہ بردہ شریف کی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی سندِ قبولیت کی تصدیق مختلف ذرائع صالحین و اولیاء سے حاصل ہوئی، اِسی طرح "کتابِ محسن بزبانِ محسن" میں درجنوں شہادتیں، صداقتیں، بشارتیں اور امانتیں ایسی ملیں گئی جس کی راقم کے پاس مختلف ذرائع جن میں دوست احباب، مریدین و صالحین، پابند صوم و صلوٰۃ تہجد گزار اپنے اور پرائے لوگوں نے بھی تصدیق فرمائی۔ مثلاً: لاہور کے محمد زبیر ولد محمد الطاف عرف کمانڈو فرماتے ہیں:۔ "خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام ابو الحسن نقی اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہما نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا فرما رہے ہیں نماز کے بعد دونوں بزرگ مجھے فرماتے ہیں اپنے پیر و مرشد محمد محسن منور یوسفی کو ہمارا پیغام دینا کہ جو کتابیں بغداد شریف میں انہوں نے تقسیم فرمائی ہیں وہ ہم تک بھی پہنچ چکی ہیں"۔ 'محسن اعظم فی مناقب غوث اعظم' کی گیارہویں امام کی بارگاہ میں قبولیت کا مژدہ سن کر میں نے زبیر سے پوچھا کیا آپ کو معلوم تھا کہ میں اس مرتبہ بغداد سے سامرہ حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جاؤں گا؟ کیونکہ اس مرتبہ بغداد شریف سے ماسوائے سامرہ کے میں کربلا اور نجف شریف بھی نہ جا سکا اس لیے کہ عرس

۲۰۱۳ء کا یہ سفر خالصتاً حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے عبارت تھا اور باب الشیخ کے علاوہ کہیں اور جانے کو جی نہ چاہا۔

زبیر کا جواب حیران کن تھا کہنے لگے میرے تو وہم و گمان میں بھی سامرہ یا امام حسن عسکری کا نام موجود نہیں تھا اور نہ ہی میں اس نام سے پہلے کبھی واقف تھا کہ اس نام کے کوئی بزرگ سامرہ میں رہتے ہیں یہ تو خواب میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنا تعارف کرواتے وقت مجھے آپکے لیے مبارکباد کا پیغام دیا۔

لہٰذا کرامات غوثیہ کے موتی چنتے چنتے دل کی دنیا سے اُٹھتے سوالات کا ایک ہی جواب زبان پر آتا کیا امام ابوالحسن نقی اور امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب پیش کرنے والے خود حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تھے؟

زندگی میں اولیاء کا فیض اپنی جگہ مگر بعد از وصال اولیاءاللہ کا عجیب تصرف دیکھا کہ جس شخص نے کبھی سامرہ[1] امام ابوالحسن نقی، یا امام حسن عسکری کا نام تک نہ سن رکھا تھا اُسی شخص کو امام ابوالحسن نقی اور امام حسن عسکری 'محسن اعظم فی مناقب غوث الاعظم' کی عالم رویاء میں نہ صرف قبولیت کی سند دے رہے ہیں بلکہ فرمارہے ہیں کہ یہ کتابیں تو ہم تک بھی پہنچ چکیں۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر سامرہ میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا مقصد کیا تھا؟ مقصد یہ تھا کہ کئی سالوں سے حضور غوث اعظم کی محبت میں ایک خواہش دل کے کسی کونے میں موجود تھی حالات سازگار ہوئے اور زندگی نے وفا کی تو گیارہویں امام حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بھی حاضری دیں گے کیونکہ اکثر سوچتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کا مبارک خرقہ گیارہویں امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کیوں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنی جائے نماز (مُصلّی) کے ساتھ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو پہنچانے کے لیے اپنے وارث کے حوالے کیا۔ کیا یہاں بھی قدرت نے گیارہویں شریف کی نسبت سے گیارہویں امام کا ہی انتخاب کر رکھا تھا؟[2] پس اس لیے شدید خواہش تھی کہ امام حسن

---

[1] بغداد شریف سے تقریباً ایک سو پچیس کلومیٹر دور دریائے دجلہ پر آباد سامرہ ایک عجیب شہر ہے جہاں ائمہ اہل بیت اطہار میں سے گلستان زہرہ کے دو پھول امام ابوالحسن نقی اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہما دو بلند میناروں کے درمیان ایک خوبصورت گنبد تلے آرام فرما ہیں گو کہ امریکی بربریت اور ظلم کی وجہ سے تمام مزار شہید ہو چکا مگر اب بہت وسیع بنیادوں پر اسکی تعمیر نو جاری ہے سیکورٹی کا عجیب وغریب انتظام ہے مزار شریف سے دو تین کلومیٹر قبل اپنی گاڑی چھوڑ کر سیکورٹی کی گاڑیوں میں آگے جانا پڑتا ہے شہر میں سیکورٹی اہلکاروں کے علاوہ بندہ نہ بندے کی ذات کہیں خال خال ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ امریکی قبضہ سے پہلے یہ شہر شیعہ اور سنی مسلمانوں کی آپس میں محبت اور میل ملاپ کے لیے مشہور تھا۔ یہاں انوکھی وضع کے مینار والی زمانہ قدیم کی ایک مسجد بھی ہے جسے کبھی دیکھنے کے لیے دور دراز سے جوق در جوق سیاح آیا کرتے تھے مگر آج یہ شہر تباہ حال اور اُجڑا دکھائی دیتا ہے۔

[2] عدد گیارہ اور نسبت غوثیہ سے متعلق خوبصورت تحریر ان شاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں ملاحظہ کریں۔

عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں فیض روحانی کا نظارہ کیا جائے حالانکہ بے شمار لوگوں نے سامرہ جانے سے منع فرمایا کہ راستہ خطرناک اور انتہائی سکیورٹی چیک سے گزرنا پڑے گا۔

خرقہ کی وضاحت میں عرض کرتا چلوں کہ اصل میں خانوادہ اہل بیت کے چشم و چراغ اور گیارہویں امام حسن عسکری نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں وہ مقدس خرقہ اور اپنا مُصَلّٰی اپنے وارث کے حوالے کیا اور ارشاد فرمایا کہ پانچویں صدی کے آخر میں عراق کی سرزمین سے ایک عارف باللہ کا ظہور ہو گا جسکا نام عبدالقادر اور لقب مُحیُ الدّین ہو گا یہ امانت بحفاظتِ تمام اُس تک پہنچادی جائے۔ چنانچہ یہ خلعت نسل در نسل منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ شوال ۴۹۹ ہجری میں ایک امینِ وقت کے ذریعے بارگاہ غوثیت تک پہنچ گئی[1] دراصل یہ وہ خرقہ تھا کہ ولایت کی نیابت جو اہل بیت میں امانت تھی جسے غوث اعظم کو "عالم غوثوی" میں عطا کرنے کی بات ہوئی اور حضرت امام مہدی کی تشریف آوری تک آپ سرکار کو ہر ولی کی ولائیت کی مہر ثبت کرنے کا عہدہ بخشا گیا۔ مکتوبات میں امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی اور مولانا قاضی ثنا اللہ پانی پتی نے السیف السلول میں تفصیل بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا بزرگوں سے سن یا کہیں پڑھ رکھا تھا کہ یہ خرقہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھجوایا، اور آپ جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا اُن سے امام حسن سے امام حسین سے امام زین العابدین سے امام محمد باقر سے امام جعفر صادق سے امام موسی کاظم سے امام علی رضا سے امام محمد تقی سے امام ابوالحسن نقی اور اُن سے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا۔

لہٰذا محسن اعظم فی مناقب غوث اعظم کی قبولیت کی دلیل میں آخیر پر جس خواب کا میں دوبارہ ذکر کرنے جارہا ہوں اہل دل اور اہل نظر اُن اشاروں کی وضاحت سے بخوبی واقف ہیں کہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں کس طرح یہ سفر نامہ سپرد قلم ہونے سے پیشتر ہی نہ صرف ترتیب و تحریر سے آراستہ بلکہ اپنے عنوان سے لوحِ غوثیہ پر رقم بھی ہو چکا تھا۔ مثلاً ۲۲ نومبر ۲۰۱۰ء کو جب فجر کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا تو دیکھا حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک چارپائی پر چار زانو تشریف فرما ہیں میں آپ سے عرض کرتا ہوں: حضور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک منقبت لکھی ہے، جب دوبارہ آپ کے پاس آیا تو وہ منقبت لے کر آؤں گا اور آپکو سناؤں گا، اور آج میں بہت خوش ہوں کہ آپ کی زیارت بھی کر رہا ہوں اور آپ سے باتیں بھی۔ میری بات سن کر شیخ عبدالقادر جیلانی مسکرائے اور مسکراتے ہوئے بڑی محبت سے فرمانے لگے "ٹھیک ہے آپ نے جو منقبت میری شان میں لکھی ہے وہ لے آنا میں سن لوں گا، مگر جو منقبت اپنی شان میں ہم نے خود سے لکھی ہے پہلے

---

[1] مخزن قادریہ بحوالہ برکات گیارہویں شریف از شیخ الحدیث فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

مجھے وہ توپڑھ کر سناؤ" اور آپ اپنی لکھی ہوئی منقبت کے دو تین کاغذ مجھے عنایت فرماتے ہیں، جب میں اس منقبت کے اشعار آپ کو پڑھ کر سنانے لگتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ تو میری ہی لکھی ہوئی منقبت آپ نے مجھے پکڑا دی۔ یہاں مجھے ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۲ جمادی الثانی بروز اتوار کی وہ رات یاد آگئی جب حضور غوث اعظم کی زیارت ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مجھے مختلف علوم پڑھا رہے ہیں اور علم میرے سینے میں بھرتا چلا جارہا ہے اور تمام پردے آنکھوں سے ہٹتے چلے جارہے ہیں، لہٰذا جو منقبت بھی فقیر نے آپ کی شان میں لکھی یا جو بھی سخن کبھی آپ سرکار کی مدحت میں ادا ہوا یہ سب آپ ہی کے حکمت و معرفت کے سمندر کی خیرات ہے۔ خیر وہ منقبت پڑھتے ہوئے کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بہت خوش ہیں اور بعض اشعار کی تکرار پر تو ہونٹوں پہ تبسم لیے جھومتے ہوئے خوشی سے آپکا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھتا ہے۔

لہٰذا دوسری مرتبہ جب عرس مبارک پر حاضری ہوئی تب آپ سرکار کی بات میری سمجھ میں آئی کہ آپ نے دو سال پہلے ہی ۲۲ نومبر ۲۰۱۰ء کو یہ فرمادیا تھا کہ جب آئندہ آؤ گے تو ہماری بزرگی و کرامات کے ضمن میں ایک نثری منقبت محسنِ اعظم فی مناقب غوث اعظم نامی سفر نامہ کی صورت میں ساتھ لاؤ گے۔ جبکہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ دو سال بعد فروری ۲۰۱۳ء میں بغداد شریف کے سفر کی سعادت دوبارہ حاصل کروں گا اور سفر ۲۰۱۱ء میں رونما ہونے والی آپ کی حیرت انگیز کرامت و بزرگی کے تذکرہ کا احوال نثری منقبت کی صورت میں ساتھ لے کر جاؤں گا اور کتاب کے نام پر غور کرتے مختلف ناموں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے عنوان کا انتخاب کروں گا جس میں بذات خود لفظ منقبت موجود ہو گا۔

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء هرچه محفوظ است از خطا

"لوح محفوظ اولیاءاللہ کی نگاہ میں ہے جو کہ ہر خطا سے محفوظ ہے"

یہاں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پیغام بتا کر بات ختم کرتا ہوں کہ کس طرح "کتاب محسن بزبانِ محسن" کو عالم روحانیت میں قبولِ عام حاصل ہو چکا تھا۔ سیّد مستجاب علی شاہ صاحب محسنی فرماتے ہیں؛ "خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑے سرسبز درخت کے نیچے نہایت خوبصورت کرسی اور میز رکھی ہے۔ آپ پیرو مرشد اُس کرسی پر تشریف فرما ہیں اور کتاب محسن بزبانِ محسن کے مسودہ پر کام فرمارہے ہیں۔ قریب ایک پلاٹ میں مدثر اور عقاص بھی موجود ہیں، اِسی اثنا میں حضور داتا صاحب سرکار کی زیارت کرتا ہوں، آپ ایک کاغذ پر فارسی میں کچھ لکھ کر عقاص کو دیتے ہوئے فرماتے ہیں یہ کاغذ اپنے پیرو مرشد کو دے دینا۔ میری اور مدثر کی نظر کاغذ پر پڑتی ہے تو فقط اتنا پڑھ پاتے ہیں کہ "کیا آپ کے پیرو مرشد ہم سے ناراض ہیں جو ہمارا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا؟" یہ پڑھ کر مدثر داتا

صاحب سے عرض کرتے ہیں حضور ایسی کوئی بات نہیں، قبلہ پیرومرشد آپ سے ناراض نہیں بلکہ آپ کا ذکر کتاب میں آئے گا"۔ انشاءاللہ

رقص مولوی

حضور غوث الاعظم کے عرس مبارک ۲۰۱۳ء میں روانگی سے قبل ہم ترکی کا تاریخی شہر قسطنطنیہ (استنبول) اور قونیہ میں "رقص مولوی" دیکھنے کی نیت سے وہاں کے ٹکٹ اور ویزے لے چکے تھے مگر عرس کے دوسرے دن جب بعد از نماز عشاء حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دے چکے تو برآمدے اور صحن سے ڈھول کی تھاپ پر کچھ پڑھنے کی آواز سنائی دی دیکھا تو وہاں لوگوں کا ہجوم حلقے کی صورت موجود تھا۔ جب کچھ سمجھ نہ آیا کہ اندر کیا ہو رہا ہے تو ہم مدرسہ نظامیہ کے صحن پر چڑھ گئے دیکھا تو سیاہ بوٹ اور کوٹ پتلون میں ملبوس زانوؤں تک لمبے لمبے بالوں والے کم و بیش پندرہ بیس افراد خاص ترتیب اور انداز سے "رقص" یا دھمال ڈالنے میں مصروف تھے۔ جس میں ایک شخص ڈرم اور دوسرا ایک جحیم دف بجانے میں مصروف تھا وہ لوگ قصیدہ غوثیہ کے اشعار یا کوئی اور منقبت جس کے ہر شعر کا اختتام "یا شیخ عبد القادرا" کے الفاظ پر ہوتا پڑھتے اور رقص کرتے ہوئے پاؤں زمین پر مارتے اپنے لمبے بالوں کو خاص انداز میں جنبش دیتے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گول دائرے کی صورت گھوم رہے تھے۔ ہم سب اس منظر میں ایسے محو ہوئے کہ وقت گزرنے کا احساس نہ رہا، اسی دوران سی سی پی او لاہور اسلم ترین اُس منظر کی مووی بناتے دکھائی دیئے۔ رفیق بھٹی نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ آناً فاناً مووی بنانے کے بہانے لگے رقص کا شوق پورا فرمانے۔ بندۂ ناچیز نے ازراہ مزاح سب انجنیئر محمد سعید ولد محمد شریف کے بھاری بھرکم جسم کو دیکھتے ہوئے اُن سے کہا سعید صاحب کیا آپ بھی رقص فرمائیں گے؟ وہ بولے حضور آپ فرمائیں اور میں رقص نہ کروں، اب تو رقص کرتے ہی بنے گی سو وہ بھی اسی حلقہ رقصاں میں شامل ہو کر اپنے ذوقِ دھمال کے کمالات دکھانے لگے۔

یہ رقص صحن کے دائیں بائیں اسی قسم کے دوسرے اور حلقوں میں بھی کیا جا رہا تھا۔ اور وہاں بھی لوگوں کے ہجوم اور انہماک کی یہی کیفیت تھی۔ معلوم کرنے پر پتا چلا کہ یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دیوانے ہیں اور عرس پر کردستان یا دنیا کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ہیں۔ رہ رہ کر ذہن میں خیال آتا کہ ارادہ تو یہ تھا کہ ترکی پہنچ کر رقص مولوی دیکھیں گے مگر شاید حضور غوث اعظم کا ارادہ کچھ اور ہو کہ ترکی تو جب تم پہنچو گے تب وہاں رقص دیکھو گے فی الحال یہاں ہمارے ہاں بھی درویشوں کا رقص دیکھتے جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے تصرف کو سامنے رکھتے ہوئے دل دماغ سے ایک آواز سنائی دیتی کہ آپکی شان عطا سے کچھ بعید بھی نہیں کہ عرس ۲۰۱۳ء میں مختلف علاقوں سے اپنے نام پر رقص کرتے لوگوں کو اپنے ہاں بلا لیا ہو وہ انسان تھے؟

جن ؔ تھے یا ارواح مقدسہ ؟ اللہُ اَعْلَمُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ اوراس بات کی تصدیق ایک سال بعد اُس وقت ہوئی جب فروری ۲۰۱۴ء کے عرس مبارک میں ہمیں حلقہ نما رقص کرتے مختلف گروپ تو ایک طرف کوئی ایک شخص بھی وہاں رقص کرتا دکھائی نہ دیا۔

خیر عرس سے فراغت کے بعد حق نواز صاحب، طیبہ نواز اور سعید صاحب تو بغداد شریف سے براستہ ابو ظہبی پاکستان چلے گئے لیکن میں اور عظمیٰ، رفیق بھٹی اور شاہدہ رفیق کے ساتھ بغداد شریف سے براستہ ابو ظہبی ترکی آگئے، ہم قسطنطنیہ (استنبول)، پرنسز آئی لینڈ، بندرما، ازمیر، اناتولیہ، سے ہوتے ہوئے جب قونیہ میں مولانائے روم کے مزار پر حاضری اور رقص مولوی دیکھنے پہنچے تو وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ ہفتہ میں ایک دن ہونے کی وجہ سے رقص مولوی ابھی چار پانچ روز کے بعد ہے جبکہ ہماری اگلے دن قونیہ سے کیپاڈوسیہ اور وہاں سے انقرہ روانگی تھی۔

مذہب یا تصوف کے حوالے سے کسی شخص کے سامنے قونیہ کا نام لیا جائے تو جو اگلا نام اس کے ذہن میں آتا ہے وہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو مولانائے روم کے نام سے پہچانے جاتے ہیں آپ نہ صرف مادرزاد ولی اللہ بلکہ فقہ، علم کلام اور تصوف کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔ایک دن حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے وہاں حضرت بابا شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک درویش آگئے اور مولانا سے پوچھنے لگے یہ کونسی کتابیں ہیں؟ مولانا نے اُس درویش کو دیکھتے ہوئے فرمایا بابا یہ تمہارے سمجھنے کی چیز نہیں، تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض ؟اس پر بابا شمس تبریز نے وہ قلمی نسخے حوض میں پھینک دیئے۔ مولانا کو سخت رنج ہوا فرمایا اے درویش!تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے، اس پر بابا شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھدیں۔ مولانا حیران ہوئے اور اُس درویش سے پوچھا یہ سب کیا ہے؟ اب اُنہوں نے جواب دیا یہ تمہارے سمجھنے کی چیز نہیں تمہیں اس سے کیا غرض ؟اور وہاں سے چل دیئے۔اب مولانا پیچھے پیچھے اور بابا شمس تبریز آگے آگے۔ یہاں اُن کی زندگی کے نئے باب کا آغاز ہوا بابا شمس تبریزی کی صحبت نے انہیں مقام فنافی اللہ سے پہلے جب فنافی الشیخ کی منازل سے گزارا تو مولانا کی روح سوزِ محبت میں تڑپتے ہوئے قلم کو حرکت میں لائی؛

پیر کامل صورتِ ظلِّ الٰہ یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

”پیر کامل ظلّ الٰہی کی صورت ہے یعنی پیرومرشد کا دیدار اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے“

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

”مولوی ہرگز مولائے روم نہ بنتے جب تک شمس تبریزی کے غلام نہ ہوتے“

پھر اچانک ان کے مرشد شمس تبریزی غائب ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کسی نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ اُس کے بعد مولانا روم بیمار اور بے قرار رہنے لگے۔ اسی کیفیت میں انہوں نے اپنی مشہور زمانہ مثنوی لکھی جس کا ابتدائی حصہ جدائی کی داستان بیان کر رہا ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند　　وز جدائیہا شکایت می کند

"بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے، اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے"

علامہ اقبال نے مولانا روم کو اپنا مرشد مانتے ہوئے اُنکے لئے "مرشدِ رومی" اور خود کے لئے "مریدِ ہندی" کی اصطلاح استعمال کی جبکہ مولانا جامی نے رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف کو فارسی کا قرآن فرمادیا۔

مثنویِ مولوی معنوی　　ہست قرآن درزبان پہلوی

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنے شاندار میوزیم کے ساتھ قونیہ میں موجود ہے۔ آج سے کئی سال قبل ایران کے شہر نیشاپور میں ایک مزار شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا جہاں ٹکٹ خرید کر اندر جانا پڑتا تو دوسرا مزار اب قونیہ میں مولانائے روم کا دیکھا جہاں پانچ ترکی لیرا کی ٹکٹ خرید کر جوتے اتارے بغیر اندر جانے کی اجازت ہے البتہ جوتوں پر پولیتھین بیگ چڑھا دیئے جاتے ہیں۔ ایران کے شہر مشہد شریف میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے روضے کی طرح یہاں بھی مجاوروں یا موروثی سجادہ نشینوں کی بجائے مزار اور میوزیم کے مختلف حصوں میں پینٹ کوٹ ٹائی، ہیٹ اور شوز پہنے خدام زائرین کی رہنمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پورے مزار اور میوزیم میں متواتر بجتی بانسری کی مدھر آواز اور دھن سے ماحول اتنا پر وقار اور سحر انگیز ہو جاتا ہے کہ انسان خود کو کسی اور دنیا میں محسوس کرنے لگتا ہے۔

ایک وسیع و عریض اونچی چھت والے ہال میں داخل ہوتے ساتھ دونوں طرف درجنوں قبریں دکھائی دیتی ہیں جن میں مولانا کے خاندان، والد، والدہ، دونوں بیویاں، بچوں، آپکے کاتب حسام الدین، شاگردوں اور مریدین کی قبریں موجود ہیں۔ مزار ہے یا کوئی شاہی محل جہاں کروڑہا مالیت کے صرف فانوس ہی لٹکے دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا روم کی کتابیں، پگڑی، قلم، دستار، تسبیح، قینچی، لباس، وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ آپکی محفل سماع میں استعمال ہونے والے آلاتِ موسیقی بربط، طبلہ، طنبورہ، دف، سارنگی، بانسریاں حتیٰ کہ آپ کے ذاتی استعمال میں رہنے والے برتن تک میوزیم میں بڑے اہتمام سے رکھے گئے ہیں۔ آپ کے لنگر خانے کو جس انداز سے محفوظ کیا گیا ہے وہ منظر بھی دیکھنے کے لائق ہے، مثلاً؛ جس طرح طالب علموں، درویشوں اور استادوں کے لئے بڑے بڑے دیگچوں میں کھانا تیار کیا جاتا تھا اُسی طرح مصنوعی الیکٹرک کوئلے رکھ کر جو جلتی آگ کے شعلوں کا منظر پیش کرتے ہیں جوں کی توں حالت میں دیگچے، ڈوے، پراتیں، قہوے کے برتن، صراحیاں وغیرہ دکھائے گئے ہیں۔ ان تبرکات کو جس عزت و احترام اور شاہانہ انداز میں رکھا گیا ہے وہ منظر دیکھ کر یورپ اور دبئی میں اپنی مخصوص سپاٹ لائٹنگ کے

ساتھ کرسٹلز کے ڈسپلے سنٹر یاد آجاتے ہیں۔ ترکی کے ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں مولانا روم کے روضہ کی تصاویر، انکی دستار کا ماڈل، انکا نام "یاحضــرت مولانا" لوگ اپنے گھروں دفتروں و دیگر اداروں میں لگانے کو ایسا ہی بابرکت خیال کرتے ہیں جیسے کہ پاکستان، ہندوستان میں نقش نعلین اور دیگر اسمائے متبرکہ اور آیات کے طغرے لگائے جاتے ہیں۔

ہمارا قیام مولانائے روم کے مزار کے قریب ہلٹن گارڈن ہوٹل میں تھا جس کے انتخاب کی ایک وجہ اُس کے قریب جدید سہولتوں سے مزین اوپن ایئر تھیٹر نما سٹیڈیم تھا جہاں رقص مولوی دیکھنے ہم اتنی دور آئے تھے۔ ویسے بھی قونیہ میں غیر ملکی سیاح صرف یہ رقص دیکھنے کے لئے ہی آتے ہیں۔ دراصل مولانائے روم کے سلسلے کے درویشوں کا رقص عرف عام میں رقص مولوی، یورپ اور ترکی زبان میں ورلنگ درویش Whirling Derwish جبکہ برصغیر پاک وہند کے صوفیا کے نزدیک سماع کہلاتا ہے، حالانکہ برصغیر کے چشتی حضرات کے سماع سے یہ خاصا مختلف ہے۔ اس رقص میں چند درویش سروں پر اوندھی بالٹیوں کی طرز پر ٹوپیاں لیے بلوچی فراک سے ملتے جلتے لمبے لمبے فراک پہنے جب اسٹیج پر آتے ہیں تو ہاتھ پھیلا کر خلاف گھڑی وار عالم بے خودی میں گردش شروع کرتے ہیں تو اُن کے فراک کھل کر گول دائرے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ ان درویشوں کا استاد کالے رنگ کے عبایا میں ساتھ کھڑا موسیقی کی زبان میں ہدایات جاری کرتا رہتا ہے جبکہ درویشوں کا یہ رقص دیوانہ وار ہوتا ہے مگر اُن کے استاد میں ذرّہ برابر والہانہ پن نہیں پایا جاتا جیسے ہمارے ہاں قوالی کے دوران بہت سے لوگ وجد میں آکر حال کھیلنے لگتے ہیں مگر قوال کو خود کبھی وجد نہیں آتا۔

مولانائے روم کی نسبت کے بزرگ ڈاکٹر جلال الدین چلبی فرماتے ہیں: "اس سماع میں چار بار سلام کیا جاتا ہے پہلا سلام سچائی پر انسان کی پیدائش کو بیان کرتا ہے تو دوسرا سلام تخلیق کے حوالے سے خدا کی عظمت کے بارے میں انسان کے جذبات کو بیان کرتا ہے، تیسرا سلام ان جذبات کو محبت میں تبدیل کر کے عقل کو اس محبت پر قربان کر دیتا ہے۔ یہ مکمل سپردگی اور خود کو خدا کی محبت میں فنا کر دینے کا نام ہے۔ بدھ مذہب میں یہ انسان کے لئے سب سے بڑا درجہ ہے جس کو "نروان" کہا جاتا ہے جبکہ اسلام میں اسے "فنا فی اللہ" کہا جاتا ہے۔ لیکن اسلام میں سب سے بڑا درجہ رسول کریم ﷺ کا ہے جو کہ خدا کے بندے پہلے ہیں اور اُس کے رسول بعد میں۔ چوتھا سلام اسی طرح ہے جیسے نبی کریم ﷺ معراج کی رات عرش پر پہنچ کر واپس آ گئے۔ ایسے ہی ایک درویش فنا فی اللہ کی منزل تک پہنچ کر مخلوق کی خدمت کے لئے واپس آ جاتا ہے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور اولیاء اللہ کے عشق و محبت کی باتیں نفوس قدسیہ پر جذب اور حال کی کیفیت طاری کر دیتی ہیں اور یہ کیفیت انسانوں پر ہی نہیں بلکہ بعض اوقات حیوانات، جمادات و نباتات پر بھی طاری ہو جاتی ہے۔ مثلاً أُسَیْدُ بْنُ الْحُضَیْرِ رضی اللہ عنہ رات کو سورۃ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے قریب ہی اُن کا گھوڑا بندھا تھا جو آپکی تلاوت کی آواز سن کر رقص کرنے لگا آپ نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا بھی پُر سکون ہو گیا پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے دوبارہ رقص شروع کر دیا آپ پھر خاموش ہو گئے کچھ دیر بعد جب دوبارہ قرآن پڑھنے لگے تو گھوڑے پر پھر وجدانی کیفیات طاری ہو گئیں اب کے آپ مکمل خاموش ہو گئے کیونکہ قریب ہی آپکا بیٹا موجود تھا۔ صبح جب تمام بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا حضیر پڑھا کرو! حضیر پڑھا کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں گھبرا گیا تھا کہ وہ گھوڑا وجدانی کیفیت میں رقص کرتے ہوئے کہیں میرے بیٹے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کو اتنی اونچی، خوبصورت اور سُریلی آواز دی گئی تھی کہ جب آپکی آواز پہاڑوں میں گونجتی اور آپ زبور شریف پڑھتے تو نغمات لاہوتی کا رنگ ہر چیز پر جم جاتا یہاں تک کہ ساری کائنات آپکی ہمنوا ہو جاتی اور چرند پرند حتیٰ کہ وحشی جانور تک وجدانی کیفیات اور بے خودی کے عالم میں بلا جھجک آپکے پاس چلے آتے یہاں تک کہ آپ اُن کو اس حالت میں گردنوں سے پکڑ لیتے۔ محبت اور وجدانی کیفیات میں جانوروں کا حضور ﷺ کو سجدہ کرنا، پتھروں کا درود پڑھنا درختوں کا آپ کی طرف دوڑنا، استوانہ حنانہ کا محبت میں رونا، بادلوں کا ساتھ ساتھ چلنا، درختوں کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا، اونٹوں کا آپکی چھری کے نیچے اپنی گردنوں کو پیش کرنا، علی ھذا القیاس۔ یا پھر حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی وہ تسبیح جو اِن کو شیخ ابو الوفا نے عطا فرمائی تھی جس کا ہر دانہ ہر وقت گردش کرتا رہتا تھا ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ نباتات، جمادات و حیوانات پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کا یہ اثر ہوتا ہے تو انسان پر بھلا کیونکر نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ اور اللہ کے بندوں کی محبت کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجزن ہے۔ حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اسی محبت کے متعلق فرماتے ہیں؛

چوں ذرہ ذرہ شود ایں تنم بہ خاک لحد   تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم

"قبر میں میرے جسم کا اگر ریزہ ریزہ ہو جائے تب بھی آپ میرے جسم کے تمام ذروں سے درود و سلام کی آواز سنیں گے"

لہٰذا یہ محبت جب پورے شباب پر ہو، محبوب کا تصور قلب و نظر میں ہی نہیں انسان کے تمام بدن پر غالب ہو تو جذب و کیف کی کیفیت طاری ہونا انہونی بات نہیں اور آدمی بیخودی میں وجد یا رقص کرنے لگے تو اس میں کونسی اچنبھے کی بات ہے اور شریعت میں کسی جگہ پر بھی جذب و مستی اور کیفیت و حال

کے طاری ہونے کی ممانعت نہیں آئی، لہٰذا کس دلیل شرعی سے اسے حرام وناجائز کہا جاسکتا ہے؟ محبت والوں کو اُنکے حال پر چھوڑ دینا چاہیے ۔بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

بیخودی میں سجدۂ در یا طواف — جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا؟

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

مجھے کام کیا تھا رکوع سے مجھے خبر کیا تھی سجود کی
تیرے نقش پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

قاضی ثناءاللہ پانی پتی اُس محفل میں موجود تھے جس میں خواجہ محبوب الٰہی سماع سنتے کسی شعر پر کیف و جذب کی حالت میں اٹھے، مگر قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ لیا،کچھ دیر بعد پھر اٹھنے لگے تو قاضی صاحب نے پھر بٹھا لیا جب تیسری بار خواجہ صاحب اٹھے اور رقص فرمانے لگے تو قاضی صاحب اُن کو بٹھانے کی بجائے خود ہاتھ باندھ کر باادب اُنکے سامنے کھڑے ہوگئے بعد میں کسی کے پوچھنے پر قاضی صاحب نے فرمایا کہ تیسری مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مجھے نظر ہی نہ آئے۔ میں تو تجلیاتِ عرش کے سامنے با ادب کھڑا ہو گیا تھا۔

باہر ہیں حدِ فہم سے رِندوں کے مقامات
کیا تجھ کو خبر کون کہاں جھوم رہا ہے

ایک مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء نے حضرت امیر خسرو سے فرمایا: خسرو! تمہارے کلام کی شیرینی نے کانوں میں رس گھولا، آواز کی نغمگی نے دل موہ لیا، انداز کی شوخی سے محظوظ ہوئے، ہاتھوں سے شمشیر کے جوہر دیکھے، مگر تمہارے پاؤں کی کسی ادا نے کبھی ہماری نگاہوں کو شاداں نہ کیا، آپ کا یہ کلام محبت سن کر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کمال محبت میں ایسا رقص کیا کہ اُنکے حال کی گرمی نے حاضرین کے جذبہ احدیت کو گرما دیا، امیر خسرو کے زخمی پاؤں جب زمین کو اپنے رنگ میں رنگنے لگے تو خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو گلے لگا لیا اور فرمایا خسرو تم نے عاشقی کا حق ادا کر دیا۔ بلھے شاہ صاحب کا واقعہ کسی سے پوشیدہ نہیں فقط پیر و مرشد کو منانے کی خاطر پاؤں میں گھنگرو باندھ کر جب عالم بے خودی میں رقص کیا تو ایک عالم دین، متقی اور صاحب طریقت کو اِس حال میں دیکھ کر انکے مرشد تعجب سے مسکرا اٹھے اور ناگواری رفع ہوئی۔

نہ کسی کے حال پہ طنز کر نہ کسی کے غم کا مذاق اڑا
جسے چاہیں جیسے نواز دیں یہ مزاج عشق رسول ہے

مجمع انوارِ نگینہ صاحبزادہ محمد اللہ دتہ زمزم یوسفی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:۔ "ایک مرتبہ قطب جلی باباجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمارہے تھے قریب ہی ریڈیو پر خبریں چل رہی تھیں کہ اچانک ایک نغمے کے بول سنائی دیئے؛ "چھپ جاؤ تاریو تے پادیو ہنیروے۔۔۔اساں ایس رات دی نئیں ویکھنی سویروے" اِس نغمہ کی آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ باباجی پر ایسی رقّت طاری ہوئی اور آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ آپ کی ریش مبارک کے ساتھ ساتھ سینہ مبارک حتّٰی کہ اُس کتاب کے صفحات بھی تر ہو گئے۔ آپکو اِس کیفیت میں دیکھ کر میں نے ریڈیو بند کر دیا بہت دیر کے بعد جب آپ ہوش میں آئے تو فرمانے لگے بیٹا اگر تم ریڈیو بند نہ کرتے تو صبح کا سورج دیکھنا ہمیں نصیب نہ ہوتا"۔

ایک مرتبہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مجلس سماع گرم تھی۔ خواجہ قطب الاسلام بھی تشریف رکھتے تھے قوال احمد جام کا یہ شعر گارہے تھے: "کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است" یہ کلام سن کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وجد کی حالت میں رقص فرمانے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے، قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی آپ کو قوالوں سمیت گھر لے آئے تین دن، تین راتیں استغراق کی حالت میں قوالوں کو اسی بیت کا حکم مکرر فرماتے رہے اور وجدانی کیفیت میں رقص کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی ہڈی ہڈی الگ ہوگئی اور جان مشاہدہ حق میں حق کے حوالے فرمادی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کسی جگہ سماع کے دوران قوال نے یہ شعر پڑھا "جاں بدہ، جاں بدہ، جاں بدہ۔۔ فائدہ گفتن بسیار چیست" ترجمہ: محبوب سے اتنی محبت ہے تو اُس پر جان دے دو ایسے باتیں بنانے کا کیا فائدہ۔ اُس محفل میں ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہنے لگا مکرّر قوال نے دوبارہ یہ شعر دھرایا وہ نوجوان کہنے لگا "دادم" اور جان جانِ آفرین کے حوالے فرمادی۔

ایک طرف تو کسی بزرگ کو کسان کے ہل میں جُتے بیل کے گلے کی گھنٹی کی ٹن ٹن سے وجد طاری ہو جاتا ہے تو دوسری طرف ایک لوہار کا لوہے پر چوٹ لگانا تھا کہ مولانا روم اُس آواز کو سن کر وجد و حال کی کیفیت میں جھومتے ہوئے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ جب حال رفع ہوا تو فرمایا لوہے پر ضرب سے مجھے اللہ ہو کی آواز سنائی دی تھی۔ لہٰذا صاحب حال افراد کی یہ کیفیات دراصل اُن پر اللہ کی محبت غالب آنے کی وجہ سے ہوتی ہیں جن سے لوگ انہیں پاگل مجنون یا مجذوب سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ (پاگل) کہیں۔

محبت کے انداز عجیب ہوتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو جب اپنا بھائی اور حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنے اخلاق اور شکل وشباہت سے مشابہ فرمایا اور حضرت علی کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا "علی تو

مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں" پس اس خطاب کی لذت سے تینوں صحابہ ایک ٹانگ پر بھنگڑا ڈالنے کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ہاتھ باندھ کر وجدانی کیفیت میں رقص کرنے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس ادا، نازو انداز پر دریافت فرمایا" جعفر یہ کیا ہے"؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے حبشہ میں خوشی کے موقع پر لوگوں کو اپنے بادشاہ کے گرد ایسے ہی رقص کرتے دیکھا تھا۔ آپ بھی ہمارے بادشاہ ہیں اور ہمارے لیے آپکی تائید و محبت ہر خوشی سے بڑھ کر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی گفتگو کو سماعت فرمایا اور اس فعل کی ممانعت یا مذمت نہ فرمائی۔

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم　　مگر نازم بہ ایں ذوقِ کہ پیش یار می رقصم

"میں نہیں جانتا کہ تم کو دیکھ کر کیوں رقص کرتا ہوں مگر خوش ہوں اے محبوب تمہارے سامنے رقص کرتا ہوں"

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بندۂ ناچیز نے بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مسجد کے اندر بے شمار ایسے مبارک نورانی چہرے دیکھے جو دف کی تھاپ پر حلقے کی صورت میں عربی رقص کرتے ہوئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نعت اور درود و سلام پڑھ رہے تھے۔

ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کچھ حبشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقص کر رہے تھے اور ساتھ کہتے جاتے مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ۔ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ "محمد نیک بندے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوکر یہ رقص ملاحظہ فرمایا۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک حبشی عورت دکھائی جو عالم بے خودی میں رقص کرتے کہہ رہی تھی "ابا القاسم طیبا"۔ اے ابو القاسم آپ بہت ستھرے ہیں۔ کسی غزوہ سے واپسی پر ایک نوجوان لڑکی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نذر پوری کرتے ہوئے آپکے سامنے دف بجانا، یا پھر ربیع بنت معوذ بن عفرا کی شادی والے دن لڑکیوں کا دف بجا کر خوشی اور مسرت میں گانا، شاید اسی لیے ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نکاح کے موقع پر اعلان کرو اور اسے مسجد میں کرو اور (مسجد سے باہر) ڈھول دف بجاؤ۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق کو بی بی عائشہ کے پاس بیٹھی دو بچیوں کو دف بجا کر گانے سے منع فرمانے پر منع فرمانا۔

خیر بات کہاں سے کہاں چلی گئی ہم قونیہ مولانائے روم کے مزار پر حاضری اور رقص مولوی دیکھنے پہنچے تھے۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا ہفتہ میں ایک دن ہونے کی وجہ سے رقص مولوی ابھی چار پانچ روز کے بعد ہے جبکہ ہماری اگلے دن قونیہ سے کیپاڈوسیہ اور وہاں سے انقرہ روانگی تھی۔ لہٰذا اگلے دن ہم سب رقصِ مولوی کے نظارے سے محرومی کا افسوس لیے قونیہ سے کیپا ڈوسیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کیپاڈوسیہ چھوٹے چھوٹے پہاڑوں میں غار نما

گھروں پر مشتمل ایک قدیم شہر ہے جس کو رات کی روشنیاں اور بھی دلکش بنا دیتی ہیں۔ لگتا ہے انسان طلسم ہوشربا کسی جادو نگری میں آ گیا ہو۔ گو کہ اب ان غار نما گھروں میں مقامی لوگ نہیں رہتے۔ حکومت نے اُن کیلئے دوسرے علاقوں میں فلیٹ تعمیر کر کے انہیں وہاں منتقل کر دیا ہے۔ جبکہ گوریم (Goreme) کے اُن غار نما گھروں کو انٹرنیشنل ہوٹلز کے مالکان نے جدید سہولتوں سے مزین کر کے ٹورسٹ کے لیے اِس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ اُن کی اصل قدرتی بناوٹ خراب نہ ہونے پائے یعنی اُن کے، واش روم، لابی، ڈریسنگ رومز، ڈائنگ ہال، ریسٹوران، وغیرہ پہاڑوں کے غاروں میں رہنے والوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ حتّٰی کہ اُن بیڈ رومز میں رہنے والے مسافر اپنے آپ کو کسی غار میں بستر لگائے تصور کرتے ہیں۔ ہمارا قیام بھی انہی غاروں میں واقع کیپاڈوسیہ کیو سویٹ بوتیک ہوٹل میں تھا۔ صبح ناشتہ کی میز پر رفیق صاحب کی زوجہ محترمہ فرمانے لگیں حضور! رات بھر مجھے کسی جن ؒ نے پریشان کیے رکھا، رفیق صاحب بھی بیگم کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے فرمانے لگے حضور کبھی کبھی کچھ کھٹکا مجھے بھی محسوس ہوتا تھا۔ مگر میں اور عظمٰی حیران تھے کہ ہمیں تو اپنے بیڈ روم میں ایسی کوئی بات محسوس نہ ہوئی غالباً اِن پر کوئی نفسیاتی اثر تھا ویسے بھی ایک "جن ؒ" کے ہوتے دوسرا جن ؒ کیسے پریشان کر سکتا ہے۔

کیپاڈوسیہ میں بیلون رائیڈنگ دیوہیکل غباروں میں فضائی سفر کروانے والی بہت سی کمپنیوں کے دفاتر تھے۔ ہم نے بھی ڈھائی سو ڈالر فی کس چار ٹکٹ خرید لیے جو کم و بیش ایک لاکھ روپیہ پاکستانی بنتا تھا۔ مگر محکمہ موسمیات کی کلیرنس کے بغیر کسی کمپنی کو اپنا غبارہ آسمان میں لیجانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ اگر Rough Weather موسم خراب ہوا تو بیس پچیس افراد کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ اُدھر رفیق صاحب فرما رہے تھے اونچائی پر جانے سے میری طبیعت خراب اور پریشان ہو جاتی ہے اور جب یہ پریشان ہوتے ہیں تو ان کو پیچش لگ جاتے ہیں۔ اب اگر اوپر جا کر کوئی گندگی مار دیتے تو بادلوں میں اڑتے غبارے کی ٹوکری کی صفائی کون کرتا، یقیناً اُس میں سوار پچیس، تیس ٹورسٹ اِن کے ساتھ ساتھ ہماری بھی صفائی کرتے ہوئے ہمیں زمین پر پھینک دیتے۔ مگر دیر ہو چکی تھی اور ٹکٹ لیے جا چکے تھے، دوسری طرف رات سے زبردست سنو فالنگ جاری تھی، ہم صبح سے بیلون رائیڈنگ کے وٹینگ ہال میں کمپلیمنٹڈی ناشتے کے ساتھ ساتھ برف باری کے مناظر سے لطف اٹھاتے سردی سے ٹھٹھر رہے تھے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی اعلان ہوا بیلون رائیڈنگ کیلئے محکمہ موسمیات کی طرف سے موسم نامناسب قرار دیدیا گیا ہے۔ دل میں سوچا لو بھئی! رفیق صاحب کی سنی گئی۔ بیلون رائیڈنگ کمپنی نے ٹکٹوں کی رقم تو لوٹا دی مگر عظمٰی کو افسوس تھا کہ نہ صرف انتہائی یونیک اور دلچسپ تجربے اور تفریح سے محروم رہے بلکہ بادلوں کے اندر ہواؤں میں اڑتے غبارے کی ٹوکری میں بائی ایئر سفر کے انٹرنیشنل سرٹیفیکیٹ سے بھی محروم ہو گئے۔ مگر دوسری طرف بیلون رائیڈ کے دفتر سے یہ سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ رقص مولوی تو ترکی

کے کم و بیش ہر چھوٹے بڑے شہر میں کیا جاتا ہے اور ٹورسٹ کے لیے کیپاڈوسیہ میں بھی ایک غار نما انڈر گراونڈ تھیٹر نہ صرف اس رقص کے لیے مخصوص ہے بلکہ آج رات کی ٹکٹیں بھی دستیاب ہیں۔ خیر مقررہ وقت پر تھیٹر کی گاڑی نے ہمیں ہمارے ہوٹل سے پک کیا اور اُس کے دروازے پر جا اُتارا، کچھ ہی دیر میں ہم لوگ ایک ہال نما کمرے سے ہوتے غار نما سیڑھیوں سے اترتے ہوئے انڈر گراونڈ تھیٹر نما سٹیڈیم میں موجود تھے جس کے بیچوں بیچ گول سٹیج بنایا گیا تھا، روشنی بہت کم تھی، لگتا تھا زیرو کے بلب جلا رکھے ہیں۔ گردوپیش کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ شائقین میں زیادہ تر یورپین باشندے تھے۔ نشستیں مخصوص نہ ہونے کی وجہ سے جس کا دل جہاں چاہتا بیٹھ جاتا۔ عظمٰی کے پوچھنے پر کہ ہم کہاں بیٹھیں؟ تو بندۂ ناچیز بے دھیانی سے بائیں طرف والی سب سے اگلی رو میں ایک تنہا پڑے خالی باکس نما حصے میں سب سے اگلی سیٹ پر سٹیج کے سامنے جا بیٹھا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں تو سفید کپڑوں میں ملبوس سروں پر اوندھی بالٹیوں کی طرز پر ٹوپیاں پہنے کم و بیش چھ درویش ایک ایک کر کے سٹیج پر ایک صف میں کھڑے ہو گئے جبکہ اُن کا گُرو سیاہ گاؤن نما لباس میں پاس کھڑا تھا۔ اِن افراد کے پیچھے چار افراد اور بھی تھے جن کے ہاتھوں میں ڈرمز، وائلن بانسری اور دف وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ اُدھر نشست گاہوں کی مدھم روشنیاں بھی گل کر کے صرف سٹیج کو سفید مرکری روشنیوں سے بقعہ نور بنا دیا گیا تھا۔

ابھی رقص کی ابتدا نہ ہوئی تھی کہ ایک درویش جس کے چلنے کے انداز میں بلا کی انکساری تھی (جیسے کوئی درباری کسی بادشاہ کی جناب میں بڑھ رہا ہو) میری جانب بڑھتا دکھائی دیا، تھیٹر میں موجود سب لوگ اُس کی اِس حرکت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ بالکل میرے آگے میری نشست کے سامنے آکر رک گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایکدم میری جانب سٹیج پر سر بسجود ہو گیا۔ ایک لمحے کیلئے میں بھونچکا رہ گیا کہ یہ کیا ہوا؟ اتنے میں وہ اٹھ چکا تھا اور میری طرف پیٹھ کئے بغیر الٹے قدموں واپس اپنے کھڑے ہونے کی جگہ جا کھڑا ہوا۔ پھر دوسرا درویش جو اس کے برابر کھڑا تھا اپنی جگہ سے اُسی انکساری کے ساتھ چلتا ہوا عین میری نشست کے سامنے آیا اور پہلے والے کی طرح میری طرف سجدے کی شکل میں کورنش بجا لایا۔ پھر الٹے قدموں میری طرف پیٹھ کئے بغیر واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ اُدھر اس دوران تھیٹر کے تمام لوگ میری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ ہمارے حلیے بھی قدیم بزرگوں ہی کی یاد دلاتے تھے، یعنی چہرے دراز داڑھیوں سے آراستہ، سر عماموں سے مزین بغداد کی طرح ترکی کے بھی جس شہر میں جاتے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔ درویشوں کی اس کورنش والی حرکت نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی، یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے، آیا کیا یہ بھی کسی قسم کی خاص عطا و انعام ہے؟ یا پھر ابلیس کا فریب دغا اور نقصان ہے؟ اُدھر دوسرا درویش بھی واپس

اپنی جگہ پہنچ چکا تھا۔اُس کے پہنچتے ہی تیسرے، چوتھے، پانچویں چھٹے اور پھر اُن کے ماسٹر نے بھی اسی طرح میرے آگے آکر خاص میری نشست کے سامنے مجھے سجدہ کے انداز میں سلام کیا اور ادب سے واپس اپنی جگہ چلا گیا۔اب دائرے میں کھڑے درویشوں کے پیچھے موجود آلات موسیقی میں جان پڑ گئی اور ایک مخصوص اور مسحور کن دھن بجائی جانے لگی۔ ساتھ ہی ماسٹر کے اشارے پر درویشوں نے اپنے سیدھے ہاتھوں کو فضا میں بلند کیا جبکہ بایاں ہاتھ اٹھے ہوئے دائیں ہاتھ کی بغل میں رکھ لیا۔یوں ایسی شکل بن گئی جیسے کوئی نماز کی نیت باندھ کر دایاں ہاتھ فضا میں بلند کر لے۔موسیقی کی دھن پر غالبا مثنوی شریف کے اشعار پڑھے جانے لگے۔بڑی بڑی دفوں کی مخصوص تال ڈرمز سے نکلنے والے خاص ٹھیکے کے ذریعے دفوں کی معاونت میں دھمک ، وائلن کی دلوں کو چھو لینے والی پُرسوز آواز اور بانسری کی مدھر تانوں نے مل کر ماحول پر ایسا سحر طاری کر دیا کہ ہر شخص خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر "ورلنگ درویش" نامی اُس رقص میں کھو گیا۔درویشوں کی آنکھیں بند ہونے کے باوجود نہ صرف وہ ایک دائرے میں گردش کر رہے تھے بلکہ اپنی اپنی جگہ پر بھی مسلسل گردش کرتے گھوم رہے تھے۔نہ ان کی رفتار میں فرق پڑتا نہ ہی ان کے پاؤں ایک سوت اِدھر یا اُدھر ہوتے نہ ہی دائرے کی شکل بگڑتی تھی۔ تمام مجمعے پر سکوت طاری تھا۔رفیق بھٹی اور ان کی بیگم پر بھی وجدانی کیفیات کا غلبہ تھا۔ہر شخص کی نظریں رقص کرنے والوں پر تھیں۔بہر حال رقص کتنی دیر جاری رہا یہ اُس وقت معلوم ہوا جب میوزک تھما اور درویشوں کے پاؤں رکے اور ہال پر چھائی استغراقی کیفیت ختم ہوئی۔اختتام رقص کے بعد جب تھیٹر کی تمام روشنیاں جلائی گئیں تب اصل بات سمجھ میں آئی، وہ یہ کہ بالکل میری نشست کے سامنے ایک جائے نماز پر مولانا روم کی دستار کا ماڈل رکھا تھا۔تمام درویش رقص شروع کرنے سے قبل اسی دستار کو تعظیم دینے میری نشست کے سامنے آکر قبلہ رخ سجدہ ریز ہوتے گئے جبکہ میں اپنے سامنے جائے نماز پر پڑی مولانا روم کی دستار دیکھ کر انکی تعظیم کی وجہ سمجھ چکا تھا، مگر باقی لوگ اس جانماز کو نہ دیکھ سکے تھے یا پھر دیکھ تو سکے مگر سمجھ نہ سکے تھے۔لہٰذا اُنکی نگاہوں میں توجہ کا مرکز ابھی تک میں ہی تھا۔مختلف ممالک سے وہاں آئے سیاح ہماری دراز داڑھیوں اور پگڑیوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ کر شاید ہمارے ہی متعلق باتیں کر رہے تھے،وہ شاید ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ سجدہ اور تعظیم مجھ حضرت کی بجالائی جا رہی تھی یا پھر اُن کو بندۂ ناچیز کے وجود میں مولانا روم دکھائی دے رہے تھے۔شاید اسی لیے انہوں نے خصوصی درخواست کر کے ہمارے ساتھ تصاویر بھی بنوائیں۔

رقص دیکھ کر نیچے وادی میں اترے تو بھوک دو چند ہو چکی تھی، دور بلندی پر مندرہ(Manzara) نامی ریستوراں اور اسکا بورڈ نظر آیا۔ عظمیٰ کے مشورہ پر سب اُدھر چل دیئے تاکہ پیٹ پوجا کے ساتھ ساتھ برف کی سفید دوشالہ اوڑھے پہاڑوں پر جھلمل کرتے چراغاں کے منظر سے بھی لطف اندوز ہو سکیں۔ قریب پہنچنے پر ایک حسین دوشیزہ خالی پڑے ریستوراں کے شیشے صاف کرتی دکھائی دی، ہمیں اپنی جانب آتا دیکھ کر دلکش مسکراہٹ کے ساتھ دوڑ کر جب ہمارے استقبال کو دروازہ کھولا تو ہم نے سوالیہ انداز میں پوچھا کیا یہ مندرہ ریسٹورنٹ ہے؟ ہمارا سوال سنتے ہی اُسکا چہرہ بجھ سا گیا مگر نہایت اخلاق سے جواباً مندرہ کا پتہ سمجھاتے ہوئے کہنے لگی جس ریستوراں کی آپ تلاش میں ہیں وہ اُوپر ہے، راستہ اُسکا پیچھے سے ہے، جبکہ بورڈ سامنے لگا ہے، لیکن یہ مندرہ نہیں بلکہ مائی در(My Mother) ریسٹورنٹ ہے۔ مندرہ پہنچے تو کچھا کچھ رش، مشکل سے ایک ٹیبل ملی تو سوپ کا آڈر کیا، مگر دل میں تکلیف کے ساتھ ساتھ مائی مدر ریسٹورنٹ والی اُسی لڑکی کا کھلکھلا تا چہرہ جس نے ہمارے لیے دوڑ کر دروازہ کھولا تھا کہ چلو شکر ہے کوئی کسٹمر تو آیا۔ بندۂ ناچیز نے عظمیٰ اور رفیق صاحب سے درخواست کی سوپ تو مندرہ سے پی لیا مین کورس مائی مدر ریستوراں سے کھالیتے ہیں سب نے اتفاق کیا اور کھانے کیلئے دوبارہ مائی مدر جا پہنچے۔ وہاں موجود اُس لڑکی نے اسی خندہ پیشانی سے دوبارہ ہمارا استقبال کرتے ہوئے ہمارے لیے اپنے حیرت انگیز اخلاق کا دروازہ کھولا اور ہم سے پوچھنے لگی آپ لوگ تو مندرہ کھانا کھانے گئے تھے؟ عظمیٰ کہنے لگی تم نے جس اخلاق اور عقیدت سے آگے بڑھ کر محسن صاحب کے لیے دروازہ کھولا تھا تمہاری اُس محبت بھری ادا سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا کہ کھانا ہم اب تمہارے ہی ریستوراں میں جا کر کھائیں گے۔ ویسے بھی جہاں کا سوپ بد مزہ تھا کھانے کا مزہ کیا آتا۔ خیر میں نے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگی میرا نام دریا ہے۔ سبحان اللہ نام بھی دریا، اخلاق بھی دریا اور خدا نے جو حسن بخشا وہ بھی دریا، احادیث مبارکہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اچھے اور برے ناموں کا اثر انسان کی شخصیت اور حالات پر بھی پڑتا ہے۔

نام سے مجھے یاد آیا کم و بیش ۳۰ سال قبل گرمیوں کی ایک کڑک دوپہر تھی جب 72-C توحید پارک گلشن راوی والے گھر کے دروازے پر گھنٹی بجی، میں دروازہ کھولنے گیا تو دیکھا دروازے کے دوسری جانب خالہ ولائیت اپنے بیٹے کامران کے ساتھ دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے ٹونی سے کہا، ٹونی یہاں سے ہٹ جاؤ، مگر وہ نہ مانا میں نے پھر کہا یہاں سے پیچھے چلے جاؤ مگر وہ پھر بھی نہ مانا اور مسلسل شرارتیں کرتا رہا، میں نے غصہ میں چیخ کر اُسے کہا! ٹونی یہاں سے دفع ہو جاؤ تب وہ فوراً ایک طرف چلا گیا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو خالہ ولایت غصّہ سے لال پیلی جبکہ کامران شرمندگی سے نیلا ہو رہا تھا۔ خالہ جان نے اندر آتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ اور لگیں ہم سب کو برا بھلا کہنے۔ میری والدہ اور والد صاحب کو کہنے لگیں محسن نے میرے بیٹے کی بے عزتی کی ہے۔ سب نے پوچھا ہوا

کیا؟ تو کہنے لگیں اس نے کامران کو کہا ٹونی دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ اب جب میں نے یہ بات سنی تو نہایت ادب سے عرض کیا خالہ جان میری کیا مجال جو کامران کو کہوں کہ دفع ہو جاؤ یہاں سے، وہ تو میں گیراج میں موجود اپنے کتے ٹونی کو کہہ رہا تھا کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ، مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ نے کامران کا ماڈرن نِک نیم(Nick Name) ٹونی رکھ چھوڑا ہے۔

خیر ذکر تھا دریا کا جو اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہہ رہ تھی کہ میں ایوانوس (Avanos) ویلی میں اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہوں، گوریم میں واقع میرے اِس ریستوراں کا نام میری ماں سے میری محبت کی عکاسی کرتا ہے۔ ایوانوس کا نام سنتے ہی سارے دن کی سیر ہمارے ذہن میں تازہ ہو گئی کیونکہ ہم آج صبح ہی ایوانوس ویلی میں گورے سرامکس فیکٹری جہاں ہاتھ سے بنائے اور پینٹ کیے گئے بیس بیس لاکھ روپیہ مالیت کے آرائشی مرتبان دیکھنے کے بعد امیجی نیشن ویلی(imagination valley) جہاں چٹانوں کی بناوٹ کے انداز قدرتی مجسموں کی صورت دکھائی دیتے ہیں اور پھر پاشابیگ چمنی ویلی(pasabag chimney valley) جہاں پرانے لوگ چمنی نما چٹانوں میں رہا کرتے تھے بلکہ ایک چمنی میں تو باقاعدہ گرجاگھر بھی آباد کر رکھا تھا۔ وہاں سے ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ کاواین ویلی Cavusin) (valley جہاں سستے ماربلز سٹون کی قدیم دوکانوں کے ساتھ لوگ مٹی کے برتنوں میں 2 ترکش لیرا فی پیالہ تازہ بنتی شراب بیچتے دکھائی دیئے۔ واپسی پر پیجن ویلی(pigeon valley) میں ایٹریکٹ ماربل ریڈ سٹون(Attract Marble Red stone) نامی جیولری کا ڈسپلے سنٹر بھی دیکھا۔

خیر ہم نے دریا کو مین کورس میں گرلڈ ریڈ سناپر، مدرز سپیشل چکن اور مدرز سپیشل ریے وولی لانے کو کہا۔ ریڈ سناپر فش مختلف ممالک سے کھانے کا اتفاق ہوا مگر جو ذائقہ کیپاڈوسیہ کے مائی مدر ریستوراں میں پایا وہ دنیا میں کہیں اور نہ تھا۔ بل ادا کرنے کے بعد واپسی کی تیاری کر رہے تھے کہ دریا اپنی والدہ کو بُلا لائی جس نے ترکی کے رواج کے مطابق مصافحہ کیلئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا، میرے انکار پر دونوں حیران تھیں کہنے لگیں ہم مسلمان ہیں۔ عظمیٰ نے کہا اسی لیے تو یہ آپ سے ہاتھ نہیں ملا رہے کہ ہم مسلمان ہیں کیونکہ ایک مسلمان مرد غیر محرم عورت سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ یہ سن کر دریا کی والدہ جو پہلے ہی بڑی محبت سے میری دراز داڑھی اور پگڑی کو دیکھ رہی تھیں پیچھے سے میری جانب بڑھیں اور میری آنکھ بچاتے ہوئے کاندھے پر میرے لانگ کوٹ پر بوسہ دے دیا۔ یورپ جیسے معاشرے میں رہتے ہوئے اُنکی نظروں میں سنت نبوی اور بزرگان دین کا جو احترام نظر آیا وہ ہمارے لیے یقیناً حیران کن تھا اللہ تعالیٰ انکے اس احترامِ سنت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول فرمائے، گو کہ انکے لباس و اطوار مغربی تھے لیکن دل حجازی البتہ میرے دل کو یہ تسلی تھی کے عظمیٰ کا مندرہ میں بیٹھ

کر کیپاڈوسیہ کا منظر دیکھنے کا شوق بھی پورا ہو گیا اور مائی مدر میں کھانا کھانے سے جس نے ہمارے لیے آگے بڑھ کر بظاہر ریستوراں کا مگر حقیقت میں دل کا دروازہ کھولا تھا اُس دریا کا دل بھی ٹوٹنے سے بچ گیا۔

دوست احباب کی محفل میں عظمیٰ اکثر معروف ادیب اشفاق احمد کا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں (دروازہ کھلا رکھنا) یا کسی کے لیے آگے بڑھ کر دروازہ کھولنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اشفاق احمد فرماتے ہیں اٹلی میں قیام کے دوران میں ایک بہت اچھے ریستوراں میں بیٹھا کافی پی رہا تھا جہاں میری ملاقات دنیا کے ایک بہت امیر کبیر آدمی سے ہوئی، اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ایک بڑی عجیب و غریب بات بتاتا ہوں، جو میری امارت کا باعث بنی اور میں اس قدر امیر ہو گیا۔ وہ یہ کہ مجھے ہارس ریسنگ کا شوق تھا اور میں گھوڑوں پر جوا لگاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنا سارا مال و متاع ایک ریس پر لگا دیا اور کہا کہ اب اس کے بعد میں ریس نہیں کھیلوں گا۔ مگر ہوا یوں کہ میں وہ ریس ہار گیا، میری جیبیں بالکل خالی تھیں اور میں مکمل مفلس اور کنگال ہو چکا تھا۔ جب میں وہاں سے پیدل گھر لوٹ رہا تھا تو مجھے شدت سے واش روم جانے کی حاجت محسوس ہوئی لیکن وہاں جانے کے لیے میرے پاس مقامی کرنسی کا سکہ نہیں تھا جو واش روم کا دروازہ کھولنے کے لیے اُسکے لاک میں ڈالا جاتا ہے، وگرنہ دروازہ کھلتا نہیں ہے۔ میں بہت پریشان تھا اور مجھے جسمانی ضرورت کے تحت تکلیف بھی محسوس ہو رہی تھی۔ میں وہاں قریب پارک میں گیا۔ جہاں بنچ پر ایک شخص بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ میں نے بڑی لجاجت سے اس سے کہا کہ "کیا آپ مجھے ایک سکہ عنایت فرمائیں گے؟" اس شخص نے میری شکل و صورت کو دیکھا اور کہا کیوں نہیں اور سکہ دے دیا لیکن اِس سے قبل میری جسمانی صحت پر غور ضرور کیا مگر اُسے کیا خبر تھی کہ میں بالکل پھانگ (مفلس) ہو چکا ہوں۔ جب میں وہ سکہ لے کر واش روم کے دروازے پر پہنچا، جہاں لاک میں سکہ ڈالنا تھا تو اچانک وہ دروازہ کھل گیا جبکہ وہ سکہ ابھی میرے ہاتھ ہی میں تھا۔ جو آدمی پہلے اندر موجود تھا وہ باہر نکلا اور اس نے مسکرا کر بڑی محبت، شرافت اور نہایت استقبالیہ انداز میں دروازہ پکڑے رکھا اور مجھ سے کہا، یہ ایک روپے کا سکہ کیوں ضائع کرتے ہو؟ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور میں اندر چلا گیا۔ اب جب میں باہر نکلا تو میرے پاس وہ ایک روپے کا سکہ بچ گیا تھا۔ تو میں قریب کیسینو میں چلا گیا، جہاں جوا کھیلا جا رہا تھا کہ ایک روپیہ لگاؤ ہزار روپے پاؤ میں نے وہ ایک روپے کا سکہ اس جوئے میں لگا دیا اور سکہ بکس میں ڈال دیا۔ وہ سکہ کھڑ کھڑایا اور ہزار کا نوٹ کڑک کر کے باہر آ گیا۔ (جواری آدمی کی بھی ایک اپنی زندگی ہوتی ہے)۔ میں نے آگے لکھا دیکھا کہ ایک ہزار ڈالو تو ایک لاکھ پاؤ میں نے ہزار کا نوٹ وہاں لگا دیا۔ رولر گھوما، دونوں گیندیں اس کے اوپر چلیں اور ٹک کر کے ایک نمبر پر آ کر گریں اور میں ایک

لاکھ جیت گیا(آپ غور کریں کہ وہ ابھی وہیں کھڑا ہے، جہاں سے اُس نے ایک سکہ مانگا تھا)۔ اب میں ایک لاکھ روپیہ لے کر ایک امیر آدمی کی حیثیت سے چل پڑا اور گھر آگیا۔ اگلے دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ اگر کوئی Sick Industry میں انویسٹ کرنا چاہے، تو حکومت انہیں نہ صرف مالی مدد دے گی بلکہ ہر طرح کی انہیں رعایت بھی دے گی۔ میں نے ایک دو کارخانوں کا انتخاب کیا، حکومت نے ایک لاکھ روپیہ فیس داخل کرنے کا کہا اور کہا کہ ہم آپ کو ایک کارخانہ دیں گے (شاید وہ جرابیں بنانے یا گارمنٹس کا کارخانہ تھا) وہ کارخانہ چلا تو اُس سے دوسرا، تیسرا اور لکھ پتی سے کروڑ پتی اور ارب پتی ہوگیا۔(آپ غور کریں کہ یہ سب کچھ ایک دروازہ کھلا رکھنے کی وجہ سے ممکن ہوا) اس نے کہا کہ میری عمر بہت گزر چکی ہے اور میں اُس آدمی کو تلاش کرتا پھرتا ہوں جس نے مجھ پر یہ احسان کیا تھا، اشفاق احمد فرماتے ہیں میں نے پوچھا اس آدمی کو جس نے ایک روپیہ دیا تھا؟ اس نے کہا، نہیں بلکہ اس آدمی کو جس نے میرے لیے دروازہ کھولا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس سے ملنا چاہتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا، نہیں! بلکہ یہ دیکھنے کے لیے اس سے ملنا چاہتا ہوں کہ وہ شخص کن کیفیات سے گزر رہا ہے اور کس اونچے مقام پر ہے اور مجھے یقین ہے کہ دروازہ کھولنے والے کا مقام روحانی، اخلاقی اور انسانی طور پر ضرور بلند ہوگا اور وہ ہر حال میں مجھ سے بہتر اور بلند ہوگا لیکن وہ آدمی مجھے مل نہیں رہا۔"

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اُن دنوں حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے کششِ عشق میں سخت مضطرب کر رکھا تھا۔ نجانے کیوں ایک دن حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے تم مجھے نہیں چاہتے لہٰذا یہاں سے چلے جاؤ۔ آپکا فرمان سُن کر میں وہاں سے چل دیا مگر راستے میں خیال آیا کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بار ایسا کہنے سے کیوں چلا جاؤں یا نکل جاؤں، فوراً واپس چلا آیا اور جیسے ہی دروازے سے اندر داخل ہوا حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے تو پھر چلا آیا۔ یہاں تیرا کوئی نہیں، کوئی دوسرا دروازہ تلاش کر۔ میں نے سوچا اب گیا تو واپس نہ آؤں گا۔ چنانچہ چلتے چلتے میں شہر بخارا میں آگیا۔ جب ایک قمار خانے کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ دو قمار باز جُوا کھیل رہے ہیں۔ ایک سب کچھ ہار چکا تھا لیکن پھر بھی دوسرے سے قرض مانگتا اور کھیل جاری رکھنے پر اصرار کرتا۔ دوسرے نے کہا: جاؤ چلے جاؤ، تمہارے پاس اب کھیلنے کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے؟ اس نے کہا: ابھی تن، من اور جان باقی ہے اب اُس کی بازی لگاؤں گا۔

اَے دَادَہ رُخِ تُو مَاہِ زِیبَائِی　　خَاکِ قَدَمِ تُو دِیدَہ رَا بِینَائِی

"محبوب تیرے چہرے کو چاند کی خوبصورتی دی گئی، تیرے قدموں کی خاک میری آنکھوں کے لیے بینائی ہے"

دَر خِدْمَتِ تُو جَان و دِل و دِیدَہ و تَن　　مِی دَر بَازَم اَگَر قَبُولِ مَنْ جَائِی

"اگر تو قبول کرلے تیری خدمت میں جان و دل و آنکھ اور جسم کی بازی لگاتا ہوں"

خواجہ بہاؤالدین نے جب اُس قمار باز کا جواب سنا تو بے قرار ہو کر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: بہاو الدین! تم اِس قمار باز سے بھی گئے گزرے ہو اتنی جلدی میدان چھوڑ گئے۔ فوراً حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر لوٹ جاؤ۔ چنانچہ آپ واپس لوٹ آئے۔ آپ کا معمول تھا کہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے وضو اور طہارت کے لیے پانی کا اہتمام خود فرماتے تھے۔ لہٰذا پانی کا آفتابہ بغل میں لیے جب رات کو وہاں پہنچے تو رات بے حد سرد تھی اور برف گر رہی تھی۔ آپ پانی لیے دروازہ میں پڑے رہے اُدھر برفباری میں برف گرتے گرتے آپ کا سارا جسم برف میں ڈوب گیا۔ صبح جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے تو ان کا پاؤں مبارک آپ کے سر پر پڑا۔ حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال شفقت تمام برف اور خس و خاشاک دور کر کے آپ کے سر کو اٹھایا اور فرمایا: بیٹے بہاوالدین! اُٹھ جاؤ کہ جس طرح ہمارا قدم تمہارے سر پر پڑا ہے ایسے ہی تمہارا قدم لوگوں کی بڑی تعداد کے سر پر آئے گا اور یہ خلعتِ سعادت تیرے ہی قدم مبارک کو موزوں تھا پھر نظر عنایت فرماتے ہوئے آپکو درجہ کمال پر پہنچا دیا۔

در در دی دُر دُر نالوں دُر بن جا اِک دَر دا
صاحب معاف کرے تقصیراں تے رہ جاوے کج پردا
اِس پَردے دا اُہہ دَر ضامن جس در دا توں بَردا
بُلھے شاہ جے پھریئے دَر دَر فیر صاحب معاف نہ کردا

تاج العارفین شیخ ابو الوفا ایک دن وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کی مجلس میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو شیخ ابو الوفا نے آپ کو وہاں سے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ آپ اُس مجلس سے نکال دیے گئے جب شیخ ابو الوفا نے دوبارہ کلام شروع فرمایا حضور غوث اعظم پھر مجلس میں تشریف لے آئے۔ شیخ ابو الوفا نے پھر نکال دینے کا حکم فرمایا الغرض یہ معاملہ تین مرتبہ پیش آیا تیسری مرتبہ جب حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مجلس میں تشریف لائے تو شیخ ابو الوفا کرسی سے اتر آئے اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا کہ ان کے نکالنے کا حکم ان کی اہانت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے تھا کہ سب اہل مجلس اِن کو پہچان لیں۔ مجھے اللہ کی قسم ان کی

بزرگی اور ولائت کی زلفیں مشرق و مغرب سے بھی گذر جائیں گی۔ اے عبد القادر ہر مرغ بولتا ہے اور چپ کر جاتا ہے مگر تیرا مرغ قیامت تک بولتا رہے گا اور پھر آپ منبر کی آخری سیڑھی پر بیٹھ گئے اور حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے ہاتھ کو محبت سے پکڑ کر فرمانے لگے اے عبد القادر! تمہارے لیے ایک وقت آنے والا ہے جب وہ وقت آئے تو اس بوڑھے کو بھی یاد کر لینا۔

کُلُّ دِیْكٍ یَصِیْحُ وَیَسْکُتُ اِلَّا دِیْکُكَ فَاِنَّهٗ یَصِیْحُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نواسنج رہے گا تیرا

کہا جاتا ہے کہ حضور غوث اعظم جب بغداد شریف میں داخل ہوئے اور شیخ حماد ابن مسلم کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے ابھی آپ نے اندر قدم نہ رکھا تھا کہ شیخ حماد دباس نے خادم کو حکم دیا دروازہ بند کر دو اور چراغ گل کر دو۔ آپ واپس جانے کی بجائے وہیں دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے جب نیند کا غلبہ ہوا تو احتلام ہو گیا، شدید سردی کے باجود آپ نے غسل فرمایا اور پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گئے پھر شدید نیند کا غلبہ ہوا تو پھر احتلام ہوا آپ نے غسل فرمایا اور پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گئے، آپ سخت سردی کے باوجود بار بار غسل فرماتے رہے کہا جاتا ہے اُس رات آپ کو ستّرہ (۱۷) مرتبہ احتلام ہوا اور آپ نے ستّرہ مرتبہ ہی غسل فرمایا۔ جب درگاہ کا دروازہ کھلا اور شیخ حماد نے آپ کو دیکھا تو روتے ہوئے آپ کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا اے نورِ نظر عبد القادر جو دولت اور عزت آج مجھے حاصل ہے وہ کل تمہارے لیے ہوگی، اور وہ نعمتیں جب تمہیں حاصل ہو جائیں تو اِس بوڑھی دنیا کے ساتھ انصاف سے کام لینا۔ اکثر شیخ حماد دباس فرماتے میں تو محض امتحاناً عبد القادر کو اذیت دیتا ہوں، مگر یہ ایسا پہاڑ ہے جس میں ذرّہ برابر جنبش نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

دروازے سے داخل ہونے والے سدا ایک سے نہیں ہوتے، کچھ آ کر چلے جاتے ہیں تو کچھ جا کر بھی نہیں جا پاتے۔ محبوب کی دہلیز کا دروازہ بھلے بند ہو جائے دل کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے۔ یك در گیرو محکم گیر۔ ”ایک دروازہ پکڑ لو اور مضبوطی سے پکڑ لو“۔

عورت کو مرد سے نکاح کے بعد، مرید کا شیخ سے بیعت کے بعد، محب کو محبوب سے محبت کے بعد جو نسبت حاصل ہوتی ہے اُس میں ذرہ برابر بے وفائی اگر شریعت میں سنگسار کا موجب بنتی ہے تو طریقت میں کس سزا کا سبب بنتی ہو

گی۔ حضرت یحییٰ اور اُسکو فرمایا اپنا ہاتھ
میرے ہاتھ میں دو تا کہ میں تجھے ڈوبنے سے بچاؤں۔ ان کے مرید ... عرض کیا میں یہ ہاتھ اپنے مرشد یحییٰ
منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب
ہو گئے، یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور اُن کو نکال لیا۔ خواجہ قادر بخش جہانگیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے
فرمایا کرتے تھے کہ اپنے محبوب و مطلوب کے سوا کسی کی طرف بھی نہ دیکھا کرو۔ اگر یہ کیفیت ہو جائے
تب جا کر کہیں کوئی طالب کمال کو پہنچتا ہے اور انوارِ رحمانی اُس پر وارد ہوتے ہیں۔
ولیوں کی دہلیز پر ثابت قدمی سے بیٹھنے والا کتا خالی نہیں رہتا یہ تو پھر اجلّ اولیاء کا ذکر تھا۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
بسطام میں جہاں کہیں جا کر بیٹھتے ایک کتا آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ جاتا اور دور سے آپ کو تکتا رہتا
اچانک ایک دن سلطان العارفین کی نگاہِ توجہ اس کتے پر پڑنا تھی کہ اس دن کے بعد وہ کتا جس جگہ بیٹھتا
بسطام کے تمام کتے اس کے ارد گرد بیٹھے دکھائی دیتے۔
بات دروازے کی چلتے چلتے دہلیز تک پہنچی، دہلیز دروازے کی اور دروازہ دہلیز کا، مرید صادق اگر دہلیز ہے تو شیخ کامل
اُس کا دروازہ۔ ولی اللہ کی دہلیز میں دین و دنیا کی بادشاہی پوشیدہ ہے اسی لیے روحانی بادشاہوں نے ہر چیز کو چھوڑ دیا مگر
دہلیز کو نہ چھوڑا اس سے زیادہ اور کیا کہوں ولیوں کی دہلیز پر بیٹھنے والا اصحاب کہف کا کتا بھی اِن روحانی بادشاہوں کے
فیض سے خالی نہیں رہتا وہ قرآن کی آیت اور اللہ کا کلام بن کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)